

قصص نبوی

ڈاکٹر طاہرہ اقبال

اسلام آباد

لاہور - پاکستان

أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ آتَى مِنْ قُرَيْشٍ

فصاحتِ نبوی

تالیف

ڈاکٹر ظہور احمد ظہر



اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳-۱ ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

طابع :- اشفاق مرزا مینچنگ ڈائریکٹر
ناشر :- اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ
۱۳- ای۔ شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

مطبع :- اشاعت :-
انگریز پریس پرنٹر لاہور

پہلی بار جون ۱۹۸۳ء ۱۱۰۰
دوسری مارچ ۱۹۸۸ء ۱۱۰۰

قیمت :- ۴۲/- روپے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۹	مقدمہ	۱
۱۸	قیادت اور خطابت	۲
۱۹	لفظ و بیان قدرت کا عظیم عطیہ ہے	۳
۲۰	لفظ بیان کی حکمت و اہمیت	۴
۲۳	بیان و بلاغت اور قرآن حکیم	۵
۲۹	لفظ و بیان کی ارتقائی منزل	۶
۵۰	نبوت اور خطابت	۷
۵۲	حضرت نوح علیہ السلام	۸
۵۵	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۹
۶۱	حضرت ہود علیہ السلام	۱۰
۶۴	حضرت صالح علیہ السلام	۱۱
۶۶	حضرت شعیب علیہ السلام	۱۲

صفحہ نمبر	مضامین	پر شمار
۷۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۳
۸۰	حضرت داؤد علیہ السلام	۱۴
۸۲	حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۵
۸۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۶
۹۸	عرب اور خطابت	۱۷
۱۰۲	خطبات مشافرت و مناظرت	۱۸
۱۰۶	خطبات مصاحبت	۱۹
۱۰۷	خطبات جنگ و جدل	۲۰
۱۰۷	زبانی و استقبالیہ خطبات	۲۱
۱۰۷	خطبات وعظ و نصیحت	۲۲
۱۰۷	خطبات نکاح	۲۳
۱۰۸	خصائص	۲۴
۱۰۸	اوصاف خطباء	۲۵
۱۰۹	دور جاہلیت میں خطیب کا مقام	۲۶
۱۱۰	دور جاہلیت کے مشہور خطباء	۲۷
۱۱۲	خطابت عہد اسلامی میں	۲۸
۱۱۸	مشہور خطبائے اسلام	۲۹
۱۱۹	حضرت صدیق اکبرؓ	۳۰
۱۲۲	حضرت فاروق اعظمؓ	۳۱
۱۲۳	حضرت عثمان ذی النورینؓ	۳۲
۱۲۷	حضرت علیؓ	۳۳
۱۲۹	حضرت عائشہ صدیقہؓ	۳۴

صفحہ نمبر	مضامین	پر شمار
۱۳۱	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	۳۵
۱۳۳	حضرت امیر معاویہؓ	۳۶
۱۳۴	حضرت حسینؓ	۳۷
۱۳۶	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	۳۸
۱۳۷	احف بن قیس	۳۹
۱۳۸	مہر بن شیمان الازدی	۴۰
۱۳۹	سجانی وائل	۴۱
۱۴۰	کیا زین ابی سفیانؓ	۴۲
۱۴۱	حجاج بن یوسف ثقفی	۴۳
۱۴۲	قتیبہ بن مسلم الباہلی	۴۴
۱۴۴	عمر شہباز طبرستانی	۴۵
۱۴۴	داؤد بن علی	۴۶
۱۴۵	شبيب بن شبيب المنقری	۴۷
۱۴۶	ابو الحسن ابن شریح اللاندی	۴۸
۱۴۷	ابو عبداللہ ابن الغفار اللاندی	۴۹
۱۴۸	ابن نباتہ القاسمی	۵۰
۱۴۹	جمال الدین انغالی	۵۱
۱۴۹	شیخ محمد عبدہ	۵۲
۱۴۹	مصطفیٰ کامل	۵۳
۱۵۱	آنسہ	۵۴
۱۵۲	سعد ز غول پاشا	۵۵
۱۵۳	علامہ مصطفیٰ الراعی	۵۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۷	محمد بن ہیکل	۱۵۵
۵۸	افصح العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۸
۵۹	نصاحت نبوی کے عناصر ترکیبی	۱۶۰
۶۰	قرینیت	۱۶۵
۶۱	بنو سعد اور دیگر قبائل کا محل	۱۶۷
۶۲	قرآن کریم	۱۶۸
۶۳	فطرت محمدی کا نظریہ ربانی	۱۷۰
۶۴	نصاحت و بلاغت کا نظریہ نبوی	۱۷۲
۶۵	شعر افصح العرب کی نظر میں -	۱۷۹
۶۶	خطابت کا اسلوب نبوی اور اس کے خصائص	۱۹۰
۶۷	نصاحت نبوی ملت اور ملت کی نظر میں	۱۹۹
۶۸	خطابت نبوی کے اثرات	۲۱۱
۶۹	انواع کلام نبوی	۲۲۶
۷۰	جوامع الکلم	۲۵۰
۷۱	فیضان نبوت کے کچھ جوامع الکلم	۲۵۵
۷۲	خطبات نبوی	۲۵۷
۷۳	نور خطیب	۲۸۲
۷۴	کہ میں آپ کا اولین خطیب	۲۸۲
۷۵	مدیر منورہ میں آپ کا پہلا خطیب	۲۸۶
۷۶	ایک خطبہ نبوی	۲۸۸
۷۷	مدیر منورہ میں آپ کا مجدد و امانت کے بارے میں خطیب	۲۸۹
۷۸	دنیا اور اس کے انجام کے بارے میں خطیب	۲۹۲

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۷۹	فصحت کو غنیمت جانو	۲۹۰
۸۰	نبوت ہد کے خطاب کے جواب میں خطبہ نبوی	۲۹۶
۸۱	فتح مکہ کے موقع پر خطبہ نبوی	۲۹۷
۸۲	خطبہ حجۃ الوداع	۲۹۸
۸۳	مرض وفات کے دوران آپ کا خطبہ	۲۹۹
۸۴	حضرت فاطمہؓ کے نکاح پر خطبہ نبوی	۳۰۵
۸۵	ملکوبات نبوی	۳۱۲
۸۶	مقوقس والی مصر کے نام	۳۱۶
۸۷	ہرقل شاہ روم کے نام	۳۱۸
۸۸	کسری شاہ فارس کے نام	۳۲۰
۸۹	نجاشی شاہ حبشہ کے نام	۳۲۲
۹۰	شاہ غسان کے نام	۳۲۲
۹۱	شاہ بحرین کے نام	۳۲۵
۹۲	ہوزہ بن علی کے نام	۳۲۷
۹۳	ابنائے جلدی و شاہ عمان کے نام	۳۲۹
۹۴	اکیدر دوم کے نام	۳۳۰
۹۵	لوک میرو کے نام	۳۳۳
۹۶	عہود و مواثیق نبوی	۳۳۸
۹۷	یشتاق مدینہ	۳۵۰
۹۸	عہد نامہ صلح حدیبیہ	۳۵۹
۹۹	اہل ایہ کے لئے عہد نامہ	۳۶۲
۱۰۰	اہل اذرج و تبریع کے لئے امان نبوی	۳۶۳



مقدمہ

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور تعلیمات کا ہر پہلو فضول و الجواب کے بجائے الگ الگ جامع اور مفصل کتابوں کا موضوع بننے کا مستحق ہے۔ سیرت نبویؐ کا موضوع ایک ایسا بحر بیکراں ہے جس کا ہر گوشہ خواہر حکمت و عرفان کا امین ہے۔ ہمیشہ سے اہل فکر و دانش اس بحر بیکریاں میں غوطہ زنی کرتے رہے اور گوہر مقصود کا سراپہ لیکر کامیاب و کامیاب مراحل مزد پر اترتے رہے ہیں۔ حقیقت یہی تھی اور تلاش حکمت کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا مگر نہ تو کوئی فکر کمالات نبویؐ کی انتہا کو پہنچ سکے گی اور نہ کوئی قلم ان خواہر حکمت و معرفت کا احاطہ کر سکے گا جو سیرت نبویؐ اور تعلیمات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مختلف گوشوں میں بکھرے پڑے ہیں، عشاق کمالات محمدیؐ کی تشنگی بڑھتی ہی جائے گی وہ جس قدر گہرائی میں اتریں گے اسی قدر جذبہ تلاش کی پیاس میں اضافہ ہوتا جائے گا کیونکہ یہ وہ نئے کہنہ ہے جس کے میخوار کبھی تسلی نہیں پاتے۔ بقول احمد شوقی

اَتَّبَعْتُهُ هُوَ عَلَى سُلَّةٍ فَتَيْتُهُ وَرَسَمَ
تَفَسَّنَ الشَّدَقَاتُ وَلَوْ سَلَا الشَّدَقَاتُ مَاءً

یعنی: آپؐ کی سیرت و تعلیمات کی بہترین مشراب پر کئی زمانے
بریت گئے لیکن نہ تو یہ مشراب ختم ہو سکی اور نہ میخوار کی
نہلی ہو پائی!

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۶۴	بنو کلب کے لئے عہد نامہ	۱۰۱
۳۶۵	بنو نہد کے لئے عہد نامہ	۱۰۲
۳۶۸	ابو عمرو کے لیے ایمان نامہ نبوی	۱۰۳
۳۶۹	دار یمن کے لئے دستاویز نبوی	۱۰۴
۳۷۰	اہل بخران کے لئے عہد نامہ نبوی	۱۰۵
۳۷۲	عمر بن حزم انصاری کے لئے عہد نامہ نبوی	۱۰۶
۳۷۶	مجاہد بنی مرارہ بھٹنی کے لئے دستاویز نبوی	۱۰۷

یہ توجہ دینے کے قومی شاعر احمد شوق کی بات ہے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر تیرہ صدیاں بیت جانے کے بعد پیدا ہوا اور صرف بیت تعلیمات کے کمالات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے مگر جن لوگوں نے اس مجید کمالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عملی زندگی میں ان کا مشاہدہ کیا ان کا تاثر تو آنے والوں کے لئے تصدیق حق کے سلسلے میں موجب یقین و ایمان اور دعوت فکر کا حکم رکھتا ہے، چنانچہ ابوسفیان بن الحارث القرظی الباشمی کہتے ہیں۔

تَبَيَّنَ كَأَنَّهُ يَجْتَلُو الشَّكَّ عَنَّا
بِمَا يُؤْخَرُ إِلَيْهِ وَمَا يَتَّقُوهُ
فَلَمْ تَكُنْ تَهْتَلُ فِي النَّاسِ حَيًّا
وَلَكِنَّ لَكَ مِنَ الْمَوْتِ عَذَابٌ
ترجمہ: آپ ایک ایسے نبی تھے جو وحی ربانی اور اپنے اقوال حکمت سے ہمارے شکوک کو زائل کر دیتے تھے، نہ زندہ انسانوں میں ان کی نظیر ہمیں نظر آئی اور نہ گزر جانے والوں میں ان کا ہمسر ہوا۔

شاعر و باریعت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:
أَحْسَنَ مَنَاقِبَ كَمْ تَرَوْهُ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مَنَاقِبَ كَمْ تَبْدُوهُ
خَلَقْتَ مَنَاقِبًا مِنْ مَكَلٍ غَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خَلَقْتَ كَمَا كُنْتَ
یعنی: آپ سے بہتر میری آنکھ کے کوئی دیکھا نہیں اور آپ سے حسین تر کسی عورت نے جنابی نہیں! آپ ہر عیب سے یوں پاک پیدا ہوئے جیسے آپ اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق دوسل کر پیدا ہوئے ہوں!

①

ایسی ہستی کی سیرت و تعلیمات کا مطالعہ یقیناً ایک اہم اور بلند موضوع ہی نہیں ایک اعلیٰ ترین انسانی فریضہ اور پاکیزہ ترین اسلامی عقیدہ بھی ہے بڑے بڑے بنی امی العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک قلب و روح کے لئے

سامانِ راحت و تسکین اور پاکیزہ غذا کی حیثیت رکھتی ہے۔

راقم الحروف کا مرغوب موضوع مطالعہ تاریخ انسانی کے عظیم و عظیم انسانوں کے سوانح حیات ہیں لیکن سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس سلسلے کا مرغوب ترین اور سب سے زیادہ پسندیدہ موضوع ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت علیہ کا مطالعہ نہ صرف صبر و استقامت، ہمت و عزیمت اور اعلیٰ دافع مقاصد کی خاطر تنہا دھن کی قربانی کا بہتال جذبہ پیدا کرنے کا باعث ہے بلکہ اس سے دلوں کو سرور سرمدی اور ریحون کو حیات جاوداں بھی نصیب ہوتی ہے!

ایک درخشاں وجود آدمی بے آب و گیاہ میں پیدا ہوتا ہے، جاہل اور اکھڑ قوم میں پیدا ہوتا ہے، تبلیغ حق کے لئے حوصلہ شکن مراحل اور کٹھن نثریوں سے گزرتا ہے مگر اس کے پاس عزیمت میں لغزش نہیں آتی، وہ اپنے مکالمہ اخلاق سے بخون کسے پیاسوں کے دل جیت لیتا ہے، امی ہے مگر فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتا ہے اور علم و معرفت کی وہ شمع روشن کرتا ہے، جس کا صوفیا دنیاں انسان کو تسخیر کائنات کی راہ دکھا کر اسے چاند پر پہنچا دیتی ہیں، جس کی نگاہ کے اعجاز کی بدولت ریگستان عرب کے ذرات روشنی کے چراغ بن کر انسانیت کا مقدر اور تاریخ کا رخ بدل دیتے ہیں اس ہستی کی سیرت پاک کا مطالعہ بھی اسی قدر اہم اور مفید کیوں نہ ہو؟!

③

مخدومی ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی ذات گرامی میرے لیے ہمیشہ علمی کالی کے لئے دعوت اور مسیحاں تحقیق میں حوصلہ افزائی کا ذریعہ ثابت ہوئی ہے یہ حقیر کسی کوشش بھی ان کی طرف سے تحریک عمل کا ہی نتیجہ ہے، وہ حب ہمارے پرنسپل تھے تو اپنے ساتھیوں کو اور خصوصاً نوجوان اساتذہ کو علمی اور تحقیقی کام کی تحریک کے ساتھ ساتھ رہنمائی بھی کرتے رہتے تھے۔ اور

اب اردو دائرہ معارف اسلام کے شعبے کے سربراہ کی حیثیت سے بھی علمی اور تحقیقی کام کے لئے مجھے اکثر مجبور کرتے رہتے ہیں اگرچہ پرستنا ان کے اپنے ادارے کیلئے ہی ہے، انھوں نے رسالت مصلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے تمام پہلوؤں کے متعلق ایک جامع مقالہ تیار کرانے کا فیصلہ کیا تو انھیں حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت خطیب "میرے جیسے ہیں آیا، مآخذ میراث کے مطالعہ اور مقالہ کی تیاری کے بعد خیال ہوا کہ اس موضوع پر تو ایک مستقل کتاب بھی لکھی جاسکتی ہے، چنانچہ اپنی کم مائیگی اور علمی بے لفاظی کے باوجود اس خیال کو حقیقت کا روپ دینے کا فیصلہ کیا اور یوں ایک ظہیر کاوش کا حاصل آپ کے سامنے ہے!

(۲)

فصاحت و بلاغت، جس کا اولین و بہترین اظہار خطابت ہی ہے، ہمیشہ نبوت و قیادت کا جزو لا ینفک رہی ہے، اصلاح انسانیت اور تبلیغ رسالت ربانی اگر منصب و مقام نبوت میں تھا تو خطیبانہ فصاحت و بلاغت ہمیشہ نبوت کی آن مٹی، اتمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جہاں جہاں اور جب کبھی بھی رسالت اللہ کی تبلیغ کا فریضہ سونپا گیا تو انہیں اپنی اپنی قوم کی زبان میں ہی بات کرنے کا حکم ہوتا کہ پیغام ربانی کی تبلیغ و تفہیم میں کوئی اہم و غنوم یا کوئی الجھن اور شکل نہ پیدا ہو اور بیان نبوت و فصاحت و سہو کے ساتھ گوش و گوش کے واسطوں سے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے! یہیں سے وہ حکمت قرآنی عیاں ہوتی ہے جس کے مطابق ہر خطبہ اور قوم میں نبی مبعوث ہوئے (وَلَا یُکَلِّمُ قَوْمًا ۙ الرَّعْدُ ۙ) اور انھوں نے اپنی اپنی قوم کی زبان میں ہی تبلیغ کی اور اللہ کا پیغام کھول کر بیان کرتے رہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ
ہم نے کوئی بھی رسول ایسا نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ

نہ کرتا ہو، کیونکہ اسی طرح وہ نازل کردہ پیغام ان کے سامنے کھول کر بیان کر سکتا تھا!

یہ بات کہ خطابت ہمیشہ قیادت و نبوت کا لازمی خاصہ رہی ہے، آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے سوانح حیات سے منکشف ہوتی ہے جو تقریباً ایک ہزار سال تک اپنی قوم میں خطیبانہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ مدلل انداز میں تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیتے رہے، اکتاب اللہ میں اس حقیقت کی یوں مراعیت ہوئی ہے۔

قَالُوا يَا نُوْحُ قَدْ جَاءَ لَنَا كَافَّةٌ يَدَاكَ كُتُوبٌ حِثَّةً لِّمَا نَاثَرْنَا
بِمَا قَعَدْنَا (نَا كُنْتَ مِنْ أَتْقَا دِينٍ، رُحُود: ۵۷-۵۸)
اے نوح تو نے ہم سے بکڑا اور بحث و مناقشہ کیا جواب بہت طویل پکڑ
گیا ہے اس لئے کہ تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو جس غلاب
کی تو ہمیں وعید سناتا ہے اسے لے ہی آ:

موصدا عظم جدالاً نبیاً حضرت خلیل رب جلیل بھی موبہ خطابت اور بلاغت سے نوازے گئے تھے اور مدلل جدل و مناقشہ اور دمان لشکر جواب دینے کی خدا داد صلاحیت رکھتے تھے، حتیٰ کہ جدال موسوی کی آن بان بھی بلاغت و خطابت کی محتاج ہوئی اور نبوت سے سر فرازی کے بعد خداوند تدوین سے اپنے مشرع صدر کی دعا کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کی امداد کے لئے التجا بھی کی حالانکہ جہاں نبوت و ہدایت کا یہ عالم تھا کہ آل فرعون میں سے ایک آدمی ان کے ایک تھپڑ کی بھی تاب نہ لا سکتا تھا، یہی ہدایت جہاں اور جدل موسوی تھا جسے دیکھ کر قوم شعیب نے پگھٹ خالی کر دیا اور دختر نبی نے انہیں "قوی امین" قرار دیتے ہوئے اپنے ہاں گلہ بانی کا فریضہ سونپنے کی سفارش کی تھی (سورۃ النقص: ۱) اعلیٰ رسیج کی نو نایاں شان ہی حسن بیان اور ندرت تشبیہ و تمثیل تھی، عربوں کا بھی سر راہی فخر

خطیبانہ فصاحت و بلاغت اور قدرت کلام حق، ان کی ربانی ہیئت لغوی کلمات سے مستصف ہونے کے باعث خدا کے آخری پیغام کا محفوظ و مصون و سید بننے کی اہل ٹھیری، چنانچہ اس قوم میں مبعوث ہونے والا نبی فصاحت و بلاغت کے اس مقام پر مرقا جہاں تمام کلمات اور بلندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ فصیح العرب اور صاحب جوامع الکلم کہلانے کا سزاوار تھا، شیئت الہی نے قرآن مجید کے نزول کے لئے اسی مقلب الطہر اور زبان پاک کو منتخب کیا۔

(۵)

اس کتاب میں اسی فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ حسن بیان کا تذکرہ مقصود اصلی ہے لیکن ضمنی طور پر انسانی تاریخ میں عموماً اور اسلامی تاریخ میں خصوصاً خطابت و قیادت کے باہمی ربط کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم آپ کو اس کتاب میں ایک ایسا اعراض بھی نظر آئے گا جو شاید بعض روشن ذہنوں کو ناگوار معلوم ہو مگر ہم تو اس اعراض کو ایک نا انصافی کے ازالے کا نام دیں گے۔ ایک ایسی بے انصافی جس کا پس منظر محض جہالت کی تاریکی اور خیرہ حیثی سے انکشاف حقیقت کے سوا اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا! لوگ عموماً فن خطابت اور اس کی تاریخ کا آغاز یونانیوں سے کرتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ یونان مغرب میں ہے اور سورج تو سب سے پہلے مشرق میں ہی چمکا تھا، انوار مشرق نے بھی مغرب کو روشنی عطا کی جس کا سب سے بڑا اور واضح ترین ثبوت یہ ہے کہ خود مسیحیت کا پہلو بھی مشرق میں ہوا اور یورپ کی سرزنار یکیوں میں پھرنے والوں کو اس نے بعد میں خدا آشنا کیا، یہ الگ بات ہے کہ یورپ کی کج ذہنی نے عقیدہ تثلیث تراش لیا اور مسیحی تعلیمات کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ بہر حال تہذیب انسانی کے قافلہ نے مشرق سے مغرب کی طرف

سفر کیا ہے، اس قافلے کو تحریک دینے والی قوت منظر انوار نبوت کی خطابت تھی اس لئے تہذیب انسانی کی طرح اس خطابت کے فن کا نقطہ آغاز بھی سرزمین شرق ہی تھی، یونانی فلاسفہ سے صدیوں پہلے انبیاء کرام کے نفوس قدسیہ نے یہاں علم و عرفان کی شعلیں روشن کیں، انسانیت کی ذہنی و فکری تربیت کی اور صراطِ حق دکھانے کے لئے اپنی خطیبانہ خدا و صلاحیتوں کو استعمال کیا، اس لئے عام روش سے جہت کربات کا آغاز یہاں انوار نبوت کے خطیبانہ کلمات سے کیا گیا ہے اور ایک مستقل باب میں ان کا مفصل تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

”فصاحت نبوی“ سات ابواب میں تقسیم ہے شروع کے تین ابواب تمہیدی ہیں جن میں اختصار کی کوشش کی گئی ہے، پہلے باب (قیادت اور خطابت) میں انسانی تاریخ میں فن خطابت کی اہمیت سے بحث کی گئی ہے، دوسرے باب (نبوت اور خطابت) میں انبیاء کرام کے کمال خطابت کا ذکر ہے، تیسرے باب میں مغرب اور خطابت، میں عربوں کی خطابت کا اجمالی ذکر ہے اور چوتھا باب (فصیح العرب)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے لئے مختص ہے اس کے بعد کے چار ابواب کلام نبوت کے متنوع جواہر پر مشتمل ہیں، جوامع الکلم، خطبات نبوی، مکاتیب نبوی، اور معابدات و مواہین کے نمونے بطور مشقے از خردار سے درج ہیں۔

یہ کام اپنے کاوش کنندہ کے اعتبار سے تو حقیر ہے مگر اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت عظیم الشان ہے، اپنی کم علمی، کم مائیگی اور اختلال لغزش کا بھی احساس ہے تاہم نیت نیک اور ہمت مخلصانہ ہے، وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰہِ!

ظہور احمد انظر

شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

۹ جنوری ۱۹۸۰ء

قیادت اور خطابت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قیادت اور خطابت

انسانی عقل و شعور قیادت و رہنمائی کے سائے میں پروانی چڑھا ہے، اور قیادت و رہنمائی ہمیشہ نطق و بیان کی مرہون منت رہی ہے گویا تاریخ انسانی میں قیادت و خطابت کا ہمیشہ چرخی و آسن کا ساتھ رہا ہے، انسانی علوم و تہذیب کا قافلہ نطق و گویائی اور زور و خطابت سے تحریک پاتا رہا ہے۔

خالق فطرت نے انسان کو عقل و شعور کی صلاحیت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے وہ اخذ و تحصیل کے بعد امتناج اور استنباط کے مراحل سے گزرتا ہے، جدید و قدیم علوم و معارف کا یہ وسیع و طویل سلسلہ دراصل انسانی عقل و شعور کی ان استخراجی و استنباطی صلاحیتوں کا حاصل ہے لیکن عقل و شعور کے طفیل امتناج و استنباط کی یہ رفتار نطق و گویائی کے بغیر تیزی سے آگے نہیں بڑھ سکتی تھی کیونکہ اخذ و تحصیل اور استنباط کے بعد تعلیم و تفتین کا مرحلہ بھی تھا جو نطق و بیان کے بغیر طے نہیں ہو سکتا تھا، تو گویا قدرت نے حضرت انسان میں دو قوتیں ودیعت کر کے اسے اشرف المخلوقات ہونے کا مستحق ٹھہرایا۔ ان میں سے ایک قوت عقل و شعور ہے اور دوسری قوت کا نام نطق و بیان ہے، ان دو قوتوں کو آب و تاب عطا کر کے احسن تقویم کے سزاوار انسان کو اپنے نور سے منور فرمایا یعنی اسے علم کی روشنی عطا کی پھر ان صلاحیتوں کے امتزاج اور اجتماع سے انسان کو خلافت الہی کا تاج فضیلت نصیب ہوا اور یوں یہ خاکِ انسان مسجود جن و ملک

ملہ قرآن مجید (۲: ۳۰ تا ۳۵)

خیر الخلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت سے تسخیر کائنات پر مامور ہوا۔
نطق و بیان قدرت کا عظیم عطیہ ہے

خالق کو کون و مکان اور رب العالمین نے اولاد آدم پر جو احسانات کئے ہیں اور اسے جس انعام و اکرام سے نوازا ہے اس کا حصہ و احاطہ قلم و قریاس کی حدود سے باہر ہے، یہی احسان کیا کم ہے کہ اسے انسان بنا کر اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کیا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کے مطابق اسے حسن و جمال اور اخلاق و خصال کے بہترین سانچے میں ڈھالا اور مہر و لَعْنَةُ صَدْرُنَا یعنی آدم و ذمہ نے اولاد آدم کو بزرگی عطا کی، اکی رو سے اسے عزت و کرم کا تاج پہنایا، ان لا تعدوا انعامات ربانی میں سے ایک اہم نفل و انعام نطق و بیان کی صلاحیت اور قلم کا استعمال بھی ہے، ارشاد ایزدی ہے:

• الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے قرآن سکھایا، انسان کی تخلیق فرمائی پھر

اسے نطق و بیان کی تعلیم دی۔

عقل و شعور اور نطق و بیان کی نعمت عقلی کی تکمیل قلم و قریاس کی محتاج تھی، علم و دولت کی سعادت دراصل عقل و شعور کی تربیت اور نطق و بیان کو رعنائی بخشنے کے لئے تھی، عقل و شعور کے غفلت کے مطابق انسان کو علم کی دولت میسر نہ آئے تو اس کی شخصیت میں اعدال و توازن پیدا ہو سکتا ہے نہ نطق و بیان کی صلاحیت کو جلا مل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افعی العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مشرف نبوت سے نوازا گیا تو تخلیق و ہدایت کے احسان ربانی کے ساتھ وہ علم اور قریاس و قلم کی عظمت کا بھی اعلان ہوا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْثَرُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ

ملہ سورۃ النین آیت ۲۰ سے سورۃ القلم آیت ۴

ملہ سورۃ العلق (۹۶: ۹۷)

مَا لَمْ يَعْلَمْ

آپے اس رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو ایک لوتھرے سے تخلیق کیا، پڑھ کہ تیرا رب تو سب سے زیادہ بزرگ والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا ۱۱

نطق و بیان کی حکمت و اہمیت

قرآن مجید میں لفظ لسانی اور ب کثافت کی صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کی اہم و عظیم نعمتوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں اس نعمت کبریٰ کو نہایت اور فیصلہ کن کردار ادا کرنا تھا یہ وہ صلاحیت تھی جسے تاریخ انسانی میں بحیر العقول اور معجز منا کار نامے انجام دینا تھے۔ نطق و بیان اور خطیبانہ بلاغت سے تاریخ کے رخ بدلنے تھے، اس کے زیر اثر قبول کو بننا اور بگڑنا تھا۔ اہل نطق و بیان کی خطیبانہ فصاحت و بلاغت سے وہ کام ہونے تھے جو شمشیر و سنان اور قوپ و تفنگ سے بھی انجام نہیں دئے جاسکتے تھے۔ اسی لئے تو حضرت علی المرتضیٰ کریم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نیرے او تواریکے زخم تو بھر جانے ہیں زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

بِحَرَائِصِ الشَّيْطَانِ لَهَا الْقِيَامُ وَفِي كَلِمَاتِهِم مَّا جَوَّحَ إِلَيْهَا

نطق و بیان کی عظیم نعمت میں ایک حکمت یہ بھی پنہاں تھی کہ اس کے ذریعے نہ صرف انسانی تاریخ و تمدن کے قافلے کو تحریک ملنا تھی بلکہ بنی نوع انسان کو دو آفتوں سے نجات بھی نصیب ہونا تھی اور زبان و قلم کے جہاد سے دنیا میں بھوک اور غلامی کا بھی خاتمہ ہونا تھا، اللہ کا منشا یہ تھا کہ انسانیت کی بے بسی اور محبوری کی ان دو علامتوں کو نفی و نابود کرنے کے لئے اللہ کی اس نعمت کبریٰ کو کام میں لایا جائے، زبور و نطق و بیان اور سراج بلاغت سے مزین ہونے کے بعد حضرت انسان کو تفکر و امتحان کے طور پر مشکل ترین کام انجام

دینا تھا کہ اللہ کے بندے جوئے خداؤں کی چیرہ دستیوں سے آزاد ہوں اور خدا کی زمین پر صرف اس کے بندے بن کر تنگ چین کی زندگی بسر کریں یہ کام نطق لسانی اور خطیبانہ شعلہ بیانی کا محتاج تھا، قرآن مجید کہتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ أَفَبِحَسَبِ آفَانِ كُنَّا يُقْتَدِرُ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۚ يَقُولُ أَهْلَكُنَا مَا كُنَّا لَنُبَدِّلَ ۚ أَلَيْسَتْ آفَانِ كُنَّا يُقْتَدِرُ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۚ أَلَمْ نُجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۚ وَلِسَانًا وَطَلْقَيْنِ ۚ وَهُدًى بَيْنَهُ الْفُتُوحِ ۚ فَلَا أَتْلَحَمُ الْعَقَبَةَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۚ فَكُلْ رَغِيْبًا أَوْ اظْلَعًا ۚ مَّا فِي يَوْمٍ مِّنْ مَّعْبُوتٍ ۚ يَبْسُطُ ذَا مَعْرَبَةٍ ۚ أَوْ يُمْسِكُهُنَّ ۚ أَمْ تُرَبِّبُ ۚ

بقینا ہم نے انسان کو مشقت و مہم داری کے لئے پیدا کیا، کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا، وہ کہے گا: میں نے بہت سامان برباد کر دیا، کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے دیکھا ہی نہیں؟ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں، ایسے زبان اور دو سوٹ نہیں دئے؟ اور کیا ہم نے اسے دو منایاں راستے نہیں دکھا دیئے مگر اس نے مشکل گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہیں کی اور تجھے معلوم ہے یہ مشکل گھاٹی ہے کیا؟ یہ مشکل گھاٹی غلاموں کو آزاد کرانا یا فاتح کے دل کی قریبی یتیم کو باپے بس مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے ایک ایسا پیغام دیا ہے جو انسانی آزادی اور خوشحال و پر سکون زندگی کی ضمانت دیتا ہے وہ پیغام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو آج کاشت ہوگا کل اسی کا پھل ملے گا۔ انسان یہاں عمل کی کسوٹی پر پرکھے جانے کے لئے آیا ہے۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ آيَاتِهِمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

اللہ قادر مطلق وہ ذات ہے جس نے موت و حیات کا سلسلہ اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ پرآزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہترین ہے ؟

انسان کے اس امتحان اور اس آزمائش کے بارے میں سورہ بلدہ کی مندرجہ بالا آیات میں ایک واضح لائحہ عمل دیا گیا ہے ۔ انسان اس دنیا میں عمل کے لئے آیا ہے ۔ اسے اپنے انبائے جس کی سعادت و سکون کے لئے اپنا فانی جگر صرف کرنا ہے ۔ انسانیت کو محبوبک اور غلامی سے نجات دلانا ہے اس مقصد کی خاطر انسان کو نور بصیرت و بصارت بھی عطا ہوا ہے اور منطق و بیان کی قوت بھی عطا ہوئی ہے ۔ یہ عطیات خدا کے عظیم الشان احسان و انعام کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر رب العالمین کو بہت ناز ہے کہ اس نے نور بصیرت کے ساتھ ساتھ انسان کو قوت لسانی اور شعلہ بیانی کا ہلکہ عطا کیا ہے ۔

انسانیت کی طویل تاریخ پر ایک مجموعی نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر جگہ اور ہر دور میں انسان کی مجبوریاں صرف دو رہی ہیں غفلت و سکون کی آواز زندگی اور پیٹ کی آگ کو بجھانے کے لئے حسب ضرورت داکہ سامان غوراک ! اس کے ساتھ ہی یہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسانوں کو ان دو مجبور یوں سے چھٹکارا دلانے کے لئے جب بھی کوئی تحریک اٹھی تو اس کا آغاز ترقی اور کامیابی ہمیشہ زبان کی شعلہ بیانیوں اور خطابت کی ولولہ انگیزیوں کی مرہون منت رہی ، آج بھی محکموں کی آزادی اور بھوکوں کو عزت کے ساتھ ضروریات زندگی ہتیا کرنے کے لئے زبان اور قلم کا جہاد اکبر ہی کام آ رہا ہے قرآن مجید میں بھی منطق و بیان کی یہی اہمیت اور زور قلم کے اسی پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔

بیان و بلاغت اور قرآن حکیم

قرآن مجید اللہ کا آخری پیغام اور رسالت محمدی کا دائمی معجزہ ہے جو ازل سے الہ تک زندہ و تابدہ ہے ۔ اس کا اسلوب بیان اور معیار فصاحت و بلاغت قادر مطلق کا ایک چیلنج ہے جو پہلے بھی تھا اور آج بھی اسی طرح قائم ہے ، اس کے اسلوب بیان کے لفظی و معنوی محاسن جہاں ذوقی تسلیم کی تسکین کا سامان اور قلب و فکر کے لئے پیغام حیات ہیں وہاں ان سے قرآن کریم کے اعجاز بیان کی تصدیق و اعتراف بھی مقصود ہے ۔ کتاب اللہ کا طرز استدلال ، عقلانی کی تصدیق جب موقع انداز مخاطب اور مخاطب کو قائل کرنے کا پیرایہ بیان نہیں ایک ہی حقیقت کا احساس دلاتا ہے کہ انسانیت کا قافلہ علم و تہذیب منطق و بیان کا مہول منت ہے ۔ کتاب اللہ میں ذکر و بیان کے الفاظ اس کثرت سے دوہرائے گئے ہیں کہ فصاحت و بلاغت کی اہمیت کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا ۔

انسج العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلامی انقلاب کی منزل اول کے طور پر ایک ایسی قوم میں مبعوث کیا گیا جس کا سرنامہ زیت و طرہ امتیاز ہی خطیبانہ فصاحت و بلاغت اور شعلہ بیانی تھی ۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی مقدس کے ذریعہ انسان کے لئے باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے ، وہ وعظ و نصیحت فرماتا ہے ، اس کی آخری کتاب میں بھی ایک بیان و موعظت ہے :

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیات کو کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ ہدایت پر گامزن ہو جاؤ ۔

(سورۃ البقرہ : آیت ۲۶۶)

ملہ البیان والتبیین برہانۃ شرح دیوان حسان لبرہ قوتی ص ۱۶

اللہ کا یہ بیان فرمانا اس قدر اہم اور کارآمد ہے کہ انسان کی ساری فلاح و سعادت اور نجات اخروی کا تمام سامان اسی سے وابستہ ہے چنانچہ یہ بیان ربانی کہیں تو ایمان و یقین کی دولت میرے لئے کا سبب ہے (البقرہ ۱۷۷: ۱۸۱) کبھی ذکر و نصیحت کا سامان پیدا کرتا ہے (اعلہم ۱۲: البقرہ ۱۷۷: ۱۸۱) فکری و طہارت کا وسیلہ بھی یہی ہے (اعلہم ۱۲: البقرہ ۱۷۷: ۱۸۱) عقل و فکر کی تولد کو بھی اسی بیان ربانی سے ملاطفت ہے (البقرہ ۱۷۷: ۱۸۱) ذکر و شکر کا وسیلہ بھی یہی ہے (البقرہ ۱۷۷: ۱۸۱) اور گمراہی سے بچانے کیلئے بھی یہی بیان ربانی کام آیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلَا تَتْلُوْا وَاَلَّا تَعْلَمُوْنَ
یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرمانا ہے کہ تم کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ، اور اللہ میرے حق کو جانتا ہے۔ (النساء: ۴: ۱۷۷)

کتاب اللہ خود بیان ربانی کا ایک اعجاز ہے مگر خود بھی ایک وعظ و بیان ہے "هٰذَا آيٰتُ الْقُرْاٰنِ ذٰلِكَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ" یعنی اللہ کی یہ کتاب انسانیت کے لئے ایک بیان ہے اور جو اہل تقویٰ ہیں ان کے لئے وعظ و ہدایت ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے لفظ ربیان کی اعلیٰ ترین صورتیں عطا فرمائیں اور اللہ کے ہر ایک نبی نے بلاغ میں کمال و عین نبوت انجام دیا اور یہی مقصود ربانی تھا یہ۔

وَمَا عَلٰی اَرْسُلِ الْاَنْبِيَاۡءِ اِلَّا الْبَيِّنٰتُ

یعنی رسول کا مشن اور منصب تو بات کو واضح طور پر بیان

کر کے پہنچا دینا ہے۔

اللہ کے تمام رسول بھی فرماتے رہے کہ ہمارا منصب رسالت

۱۔ سورۃ آل عمران (۱۳۸: ۱۳۹) ۲۔ العنکبوت (۱۸: ۱۹)

تو یہی ہے کہ بات کو کھول کر بیان کر دیں اور اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیں
وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَيِّنٰتُ ۚ اَلَمْ يَكُنْ
یعنی ہمارا فرض منصبی تو پیغام ربانی کو واضح کر کے پہنچا دینا ہے۔
اللہ کا ایک اور الواعظ نبی ایسا بھی تھا جسے بیان و بلاغت پر مکمل قدرت

نہ تھی۔

تو اسے اللہ کے حضور دعا کرنا پڑی کہ عطا کئے نبوت کے ساتھ ساتھ زبان کو فصاحت و بلاغت کے قابل بنادے اور شرح صدر فرمادے اور میرے بھائی کو بھی میرے ساتھ نبوت سے نواز دے کہ وہ فصیح البیان ہے
وَيُضَيِّقُ صُدْرِيْ وَيُفْطِنِ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُونَ
یعنی موسیٰ نے اپنے رب سے عرض کیا کہ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان میں روانی نہیں ہے اس لئے ہارون کو بھی منصب رسالت بخش دیجئے۔

ہر نبی اور رسول کو اللہ تعالیٰ نے بیان و بلاغت کی قدرت سے نوازا تھا اور وہ اپنی اپنی امت کی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ انداز خطاب میں اللہ کا پیغام بیان کرتے رہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

۱۔ یسین (۱۲: ۱۳)

یعنی ہم نے کوئی بھی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی زبان میں گفتگو نہ کرتا ہو، تاکہ وہ ہمارا پیغام انہیں کھول کر بیان کر دے۔

(۱۳: ۱۴)

۱۔ سورۃ یس (۱۲: ۱۳) ۲۔ الشعراء (۱۳: ۱۴) ۳۔ سورۃ ابراہیم،

جاہل نے یہ آیت کریمہ پیش کرنے کے بعد لکھا ہے:

لَوْ أَنَّ مَدَارَ نُومٍ عَلَى الْبَيِّنَاتِ وَالْبَيِّنِينَ وَ عَلَى الْأَعْيَانِ
وَالْقَوَائِمِ . وَ كُنَّا كَانِ الْإِنْسَانِ أَتَيْنَ كُنَّا أَتَمَّا
كَمَا أَتَيْتُهُ كُنَّا كَانِ الْقَلْبِ أَتَمَّا إِسْتَبَانَهُ كَانِ
أَتَمَّا وَالْقَوَائِمِ كَانِ الْقَوَائِمِ كَانِ شَرِيكَانِ
فِي الْفَضْلِ ، إِنْ أَتَى الْفَضْلُ أَفْضَلَ مِنَ الْمَقْصُودِ
وَصَحْدَانِ الْمَعْلَمِ وَالْمُسْتَعْلَمِ .

یعنی اس میں حکمت یہ تھی کہ بات کا دائرہ مد پر بیان و توضیح اور
انہام و تفہیم پر ہے جس قدر بھی زبان زیادہ بیان و بلاغت پر
تادور ہوگی اسی قدر زیادہ قابل تعریف ہوگی جس طرح کہ جس
قدر انسان کا دل زیادہ روشن ہو تو زیادہ قابل متاکش ہوتا
ہے، جو شخص تجھے کوئی بات سمجھاتا ہے یا جس کو تو سمجھائے
دونوں قلب و لسان کی روشنی کی فضیلت میں برابر کے شریک
ہیں، ہاں البتہ سمجھانے والا سمجھنے والے سے افضل ہوتا ہے
مستطعم اور مستطعم کے سلسلے میں بھی یہی اصول کار فرما ہے!

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو استدلال اور مباحثہ کی صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔
کیونکہ تعظیم حق کی راہ میں حجت و دلیل پیش کرنے کے علاوہ منافعو و محاذ بھی
کرنے پڑتا تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنی قوم اور خود ساختہ حجت سے
اجتناب و استدلال کا موقع پیش آیا۔ حضرت سلیم اللہ علیہ السلام نے دربار فرعون
میں جو مناظرہ کیا تھا اسے قرآن مجید نے متعدد سورتوں میں مختلف اسلوب
بیان کے ساتھ پیش کیا ہے۔

افصح العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بیان و بلاغت کی
وہ بلندیاں عطا ہوئی تھیں جن کے بعد اور کوئی غایت یا حاد باقی

۱۔ کتاب البیان والتبيين اجدول صفحہ ۱۱

نہیں رہ جاتی، آپ کو تبلیغ یعنی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ پیغام حق پہنچانے
کا حکم ہوا۔ اپنے مخاطبین کے سامنے "قول بلیغ" ارشاد فرمائے کی تلقین ہوئی
اور ایک مقام پر تو یوں حکم ہوا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ
یعنی ہم نے آپ پر کتاب میں اس لئے نازل کی ہے کہ اسے
آپ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیں کہ یہ ہے وہ پیغام
جو اللہ نے ہمارے لئے نازل فرمایا ہے!

لفظ و بیان کے کمال سے محرومی ایک بہت بڑا عیب ہے چنانچہ اس
محرومی کا احساس دلاتے ہوئے جاہل لکھتا ہے:

"وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّعَى الْإِنْسَانِ وَرَدَّ اِلَيْهِ الْبَيَانَ
حِينَ شَبَّهَ أَهْلَهُ بِالنَّسَاءِ وَالْوَلَدَانِ فَقَالَ تَعَالَى
أَوْ مَنْ يَنْشَأُنِي الْجَلْبِيَّةُ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ خَيْرٌ مُبِينٍ
یعنی اللہ تعالیٰ نے نفق لسانی اور خراب انداز بیان کی مثال
پیش کرنا چاہی تو ایسے لوگوں کو عورتوں اور بچوں سے تشبیہ دی۔
چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

یعنی کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جو کج و جدال میں بات
کو واضح کر سکنے والے بیان سے بھی قاصر ہو! (قرآن ۴۳: ۱۸)

عزمت و سطور میں وارد ہونے والی آیات اور دیگر اقوال اور اقتباسات
پر ایک مجموعی انداز میں نظر غائر ڈالیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ منطق و گزائی
کی قوت اور بیان و بلاغت کی صلاحیت ایک ایسا عطیہ و احسان ربانی ہے
جو رب جلیل نے حضرت انسان پر نازل فرمایا ہے، یہی وہ طرہ امتیاز ہے
میں سے نہ صرف یہ کہ حیوان ناطق و دیگر حیوانات سے ممتاز ہو جاتا ہے بلکہ

۱۔ سورہ النحل (۱۶: ۱۳۴) ۲۔ البیان والتبيين ۱۳: ۱

لفظ و بیان کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے والا انسان جب خطیب و مقرر کہلاتا ہے مستحق بن جاتا ہے تو وہ اپنے انبائے جنس میں عزت و منزلت اور توفیق و برتری کے علاوہ اپنی شعلہ نوائی اور مجربیا فی سے تاریخ کے دھارے بدلنے کے قابل بھی ہو جاتا ہے، قیادت و امانت کا تاج اس کا حق ٹھہرتا ہے، جہاں تیش و سندان اور ٹوپ و فلنگ کے علاوہ دیگر تمام مادی و ساکن کام آتا نہیں وہاں ایک فصیح و بلیغ کی شعلہ بیانی کام کر جاتی ہے، محتیا روں سے ہزاروں دشمنوں سے نڈھال انسانیت سپہ سالاروں کے بجائے آتش بیان زعماء و قائدین کے پیچھے لگ جاتی ہے، یہیں سے انسانیت کی قیادت ان لوگوں کا مقدر بن جاتی ہے، جو اپنی زبان سے انسانوں کے جذبات اور دھڑکتے دلوں کے ترجمان بن جاتے ہیں، خطیب کی زبان سامعین کے احساسات کی تعبیر و اظہار کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یوں یہ خطیب قائدین انسانیت کے قافلے کے میہ کارواں بن جاتے ہیں، قافلے والے ان قائدین کی سحر انگیز آواز پر لبیک کہتے ہوئے چل پڑتے ہیں، پھر نہ انہیں پرخطر و پیوچ راہوں کا ڈر رہتا ہے اور نہ ان کے دل میں سو دروئیوں کی پروا رہتی ہے، پس لفظوں کا ایک جادو ہے جو قافلے کے سر چڑھ کر بولتا ہے، اور یہی خطیبانہ قیادت یا قائدانہ خطابت تاریخ انسانیت کو ایثار و جاں سپاری اور رفعت و عظمت کا کنگشاں بنا ڈالتی ہے!

تاریخ بتاتی ہے کہ قیادت اور خطابت کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے بلکہ قیادت کا سبب جو ہماری خطابت رہی ہے، خطابت کے بغیر قیادت کبھی نہیں بن سکتی خطابت نے ہمیشہ قیادت کا تاج پہنا ہے۔ جو بات کرنے کے قابل ہو رہی آئے آیا، جو بہتر سے بہتر طریقے سے بات کر سکا سب کو پیچھے کیا چھوڑا سب کو اپنے پیچھے لگا دیا، سب نے اسی کو آگے کیا کہ سب کے دلوں کی گزائی کر سکتا ہے۔ سب کے دشمنوں پر رحم رکھ سکتا ہے!

قرآن مجید کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسانیت کا قافلہ اہل بیان کی شعلہ نوائی کی روشنی میں آگے بڑھا ہے، بیان و بلاغت کی اس روشنی کے علمبردار ہر خطیب اور ہر گروہ میں ظاہر ہوتے رہے، ان ظاہر ہونے والے شعلہ نوا خطیبوں میں وہ نفوس قدسیہ سب میں نمایاں اور سب سے برتر تھے جو نابالغ انسانیت کو جہالت اور بے امنی کے عہد طفولیت سے نکالنے کے لئے مبعوث ہوئے رہے۔ ان سے کوئی گمروہ اور کوئی خطہ محروم نہیں رہا۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ :

فقرآن ڈرانے والا ہی ہے اور ہر قوم کے لئے ہم ہادی و رہنما

بھیجتے رہے ہیں (قرآن ۱۳: ۷۶)

یہاں سے قرآن کریم کا یہ نقطہ نظر بھی ہم پر عیاں ہو جاتا ہے کہ ہر قوم کے نبی پر ہی قوم کی زبان میں وحی و الہام کا فیضان ربانی جاری رہا، کیونکہ بات کو کھول کر بیان کرنا ہوتا ہے اور وہ اپنی زبان ہی میں ممکن ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِمْ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ :

یعنی ہم نے ہر رسول کو اس کی اپنی قوم کی زبان میں ہی پیغام دے کر

بھیجا تاکہ وہ اس پیغام کو کھول کر بیان کرے۔ (قرآن ۱۴: ۴)

لفظ و بیان کی ارتقائی منازل

خطابت کی تاریخ گھنے والے اور لفظ و بیان کی ارتقائی منازل سے بحث

کرنے والے اپنی بات کا آغاز ہمیشہ یونانیوں سے کرتے ہیں، یہی نہیں بلکہ تعلیم زمانوں میں علم و حکمت اور فلسفہ و دانش کا اولین سرچشمہ بھی خطہ یونان ہی تصور ہوتا ہے جہاں سے انسانی فکر و تہذیب کا قافلہ رواں دواں ہوا!

یورپ کے مسیحی مفکرین و محققین کی یہ مجبوری بلکہ کمزوری رہی ہے کہ وہ اپنی مادہ پرست و تہذیب کے آغاز سے پہلے کے زمانوں کو قرونِ منطمہ یا تاریک زمانوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ ولادت مسیح علیہ السلام سے پہلے کی تاریخ کے یونانی

باب کو چھوڑ کر باقی تمام ادوار کو خرافاتی راستوں کے سوا کچھ اہمیت دینے کیلئے تیار نظر نہیں آتے۔ حضرت مسیح کو انسانیت کا نجات دہندہ تسلیم کرنے کے باوجود سامی اقوام کی تاریخ اور انسانی تہذیب کے اولین گہوارے مشرق وسطیٰ کے مرکز میں جہاں اللہ کے اولوالعزم بندوں یعنی انبیاء ابراہیمی نے علم و عرفان اور رشد و ہدایت کی شمعیں روشن کی تھیں ان کی غفلت و غمازی کے اگر وہ مستحکم نہیں تو دل سے محترق بھی نہیں ہیں۔

حالانکہ چشم بینا سے یہ حقیقت اوچھل نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت یعنی نظام کس نے بھی سب سے پہلے سرزمین مشرق کو نوازا ہے، آگے عالم تاب کی پہلی کرن اسی گوشے پر پڑی، نسل انسانی نے بھی یہیں جنم لیا، یونانیوں سے کئی صدیاں پہلے مشرق کے مختلف خطوں میں خدا کے نیک بندے اس کی خلق کی رہنمائی کے لئے پیدا ہوئے اور علم و عرفان کی راہیں روشن کرتے رہے، مشرق وسطیٰ جو سامی اقوام کا مسکن اور سامی تعلیمات کے مطابق نہ صرف وحی و الہام ربانی کے نزول کا اولین مرکز تھا بلکہ انسانیت کا اولین گہوارہ بھی تھا۔ تہذیب انسانی اور علم و معرفت کے علمبردار انبیاء ابراہیمی علیہم السلام کا مرکز و میدان تبلیغ تھا، یہی نفوس قدسیہ نہ صرف علم و ہدایت کے اولین علمبردار تھے بلکہ خطابت اور بیان و بلاغت کے بانی بھی یہی تھے، امیرِ اربعہ پختہ عقیدہ اور غیر متزلزل ایمان ہے کہ گہوارہ طفولیت سے لیکر شباب بلوغت تک انسانیت کی ذہنی و فکری تربیت یونان کے اصنام پرستوں نے نہیں بلکہ خانوادہ ابراہیمی کے فرزندان توحید نے کی ہے جو اللہ کا پیغام برحق لے کر مبعوث ہوئے رہے اور شرک و وثنیّت کے بتان و ہم و گمان کو نالود کرتے رہے، انسان کو اپنے مقام اور اپنے خالق حقیقی سے رشتہ و رابطہ سے آگاہ کرنے والے یہی بندگان حق تھے جو وقت کے آذروں کو صم سازی کے بجائے سزا کی تلقین کرتے اور صم گروں کو برباد کرتے رہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ شرک

دست پرستی میں جکڑے ہوئے عبودیت کے نوگر کس طرح انسان کو خود شناسی اور حق شناسی سکھا سکتے تھے؟ یہ کام تو دی کر سکتے تھے جو انسان کو قدرت کا شہکار، خلیفۃ اللہ اور تخلیق کائنات کا حاصل قرار دیتے تھے، جن کی تعلیم کا بنیادی نقطہ ہی یہ تھا کہ سب کچھ انسان کے لئے اور انسان صرف اللہ کیلئے ہے۔ اس لئے یہ حقیقت اپنی جگہ اہل ٹھیرتی ہے کہ مرحلہ بہ مرحلہ انسانیت کے ذہنی و شعور کو بچھلنے اور بلوغ کمال تک پہنچانے والے اور حضرت انسان کو اس کا مرتبہ و مقام سمجھانے والے یہی انبیاء کرام تھے جن کا ایک سلسلہ موقر و عظیم مسلسل حق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا اور محسن انسانیت حسنی مرتبت افضل العرب صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان عمارت کی آخری اینٹ تھے۔

انسان کو خلیفۃ اللہ اور کائنات کا مالک و مولیٰ بنانے والی توحید پرست تہذیب کا سرچشمہ خانوادہ ابراہیمی کے یہی انبیاء تھے اسی طرح قافلۂ انسانیت کو تحریک دینے والے فن خطابت کے اولین مردان میدان بھی یہی تھے تبلیغ رسالت اور ابلاغ نبوت سے بڑھ کر کوئی شائبہ یا ذمہ داری ایسی ہو سکتی ہے جہاں خطابت اور زورِ بیان کی ضرورت پڑ سکتی ہے؟ ان تحت و تاج کا حصول تو شیعہ و سنال کا محتاج ہوتا تھا اس کے لئے زور خطابت اور شغلہ بیانی سے زیادہ پنجہ آزمائی اور زورِ بازو و کار ہوتا تھا، عزمِ پستی کی بھول بھلیوں میں الجھ جئے اور تحت و تاج کے لئے باہمی دست و گریباں یونانی خطابت کے بجائے بازوئے نمیش زن کے مالک تھے، بات صرف اتنی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھیلانی ہوئی روشن کے نتیجہ میں انسانیت جب لکھنے پڑھنے کے مرحلے پر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یونانی قوم کو چند ایسے دماغوں سے نوازا دیا جن کے افکار کے نتائج قلم کی بدولت محفوظ ہو گئے، اگرچہ یہ حفاظت بھی بڑی حد تک وقت ابراہیمی کے مسلم فرزندان کی مرہونِ منت ہے، جبکہ انبیاء کرام کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ و خطابت کے نمونے بہالت کی قدر ہو گئے مگر ہم

مسلمانوں کے نقطہ نظر سے یہ نمونے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب
اعجاز اور تعلیمات مقدسہ میں محفوظ ہیں لہذا ہم تو خطابت کے اولین علمبردار
اپنی نفوس قدسیہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی لئے افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم
کی خطابت اور بیان و بلاغت کے لئے محقق اس کتاب کا ایک تہیہ کی باب
خطابت اور نبوت ہے :

اگر آپ مدبر ایمان کے ساتھ ساتھ تاریخی حقائق کی بات بھی کرنا چاہیں
تو خطابت کا مصنف ارسطو تو فن خطابت کے چند نظریاتی قواعد و اصول
کے علاوہ خطابت کے فن سے دور کا واسطہ بھی نہ رکھتا تھا، اور غالباً یہ تو
خطابت بھی اس نے اپنے شاگرد سکندر اعظم کے لئے لکھے تھے جسے اپنے
باب فیلیپس کی طرح ایک شعلہ نوا خطیب (ڈیموشینس) سے واسطہ پڑا تھا جو
ان کے تحت و تاج کے لئے ایک چیلنج تھا اور اپنی شعلہ بیانی سے یونانی رعایا
کو ان کے غلام بھڑکاتا تھا! اس کے جواب کے لئے یونانی تخت و تاج
نے ارسطو سے خطابت کے قواعد لکھوائے تاکہ ڈیموشینس کی آگ کو ٹھنڈا
کرنے کے لئے شاہی خطیب پیدا کئے جاسکیں کیونکہ ارسطو بذات خود بیان
و بلاغت اور خطابت کا مرد میدان نہ تھا۔

عربی زبان کے علم بلاغت اور فن خطابت کا ایک عظیم عالم ابو عثمان
عمر بن بحر الجاحظ ارسطو کی عظمت کا معترف تھا، وہ اسے ہمیشہ صاحب
المنطق کے لقب سے یاد کرتا تھا، اس نے ارسطو کا وہ مشہور مقولہ جو اس
نے انسان کی تعریف کے سلسلے میں بولا تھا اپنی کتابوں میں بکثرت بطور تشبہ و
پیش کیا ہے کہ الانسان هو الہی الناطق المبین، یعنی انسان ایک ایسا
میدان ہے جسے منطق و بیان کی صلاحیت عطا ہوئی ہے، مگر وہ ارسطو کی اپنی
خطیبانہ صلاحیت کے ضمن میں لکھتا ہے شیہ

واللہ یونانیین فلسفۃ وصناعة منطق، وكان صاحب المنطق
بکی اللسان غیر موصوف بالبیان مع علمہ بتبیین الکلام
وتفصیلہ ومعانیہ وتخصیصہ، وہم یزعمون ان
جالینوس كان ألتق الناس۔ ولم یذكرہ بالخطابة
ولا بهذا الجنس من البلاغة :

یعنی اہل یونان کے پاس نفس اور منطق تھی صاحب منطق یعنی ارسطو کو گرا انسان تھا
جسے بیان و خطابت سے کوئی تعلق نہ تھا، تاہم وہ کلام کے
امتیازی اوصاف، تفصیل، معانی اور خصائص کا علم رکھتا تھا،
لوگ کہتے ہیں کہ جالینوس منطق میں سب پر نائق تھا مگر اس کا
خطابت یا اس قسم کی فصاحت و بلاغت کے ضمن میں کسی نے
ذکر نہیں کیا :

بہر حال یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ یونان کا مشہور فلسفی اور خطیب بقراط
جو ارسطو کا استاد الاستاذ تھا اور ۳۹۹ ق م میں زیر قاتل کا پالہ لوش
کر کے دنیا سے رخصت ہوا تھا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلامؑ
سومال قبل مسیح کے چودہ سو سال بعد پیدا ہوا تھا جب کہ یہ موصداً عظیم
کلامیوں اور کنعانیوں کے سامنے زمزمہ توحید کو خطیبانہ فصاحت و بلاغت
کے ساتھ پیش کر چکے تھے، جن کے اسلوب بیان اور طرز استدلال نے
نہ صرف ساری قوم کو لا جواب کر دیا تھا بلکہ وقت کے جھوٹے خدا کو بھی
زندہ شکن جواب سے مہرہ کر دیا تھا، یونان کا خطیب اعظم ڈیموشینس
رحم کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تاریخ انسانی کا سب سے بڑا
خطیب تھا، اس نے فیلیپس مقدونی اور سکندر اعظم کے خلاف ایٹھنہ اور
قرب و جوار کے قصبات میں اپنی شعلہ بیانی سے زور و زنجیر کا مقابلہ
چلائی تھی، اس کے خطبات یونانی آرب میں "فیلیپک" کے عنوان سے

مشہور ہیں، وہ (۳۲۲) قبل مسیح میں فوت ہوا، ابھی حضرت خلیل اللہ (۸۰۰ ق م) حضرت موسیٰ کلیم اللہ (تیرہویں صدی قبل مسیح) حضرت داؤد علیہ السلام صاحب فضل خطاب (۹۰۰ ق م) اور حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۳۵ ق م) سے کئی سو سال بعد میں پیدا ہوا۔ جب کہ یغوس قدسید اپنے منصب رسالت کی تبلیغ میں خلیبانہ بیانی و بلاغت سے ہندوگان خدا کی راستہائی کر چکے تھے اور قاعدہ ہندیب انسانی کو تہذیب دے کر کئی منزلیں طے کر چکے تھے۔

ہمارا مقصد اہل یونان کے مرتبہ نفیذیت کو گھٹانا نہیں ہے اگر ہم ایسا کریں بھی تو اس سے ان کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ہم صرف ایک حقیقت کا اعتراف چاہتے ہیں کہ بیانی و بلاغت کی تاریخ کھینچتے وقت یونان کے ان عظیم خطباء سے ذرا پیچھے جانے کی تکلیف بھی گوارا کرنا ہوگی، مشرق میں ہم وراثت اور خطابت و بلاغت کی روشنی چولنے والی ان شمعوں کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے جن پر جہالت نے دبیز پردے ڈالنے کی بڑی کوشش کی مگر ان کی خطابت اور منصب رسالت کی تبلیغ کے کارنامے بنی امی انصع العرب پر نازل ہونے والی اللہ کی آخری کتاب نے محفوظ کر دیئے اس باب میں انصع العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت سے بحث مقصود ہے لیکن بطور تہذیب جو باتیں کہنا لازمی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسانی تاریخ میں علم و حکمت اور فکر و دانش کی اولین علمبردار مستیوں کے ساتھ جو بے انصافی کی جاتی ہے اس کا ازالہ کیا جائے اور خطابت کی تاریخ کو یونان و روم سے شروع کرنے کے بجائے مہبط آدم و اولین سرچشمہ علم و معرفت - سرزمین مشرق اوسط میں ظاہر ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام سے کیا جائے جو مختلف ادوار میں اپنی خطیبانہ حکمت اور فصاحت و بلاغت سے انسانیت کو حق کا راستہ دکھاتے رہے ہیں۔

چنانچہ ایک مستقل باب میں ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وسعت نظر کے ساتھ ساتھ وسعت قلب مسلمان کے خیر میں شائع ہے

مجھ جہو ایمان ہے، بندہ مومن کی نظر اگر تسخیر کائنات پہ ہے توہ لا اھکوا فی الدین کے قرآنی اصول کے مطابق وہ تراخ دل بھی ہے علم و دانش میں ہر قوم اور ہر فرد کے گمان ہنر اور محاسن وہی کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے اہل اسلام ہی ہیں، انسانی علوم و معارف کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد عادل ہے مسلمانوں نے جو علم و فن کسی قوم سے حاصل کیا اس کا اعتراف بھی کیا، علم و فن کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس قسم کی قدر و منزلت کو بھی استھان کی نظر سے دیکھا۔ جدید سائنسی علوم و معارف کا علمبردار مغرب عربوں اور مسلمانوں کی علمی عظمت و عظمت کا اعتراف کرے یا نہ کرے مسلمانوں نے یونان و روم اور فارس و ہند جو کچھ پایا اسے کچھ ترقی دے کر ہی انسانیت کو منتقل کیا اور ان اقوام کے کائنات کی قدر شناسی کو لازمی قرار دیا۔ من خطابت اور فصاحت و بلاغت کا بھی یہی حال۔

عربی ادب کا عظیم امام اور عربی فن خطابت و بلاغت کا اولین مؤرخ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ اپنی معلومات کے مطابق ان تمام اقوام کی خطابت کا اعتراف کرتا ہے جو خطابت میں کوئی مقام رکھتی تھیں، وہ شعوبہ ہیں کے اس دھو سے کی تردید نہیں کرتا کہ خطابت صرف عربوں کا خاصہ نہیں بلکہ تمام اقوام اس نعمت خداوندی سے پوری طرح بہرہ ور ہوئی ہیں، وہ ان متعصب لوگوں کے صرف اس الزام کی تردید کرتا ہے جو عربوں کے اسلوب خطابت پر عاملہ کیا جاتا تھا کہ وہ خطبہ دیتے وقت محض، کمان یا عصا کا سہارا لیتے ہیں، کتاب البیان والتبیین میں جاحظ اس رائے کو محفوظ کر گیا ہے کہ۔

و الخطابة شئ فی جمیع الامم و کلّ الذی الیہ اعظم الحاجة حتی ان السرج مع الفشار و مع شرط الفبا و مع کلّ الحی و غلظ الحس و فساد المزاج، لتطیل الخطب و لثقی فی کل جمیع العجم، و ان کانت معانیہا اجفی و غلط و الفاظہا اخطل و ارجل، و قد علمنا ان

الخطب الناس القریس و الخطب القریس اهل فارس و اعدہم
کلا ما و اعدہم مخرجاً و اعدہم ذللاً و اعدہم
فیه تحکماً اهل مرو و اعدہم بالفارسیة السدریة
و بالفارسیة الفارسیة اهل قصبة الہواز و اعدہم
الہرابیة و الفارسیة الموادیة فلصاحب نفسیر
الزمریة

یعنی خطابت ایک ایسا فن ہے جو تمام اقوام کے ہاں موجود ہے
تمام انسانی نسلوں کو اس کی زبردست ضرورت رہی ہے جتنی کہ
زرنگی یا حبشی لوگ اپنی کم عقلی، بے مدغبی ہونے، زبان کے گندہ
ہونے، جس کے ورثت ہونے اور مزاج کے ناموزوں ہونے
کے باوجود طویل تقریریں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کے خطبات کے
معانی سخت اور مضامین درشت ہوتے ہیں اور ان کا لفظی اسلوب
کم عقلی اور کم علمی کا انداز ہوتا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایسا
تمام اقوام میں سب سے بڑے خطیب ہوتے ہیں اور ان پر انہوں
میں بھی صوبہ فارس کے لوگ بڑے خطیب ہوتے ہیں مگر شیریں گفتگو
آسان اسلوب و ایلی، خوبصورت انداز بیان اور قدرت کلام میں
شہر مرو کے باشندے سب پر فائق ہیں۔ درہی فارسی اور پہلوی
زبان میں سب سے زیادہ فصیح الکلام قصبہ الہواز کے لوگ ہوتے
ہیں جہاں تک آتش کدوں کو روشن کرنے والوں کی لنگی اور
موجدوں کی فصیح زبان کا تعلق ہے تو وہ تو مجوسیوں کے مذہبی
میشواؤں کا حصہ ہے جو لغز و سحر کی زبان کی تفسیر کرنا جانتے ہیں
بائیں ہندو جاحظ کی یہ رائے اکثر لوگوں کے لئے حیرت کا باعث ہے کہ

سہ البیان ۳: ۱۲ تا ۱۳

وہ میدان خطابت کی شہسواری میں عربوں کے بعد صرف اہل فارس کا گویا تھا
تھا، ہندوستان اور یونان یا روم کے خطباء کے متعلق قابل مکمل معلومیت
اس تک نہیں پہنچ سکی تھیں چنانچہ وہ لکھتا ہے:

و حبلہ القول انا لا نعرف الخطب الا للعرب والعجم
فاما الهند فانتا لہم معان مدونہ و کتاب مخلدہ
و تصانف الی رجل معروف ولا الی عالم موصوف و
انما ہی کتاب متوارثہ و آداب علی وجہ الدھر
مشارفہ مذکورہ:

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمیں تو صرف عربوں اور ایرانیوں کے
خطبات کا علم ہے، ہندوستان تو وہاں کے لوگوں کے ہاں
تو درون شدہ افکار و معانی ہیں، غیر فانی کتابیں ہیں جو کہیں
معروف مصنف سے منسوب نہیں اور نہ وہ کسی مشہور عالم سے
نسبت رکھتی ہیں بلکہ یہ تو ورثے میں منتقل ہونے والی کتابیں ہیں
اور ایک ایسے ادب کی حیثیت رکھتی ہیں جو صفات زمانہ میں مشہور
و مذکور ہے:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جاحظ ہندو یونان کی خطابت سے آگاہ نہ
تھا، ہو سکتا ہے یونان و روم کی حد تک یہ بات قدر سے صحیح ہو لیکن ہندوستان
کے لوگوں کی خطابت اور اصول بلاغت جاحظ پوری طرح آگاہ تھا البتہ
ان کے خطبات اس تک نہیں پہنچ سکے تھے، وہ ایک مقام پر اس بات کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے مشہور ادیب عمر ابو الاشعث کا قول نقل کرتا ہے:

قال معمر أبو الاشعث، قلت لبہلہ الہندی آیا

اجتلب یحیی بن خالد اطباء الہندی مثل منکفہ و یافکھ

سہ البیان ۳: ۲۷ جیبہ ڈاکٹر علامہ حسین مقدمہ نقد النثر میں، سہ البیان ۱: ۹۲

و قلمبر تل و سند باز و فلان و فلان : ما البلاغة
 عند الهند وقال بهلثة عند نانی ذلك صحيفة مكتوبة
 ولكن لا أحسن ترجمتها لك ، ولسم أعالج هذه الصناعة
 ناشئ من نفسى بالقيام بخصائصها وتذخير لطائف
 معانيها ، قال البوالشعث : فلقبت بذلك الصحيفة
 الترجمة فياذ آفياها ، اول البلاغة اجتماع آلة
 البلاغة وذلك أن يكون الخطيب رابطة الجاش سلك الجوارح
 قليل اللفظ متخير اللفظ لا يكلم سيد الأمانة
 يكلم الأمانة ولا الملوك بصلوات السوقة ، ويكون
 في تواءم فضل التصرف في كل طبقة ولا يبدق المعاني
 كل التدقيق ، ولا يتقن إلا لفاظ كل التقصير ولا يعفيها
 كل التمهيد ولا يهتف بها غاية التهذيب ولا يفعل
 ذلك في يصول حكيم أو فيلسوفنا علما ، ومن قد تفرد
 حذف فنون الكلام واستقاط مشتركات اللفاظ
 وقد نظر في صناعة المنطق على جهة الصناعة والمبالغة
 لا على جهة الاعتراض والتصنيف ، وعلى وجه الاستطراد والتفصيل
 يعني البوالشعث کہتے ہیں کہ میں نے پہلے ہندوستان سے دریافت
 کیا تھا ، جب یحییٰ بن خالد برکی کے عہد میں ہندوستان کے
 اطباء مثل مسک ، بازگیر ، قلمبر تل اور سند باد وغیرہ کو بلا یا گیا
 تھا کہ ہندوستان کے لوگوں کے ہاں فصاحت و بلاغت
 کیسے کہتے ہیں ؟ پہلے نے کہا تھا کہ ہمارے پاس ایک تحریر شدہ
 صحیفہ ہے مگر میں آپ کے لئے اس کا اچھا ترجمہ نہیں کر سکوں گا
 اور میں نے کبھی اس فن کو آزمایا تو ہے نہیں کہ خود اعتمادی کیسے

اس کے خواص کو واضح کر سکوں اور باریک باتوں کا علم پیش
 کر سکوں ، البوالشعث کہتے ہیں کہ میں وہ صحیفہ مترجمین کے پاس
 لے گیا تو اس میں لکھا تھا کہ ، بلاغت کی پہلی شرط یہ ہے کہ انسان
 میں بلاغت کے لوازمات اکٹھے پائے جائیں اور وہ یوں ہے
 کہ خطیب مضبوط دل گردے کا آدمی ہو ، اس کے اعضاء پر سکون
 رہیں ، اور اگر کھڑکیوں سے کم دیکھے ، اس کے الفاظ چنے ہوئے
 ہوں ، لوندی کے آقا سے لوندی کی زبان میں بات نہ کرے ،
 بادشاہوں کے ساتھ سو قیاد انداز میں کلام نہ کرے ، ہر طبقے کے
 لوگوں کو متاثر کرنے کی قوتوں اور صلاحیتوں سے متصف ہو ، انکار
 و معافی کو بالکل نازک نہ بنا دے ، الفاظ کی تکمل تیغ نہ کرتا ہو ،
 نہ انہیں پورا پورا صاف کرے نہ حد سے زیادہ چھانٹتا ہو ، یہ
 باتیں وہ نہیں کر سکتا جب تک وہ کسی ذات یا صاحب علم فکر سے
 وابستہ نہ ہو ، یا کسی ایسے شخص سے جو فضول کلام کو حذف کرنے
 کا عادی ہو ، مشترک نوعیت کے الفاظ ساقط کر سکتا ہو ، منطق
 کے فن کو بطور فن بنظر غائر پرکھا ہو نہ کہ یونہی صفحات ایسے ہوں
 یا بطور شغل و طراوت دیکھا ہو !

بہر حال کہنے کی بات یہ ہے کہ مسلمان اہل علم نے نہ تو کبھی علمی تعصب کا
 مظاہرہ کیا ہے اور نہ تلاش علم میں کسی کوتاہی کو روا رکھا ہے ، جاحظ نے
 بھی حتی المقدور مختلف اقوام کے ہاں فن خطابت کے وجود اور اس کے ارتقاء
 ان کے افکار و نظریات کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے ۔

* قيل للفارسي ، ما البلاغة ؟ قال : معرفة العسل والؤلؤ

وقيل لليوناني ، ما البلاغة ؟ قال : تصحيح الأقسام واختيار

ملء البيان ۸۸ -

الصلوٰۃ: وقيل للرومي: ما البلاغة؟ قال: حسن التعلُّق
عند البداية والفرار يوم الطلعة! وقيل للهندي:
ما البلاغة؟ قال: وضوح الدلالة وإظهار الغرض
وحسن الإشارة! وقال بعض أهل الهند: جاع البلاغة
البصيرة الحجة والمعرفة بمواضع الضرورة:

یعنی ایرانی سے پوچھا گیا کہ بلاغت کیسے کہتے ہیں! تو اس نے
جواب دیا: بات کو رنگ کرنے اور بلانے کی قدرت کا نام
بلاغت ہے! یونانی سے بلاغت کی تعریف پوچھی گئی تو اس
نے کہا کہ تمام اقسام کو صحیح صحیح جاننا اور منتخب انداز گفتار پانا
رومی سے بلاغت کا مفہوم دریافت کیا گیا تو اس نے کہا
کہ برحاصل فی البدیہہ بات کرنا ہو تو حسن اختصار سے کام لیا
جائے بات کو بڑھانا ہو تو لفظ ومعنی کی فراوانی ہو اندشتانی
سے بلاغت کا مفہوم دریافت کیا گیا تو کہنے لگا کہ دلائل کو واضح
طور پر پیش کرنا، موقع مناسب سے کام لینا اور حسن اشارہ کا مظاہرہ
کرنا بلاغت ہے! کسی ہندوستانی نے یہ بھی کہا تھا کہ دلائل
کی بصیرت اور مناسب مواقع کی معرفت ہی ایک جامع بلاغت!

یہ بات تاریخی حقیقت کے طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ قدیم اقوام میں سے
یونانی ہی ایسی قوم ہیں جن کے فن خطابت کی تاریخ کے متعلق کچھ واضح باتیں
محفوظ طور پر ہم تک پہنچی ہیں، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ فلسفہ و منطق کے
اصول و قواعد مضبوط طور پر وجود میں آنے سے قبل یونانی کی محافل و مجالس میں
ایک گروہ نے خطابت اور فن تقریر کا بازار گرم کر رکھا تھا، اس گروہ کو خطابی
کہا جاتا ہے۔ سوفسطائیوں کے متعلق لکھا ہے کہ یہ "اصول منفعت" کے علمبردار
تھے، ان کے خیال میں یہ جہاں دنیا ہر لحظہ و ہر لمحہ تغیر پذیر ہے اس لئے دائمی

مطلوبہ حقیقت تک رسائی تو رہی ایک طرف اس کا وجود ہی ناممکنات میں سے
ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ علم و معرفت ایک اضافی چیز ہے حقیقی نہیں اس لئے جو
چیز النفع بخش ہو اسی کیلئے کوشاں رہنا چاہیے، وقتی فوائد و منافع ہی سب
کو نہیں۔ وہ اپنے زور خطابت سے ہی لوگوں میں اضافی علوم و معارف کی
نشر و اشاعت کے علمبردار تھے۔ ان کا مرکزی و بنیادی وسیلہ و منفعت
یہی خطابت تھی، خطابت میں بھی وہ بات بنانے اور بات سنانے پر توجہ مرکوز
رکھتے تھے، قدرت کلام اور قوت بیان ہی ان کا سہارا تھا منطقی استدلال
یا دلائل و براہین نام کی کوئی چیز ان کے نزدیک قابل اعتماد نہ تھی، ان کی
رائے میں جو کلام زیب و زینت سے متصف ہوتا یا جو بات بھی سچی سمجھائی
عبدالے کے پیرائے میں لپیٹی ہوئی ہوتی اور لوگوں کو متاثر کرنے کا سبب
بن سکتی تھی وہ ان کے نزدیک اضافی علم کی حیثیت رکھتی تھی کیونکہ اصول
منفعت کی رو سے یہ بات بہترین فوائد و منافع کے حصول کا ذریعہ بن سکتی
تھی۔ رہی سچائی یا حقائق اشیاء کی تلاش تو یہ کام تو ان کے نزدیک بالکل بیکار
اور ضیاع وقت کے مترادف تھا کیونکہ حقائق ثابتہ کم تو سرے سے وجود ہی
نہ تھا یہی سوفسطائی گروہ تھا جسے یونانی خطابت کا بانی و نقطہ آغاز تصور
کیا جاتا ہے، جو طبع سازی کو علم انسانی اور انسانوں کو مخالف میں ڈالنے کو
منفعت بخش خطابت کا نام دیتے تھے:

یونانی مفکرین میں سے ارسطو نے سب سے پہلے فن خطابت کے موضوع
پر قلم اٹھایا اور ایک مستقل کتاب تصنیف کی جسے "الخطابہ" کے عنوان سے
دوسرے عربی میں منتقل کیا گیا، اس سے پہلے سقراط اور افلاطون نے اگرچہ
فن خطابت پر بحث کی تھی مثلاً سقراط نے خلیج کے بنیادی عناصر سے بحث
کی اور افلاطون نے خطابت کو کمال نفس کا وسیلہ قرار دیا لیکن اس فن کے
اصول و ضوابط وضع کرنے والا ارسطو ہی تھا۔

سوفسطائی تو خطابت کو کسب معذرت کا ذریعہ تصور کرتے تھے جبکہ اندالون کے نزدیک یونانی لغتوں انسانیت میں اخلاق کی آبیاری کا وسیلہ تھا یہی وجہ ہے کہ اس کے نزدیک خطابت کی بنیاد نہ صرف بحث و مباحثہ کی قوت بیان قرار پائی بلکہ خیر و سعادت کا وسیلہ بننے والے شخصی فضائل کی قوت بھی اس فن کی اساس تصور کی گئی۔

مگر ارسطو خطابت کو اخلاق سے الگ کرتا ہے اس کے نزدیک خطابت بعد ایت کا ایک حصہ ہے جو ایک ایسی قوت بھی ہے جو ممکن حد تک فائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، وہ خطیب کے اسلوب بیان کو حسن و جمال سے تصف ہونے کے ساتھ ساتھ موقع کی مناسبت سے پُر اثر ہونے کو بھی لازمی قرار دیتا ہے، اس کے نزدیک اسلوب لفظی کو نہانے اور سنوارنے کے لئے محنت بھی ضروری ہے۔

”الخطابت“ میں ارسطو نے خطابت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک قسم سے مفصل بحث کی ہے۔ خطابت کی ایک قسم اشاری یا اشارتی ہے جن میں خطیب نامحاند انداز اختیار کرتے ہوئے بعض امور کو سچا لانے کا مشورہ دیتا ہے جبکہ بعض امور سے حذر و احتیاج کی نصیحت کرتا ہے اس قسم کے خطابت کا تعلق مستقبل سے ہے، خطابت کی دوسری قسم عدالتی عدل و مناشقہ سے تعلق رکھتی ہے جن میں بیان کرنے والا کبھی شک کیا نہ انداز اختیار کرتا ہے اور جملے کرتا ہے کبھی وہ متذکرانہ و مبالغہانہ اسلوب اپناتا ہے۔ اس قسم کے خطابت کا تعلق امور ماضی سے ہے، خطابت کی تیسری قسم کو ارسطو استدلالی و منطقی خطابت کا نام دیتا ہے اور ان کا تعلق حال کے معاملات سے ہوتا ہے۔ ایسے خطابت میں خطیب کبھی غلط انداز میں ترغیب و ترہیب سے کام لیتا ہے اور کبھی مدح و مذمت کا اسلوب اختیار کرتا ہے۔ خطابت کی ان تینوں اقسام میں خطیب کے لئے اتھنائے حال کے مطابق ضرورت، اثر انگیز اور توجیہ خیز انداز اپنانا لازمی ہے۔

سلا ارسطو، الخطابت ص ۱۰ تا ۱۶، ۱۸ تا ۱۹

سلا الخطابت ص ۱۸

ارسطو سے قبل سوفسطائی عہد کے بعد جب علم و حکمت کا عہد آیا، یونانی تہذیب و تمدن کو عروج حاصل ہوا اور اصول مشہریت اور جمہوری حکومت کے نظریات سامنے آئے تو یونانی خطابت نے بھی ترقی کی، مگر فلسفہ اور حکمت و منطق کے لاطینی اس فن کے بھی اصول اور قواعد وضع ہوئے تو سوفسطائی نظریہ خطابت کو مسترد کر دیا گیا اور مغالطہ بازی و سوفسطائیت کے بچانے والے دلائل و براہین اور حقائق ثابتہ کو خطابت کی روح قرار دیا گیا۔ یونانی فن خطابت پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مفکر ارسطو جسے حافظہ، بکلی، انسان اور صاحب المنطق کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا۔ کے استاذ الازات و سقراط نے ہی خطابت کی بنیاد رکھی، وہ پھر سچائی کی ترجمانی کے لئے اپنی فصاحت و بلاغت کو کام میں لاتا رہا۔ اس کے نزدیک فصاحت کی حقیقی روح صرف سچائی ہے، وہ کہا کرتا تھا کہ ”حق گوئی ہی اصل فصاحت ہے“ اسی حق گوئی کی خاطر اس نے زہر کا پیالہ بھی نوش کر لیا تھا۔ مصر کا عظیم شاعر حسرت شوقی اپنے مشہور قصیدے ”الہمزیۃ النبویۃ“ میں اس حقیقت کی یوں ترجمانی کرتا ہے۔

بشیا بن عبد اللہ قامت صحفۃ بالحق من مل الہدی غراء
بینت علی التوحید وھی حقیقۃ نادی بھاسقراط و القداماء
و عبد الزیاد من المہوم و عجلہا کالشہد ثم تنافع الشہداء
۱) اے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے طفیل ایک ایسا روشن اور وسیع الطرف دین حق قائم ہوا جو اربابان ہدایت میں سے ایک دین ہے۔

۲) یہ دین حق جو حیرت پر قائم ہوا، یہ ایک ایسی حقیقت ثابت ہے جس کا اعمالی سقراط اور قدامع نے کیا تھا۔

۳) سقراط نے اسی حقیقت کی خاطر زہر قائل کو شہرہ سمجھ کر پی لیا تھا۔ پھر اس کے بعد کئی شہداء نے اس کی پیروی کی۔

مقرر اپنی دی اور پر ایک فلسفی و منطقی تھا اس لئے اس کے خطبات اور تقاریر منطقی، استدلال پر مبنی ہوتی تھیں جو فکر و تدبر کے لئے دعوت کا حکم رکھتی تھیں اور وہ حق بات کو اس وضاحت کے ساتھ پیش کرتا تھا کہ ان کی صحت و درستگی کے بارے میں کسی ابہام یا شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی اس مقرر کے مشہور خطبات میں سے وہ تقریر جس کی اہمیت کی حامل ہے وہ اس نے ایجنسز کی صلاح میں اپنے دفاع میں کی تھی، سقوط ۳۹ ق م میں فوت ہوا۔

یونانی خطابت کی تاریخ میں مقرر کے بعد دیوینس کا زمانہ آتا ہے جو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا خطیب تصور ہوتا ہے، فکری ربط و جوش و جذبہ اور توازن اس کی تقاریر و خطابت کے نمایاں اوصاف تھے۔ اس کا فطری اسلوب اعلیٰ معیار اور سلاست کا عمدہ نمونہ تھا، انداز بیانی ایسا مؤثر ہوتا تھا کہ سامعین کے دل اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ دھڑکتے تھے، اس کی یہ تقریریں یونانی ادب کا حصہ بن چکی ہیں اور فیلیپک کے نام سے مشہور ہیں کہا جاتا ہے کہ اس کی ان جوشیلی اور پراثر تقریر کا نشانہ یونان کا بادشاہ فیلیپس اور اس کا بیٹا اسکندر اعظم تھا، دیوینس ان کے خلاف ایجنسز اور دیگر مقامات پر تحریک و مقادمت چلاتا رہا تھا اور یہ خطبات اسی تحریک کا نتیجہ ہیں۔

یونانیوں کے بعد اہل روم کا دور آتا ہے، ایک طویل مدت تک اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے قیادت و سیادت کا مالک بنائے رکھا تھا اس لئے ان میں بھی بڑے بڑے خطیب پیدا ہوئے کیونکہ قیادت کا تقاضا ہے کہ خطابت کا وسیلہ سے سمیٹا نہ رہے، روم کی سینٹ میں ایسے ارکان کی کبھی کمی نہیں رہی تھی جو سلطنت کے معاملات پر چھل کر بات کرتے اور اپنے مخالفین پر تنقید کرتے تھے، ان خطباء اور قاضیوں میں سسرور (Cicero) کا مرتبہ بہت بلند ہے روم کی سینٹ میں اس کی تقاریر خطابت کی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کی جائیں گی وہ نہ صرف یہ کہ ایک کامیاب مقرر تھا بلکہ اس نے فن خطابت کے متعلق بعض اصول اور

قواعد بھی مرتب کئے تھے جو ایک کامیاب مقرر بننے کی ضمانت ہو سکتے ہیں، اس کی تقاریر اعمال واقعی اور دلائل و شواہد پر مبنی ہوتی تھیں، اس کے الفاظ چھتے ہوئے نشتر اور اس کا اسلوب طنز و تنقید کی شمشیر تریاں قرار دیا جاتا ہے۔

دیگر اقوام میں جہاں بھی قیادت و سیادت ابھری ہمیشہ خطابت کے سہارے یکم سے کم یوں کہہ لیجئے کہ قیادت کا ثبوت و مقبولیت ہمیشہ خطابت کی مرہون منت رہی۔ انگلستان کا وزیر اعظم جوزف چمبرلین ایک کامیاب لیڈر تھا وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کل اسی کا ہے جو بول سکتا ہے، اگر نیز قوم نے بھی ایک عرصے تک دنیا کی قیادت و سیادت کا علم تھا رکھتا ہے، بروی قوم ہے جس کی سلطنت میں کسی زمانے میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا اگرچہ اب کئی کئی ہینوں سے سورج کی شکل بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوتی، اسی قوم نے دنیا کو پارلیمانی نظام حکومت دیا ہے اس نظام کی کامیابی بھی خطابت کی مرہون منت ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ نظام خطابت کی پرورش بھی کرتا ہے اور اسی کے بغیر چل بھی نہیں سکتا، پارلیمان میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی جنگ و اصل خطابت کی جنگ رہتی ہے، بقول چمبرلین جو بات کر سکتا ہے وہی پارلیمان کے مستقبل کا قائد ہوتا ہے۔

برطانوی پارلیمانی نظام نے متعدد عظیم و جلیل القدر خطباء اور مقررین کو جنم دیا ہے جو یہ خطابت کے بل بوتے پر انتخاب بھی جیتتے رہے، پارلیمان پر بھی چھائے رہے اور قوم کی قیادت بھی کئے رہے ان میں چارلس جمیز ٹاکنس، ایڈمنڈ برگ، پلیمسٹن، ہنری ڈسراہلی، جون برائیٹ، گلڈسٹون، ہنری مورے، چمبرلین، اور سروسٹن چرچل، بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، مؤخر الذکر نے تو اب تک کی جنگوں میں تاریخ انسانی کی سب سے ہولناک جنگ عالمگیر دوم میں بڑی جرات، ہمت اور کامیابی سے نہ صرف انگریز قوم بلکہ اتحادی اقوام کی قیادت کی تھی، وہ جب پراعتقاد انداز میں پختہ یقین کے ساتھ حقائق زندگی کا سامنا کرنے کی تلقین کرتا تو ریت کی طرح گرتے ہوئے دل بھی فولاد کے ٹکڑے بن جاتے تھے!

دوسری عالمی جنگ کا ذکر آیا تو اس کے ساتھ ہٹلر اور موسولینی بھی یاد آ گئے، انسانیت کو اس ہولناک جنگ کی آگ میں جھونکنے والا جرمن لیڈر ایڈولف ہٹلر ایک گناہم آلود معمولی انسان سے ایک زبردست قائد اور مستبد حکمران بن گیا جس کی آمریت نے جرمنی کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کو لگا کر رکھ دیا۔ اس کے پس منظر میں بھی دلوں کو اگیتا اور شعلہ صفت خطابت ہی تھی، ہٹلر کی محبوبانہ شعلہ بیانی اور آتش نوازی نے جرمن قوم کو مکمل آمیزہ احساس برتری دے کر شعلہ جوالہ بنا دیا تھا، اس کے اسلوب میں ایک ایسا منطقی استدلال اور آواز میں ایسا جادو تھا جو جرمنوں کے جذبات کو مشتعل کر کے انہیں دیکتے ہوئے انگاروں میں تبدیل کر دیتا تھا۔

ہٹلر کا پیشرو اور درست اطالوی دیکٹیٹر موسولینی جو انسانیت کو غلطیات و غریبوں میں دے گیا اور ۱۹۲۲ء سے سیکرٹری ۱۹۴۴ء تک اٹلی پر آمر مطلق بن کر حکومت کرتا رہا، وہ بھی بیسویں صدی کے عظیم مقررین اور حکمرانوں میں شمار ہوتا ہے، وہ ایک ایسا عظیم مقرر تھا جو فن خطابت کے لوازمات اور تمام نشیب و فراز سے واقف تھا، وہ اپنی تقاریر میں اپنی قوم کی نفسیاتی رگوں کو چھیڑتا اور سوئے ہوئے کے جذبات کو مشتعل کرتا تھا وہ اطالویوں کو عظمت رفتہ کا احساس دلاتے ہوئے آلینبریا آل فیئیر کے لقب سے خطاب کرتا تھا، عظمت ماضی یاد دلانے کے ساتھ ساتھ مستقبل کی سر بلندیوں کی یقین دہانی بھی کرتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی قوم کو یورپی علم و ثقافت کا ان دانا اور بحیرہ روم کے سرسبز اور زرخیز مخطوطات کا حقیقی وارث بھی گردانتا تھا۔

یورپ کی تاریخ میں انقلاب فرانس کو ایک نقطہ تغیر و تحول کی حیثیت حاصل ہے، اس انقلاب نے یورپ کی تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا اور دنیا پر بھی وسیع اثرات ڈالے، یہ عظیم انقلاب بھی خطابت کا ہی مرہونِ منت ہے اس کامیابی کے لئے کام کرنے والے خطیبوں میں سے ایک رائسپیئر (Raspail) بھی تھا جو کمیٹی برائے امن عام کا اولین محرک تھا۔

اور ۱۹۴۴ء میں قتل ہونے تک اس نے دہشت کا بازار گرم کئے رکھا تھا وہ اپنی تقاریر میں مخالفین کی دلجوئی کے بجائے انہیں لاجواب کرنے کا قائل تھا، میرا بھی انقلاب فرانس کے خطباء میں شمار ہوتا ہے۔

جو اپنے خطبات میں منطقی استدلال کے ساتھ ساتھ اشتعال جذبات سے بھی کام لیتا تھا، گامبتا (Gambetta) بھی فرانس کا ایک مشہور خطیب تھا۔ جس نے پیرسین سوم کے فوٹال کے سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا، وہ اپنی تقاریر میں عقلی انداز میں تحلیل و تجزیہ کے بجائے جوش و جذبے سے کام لینے کا قائل تھا۔ فرانس کا عظیم شاعر و ادیب لامارتین "اپنے عہد کا مشہور و معروف پارلیمانی خطیب بھی تھا۔



نبوت اور خطابت

نبوت اور خطابت

بیان و بلاغت اور تبلیغ و خطابت نبوت کا لازمی حصہ رہا ہے کیونکہ رشد و ہدایت کا کام لفظ و معنی کا محتاج ہے اور لفظ و معنی کا بہترین وسیعہ تقریر و خطابت اور بیان و بلاغت ہے۔ حضرت آدم کی تخلیق اور مہبوط آدم کلمہ اقدس کے بعد رب جل جلالہ نے نسل انسانی کی نجات و فلاح کا جو راستہ متعین فرمایا وہ تقویٰ و صلاح کا راستہ تھا جس پر گامزن ہونے والوں کو نہ تو جنت سے نکالے جانے کا غم و اندوس رہا اور نہ انعام ربانی سے محرومی کا خوف و غم۔ باقی رہے گا اگر تقویٰ و صلاح کی اس صراط مستقیم کو واضح کرنا ان انبیاء کرام کے سپرد ہوا جو اللہ کی آیات و احکام کی بیان کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ احکام کا یہی بیان نبوت اور خطابت میں چولی دامن کا رشتہ قائم کرتا ہے۔

اسی فرمودہ ازل کے مطابق نفوس قدسیہ مبشرین (بشارت دینے والے) اور منذرین (ڈرانے والے) بنا کر مبعوث ہوتے رہے۔ ہر نبی کو پیغام حق ملا اور آیات و ثبوت عطا ہوئے تاکہ وہ اپنے خطیبانہ اعجاز بیان سے کہیں تو بندوں کو اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا پیغام دے کر خوشی و سکون کی دولت سے مالا مال کریں اور کہیں اس کے قہر و غضب اور لعش شدید سے سرکشوں کو ڈرائیں اور خبردار کریں۔ اللہ کا پیغام پہنچانے والے یہ قدس بندے ہمد سے ہمد تک اللہ کی عطا کردہ اور نظر کرم سے سرفراز ہوتے رہے اور وہ انہیں عظیم الشان منصب نبوت کے لئے

۱۔ سورہ الاعراف (۲۵: ۲) ۲۔ سورہ النور (۲۴: ۳)

جنت رہا، کہیں اس نے آدم اور نوح کو منتخب کیا اور کہیں آل ابراہیم اور کہیں آل عمران کو پیغام حق کے لئے چنا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پیغام حق پہنچانے والے ان نفوس قدسیہ اور ارواح مختارہ کے ذریعہ منہی کے لئے البلاغ، تبلیغ، رسالت یا بلاغ مبیین کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ان منتخب و برگزیدہ بندوں نے فصیح و بلیغ اسلوب بیان کے ساتھ خطابت و مواظبت کی شکل میں اپنا فریضہ انجام دیا تھا اس لئے ان کا قصاصت و بلاغت سے نوازا جانا حکمت خداوندی کا بدیہی تقاضا تھا۔

خدا کے ان برگزیدہ و فرستادہ مردان حق نے اپنے خطیبانہ و عطف و تبلیغ میں ہمیشہ یہ اعلان کیا کرتے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورہ یس ۱۷: ۱۷)

یعنی ہمارا ذریعہ منہی یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا پیغام کھول کھول کر پہنچا دیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہی فرمایا کہ: اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي ۚ یعنی میں تو تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام کھول کھول کر پہنچاتا ہوں، حضرت ہود علیہ السلام کا اعلان بھی یہی تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي ۚ میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچا دئے ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبروں کا فرض منہی واضح فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔

۱۔ سورہ آل عمران (۳: ۳۳)

۲۔ الاعراف (۲۵: ۲) ۳۔ ہود (۱۱: ۵۷) ۴۔ الاحزاب (۳۳: ۳۹)

۵۔ سورہ یس (۳۶: ۱۷)

۶۔ سورہ الاعراف (۲۵: ۲) ۷۔ سورہ ہود (۱۱: ۵۷) ۸۔ سورہ الاحقاف (۴۴: ۴۳)

۹۔ سورہ الاعراف (۲۵: ۲) ۱۰۔ سورہ النور (۲۴: ۳)

فَهَلْ عَلَى السُّبُلِ إِذَا أَنْبَا عِ الْمُبِیِّنِ
یعنی کیا ہمارے رسولوں پر بلاغِ مبین کے سوا بھی کوئی اور فریق
اللہ کے یہ رسول اور انبیاء و حبصصاحت و بلاغت کے ساتھ پیغام حق
کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے تو یہ اللہ و مددِ لاشریک کے سوا کسی اور
سے ہرگز نہیں ڈرتے تھے کسی کا رعب و جلال یا خوف و دہرہ ان کے پاس
استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا تھا۔

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رِسَالَةَ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَ قَوْلَهُ يَخْشَوْنَ
أَعْدَاءَ اللَّهِ وَاصْفَى بِاللهِ حَسِبَاءُ

یعنی وہ لوگ جو اللہ کے پیغام حق کی تبلیغ کرتے ہیں وہ صرف اسی
سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ ہی
بہترین نگہبان ہے۔

ان خطباتِ حق نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسانیت تک پہنچانے اور واضح
طور پر ان کے ذہن نشین کر دینے کا جو فریضہ انجام دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس
کی خود ہی تحسین فرمادی ہے کہ: قَدْ أَنْبَغُوا رِسَالَتِ رَبِّهِمْ یَعْنِی اُنہوں نے
اپنے رب کے پیغام پوری طرح پہنچا دے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

تمام انبیائے کرام میں خطابت و موعظت کا طویل ترین فریضہ حضرت نوح
علیہ السلام نے انجام دیا۔ یہ مردِ حق ساڑھے نو سو سال تک اللہ کا پیغام پہنچاتے
اور انسانیت کی رشد و ہدایت کی خاطر فصاحت و بلاغت کے دریا بہا تے رہے
مگر سرکش لوگ راہِ راست پر نہ آ سکے اور ظالموں کو تاریخی طوفانِ نوح کی تباہ کاری
نے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔

قرآن مجید میں ان کی تبلیغ و موعظت اور بلاغِ رسالت کے متعلق جواشات

سورہ النمل (۲۵: ۱۶) سورہ الاحزاب (۳۵: ۳۳) سورہ العنکبوت (۱۰: ۲۹) قصص الانبیاء ص ۴۳ بقصص القرآن ۵۱: ۱ تا ۵۴: ۴

لئے ہیں ان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی قوم کے
سامنے اپنے مذہب میں اور رسولِ امین ہونے کا اعلان فرمایا، پھر انہیں بیفائدہ اند
ہیں اس بات کی تلقین فرمائی کہ شرک ایک گناہِ عظیم ہے اس لئے اپنے بنائے
ہوئے بتوں - وڈو - سواح - یعوتی اور نسر - کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہ لاشریک
کے سامنے سربسجود ہوں، تقویٰ اور اصلاحِ نفس کی دعوت قبول کرتے ہوئے
رسولِ ربی کی اطاعت و اتباع کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت و
تبلیغِ رسالت کا یہ سلسلہ حکمِ ربانی کے مطابق ساڑھے نو سو سال تک مسلسل دن
رات جاری رکھا، کبھی علانیہ اور باوازا بلند خطاب فرماتے کبھی پوشیدہ طور پر
و غلط تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے مگر اخلاصِ نبوت کے بیخطباتِ بلاغت اس
قدر گرجدار اور سحر انگیز تھے کہ باطل پرست اور مادی شہوات کے غلام جب
ان کی تاب نہ لاتے ہوئے متاثر ہوئے گئے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس
لیتے اور جسموں کو کپڑوں سے لپیٹ لیتے لیکن کافرانہ ضد اور تکبر میں اس قدر
پکے تھے کہ باز آنے کا نام تک نہ لیتے وہ نابکار و لالہ حق اور خطباتِ نبوت
کے اعجازِ بیان سے لاجواب ہو کر کہنے لگے۔

قَالُوا يَا نُوْحُ قَدْ جَاءَ لَنَا فَكُنْ نَاكِرًا كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ
کہنے لگے، اے نوح! تو نے ہم سے بحث و مجادلہ کیا۔ تیرا
یہ مجادلہ و مناظرہ بہت ہو گیا ہے اب تو اگر تو سچا ہے تو
پھر جن حذاب کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے آنے دے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خطباتِ نوح علیہ السلام کے اقتباسات اپنے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر اللہ کا یہ پیغمبر اپنی قوم
یوں مخاطب ہوا۔

سورہ ہود (۱۱: ۲۵) تا ۲۸، سورہ نوح (۷۱: ۱ تا ۱۰) سورہ ہود (۱۱: ۳۲) سورہ ہود (۱۱: ۲۸) تا ۳۱

۱۰۔ اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ کھلی اور واضح دلیل رکھتا ہوں اور اس نے مجھ پر اپنی رحمت بھی فرما رکھی ہے مگر وہ تم پر شقیہ بن گئی ہو، تو کیا تم اسے تم سے وابستہ کرو گے؟ حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور بتاؤ میری قوم کے لوگو! میں اسی کے بدلے تم سے کوئی مال نہیں مانگ رہا، کیونکہ میرا دل اور اجر تو صرف اللہ کے سپرد ہے! ہاں میں اپنی نبوت پر ایمان لانے والوں کو جنہیں تم ردیل کہتے ہو اپنے پاس سے دھتکار دالا نہیں ہوں، وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ مگر تم لوگ مجھے جاہل اور اکھڑ نظر آتے ہو اور بتاؤ میری قوم کے —

لوگو! اگر میں انہیں دھتکار بھی دوں تو اللہ کے غضب سے مجھے بچانے والا کون ہوگا؟ کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے؟ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں یہ کہوں گا کہ جو لوگ ہتھاری نظروں میں ردیل و حقیر لگ رہے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔ اگر میں نے ایسا کیا تو میں ظالموں میں سے ہوں گا! ۱۱۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ کا یہ قول غرض پیغمبر اپنے رب سے مناجات اور راز و نیاز کے انداز میں اپنی مبلغانہ مسامحتی کا یوں تذکرہ کرتا ہے:

”نوح نے اپنے رب سے کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو راست اور دین دعوت حق دی، مگر میری مبلغانہ پکار سے وہ زیادہ دور بھاگتے گئے ہیں نے جب بھی تیری بخشش کی طرف انہیں دعوت

۱۱۔ سورہ نوح (۲۱ تا ۲۴)

دلا تو وہ (میری خطیبانہ آواز کے مقابلے میں) اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوسنے لگے اور کپڑوں میں خود کو لپیٹ لیا، کفر پراگتے اور بے اندازہ تکبر کا مظاہرہ کیا! پھر میں نے اسے باواز بند دعوت دی، علانیہ طور پر تبلیغ کی اور چھپ کر بھی انہیں وعظ کرتے ہوئے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگو، وہ بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر زور کا مینہ برسانے والا بادل بھیجے گا، تمہارے مال و اولاد میں اضافہ کرے گا تمہیں ہوا کیا ہے تم اللہ سے عزت و سرفرازی کی امید کیوں نہیں رکھتے، وہی تو ہے جس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزرا کر پیدا کیا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں ہو اللہ تعالیٰ نے طبق بر طبق سات آسمان پیدا کئے۔ ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا، اللہ ہی نے تو تمہیں زمین سے پودوں کی طرح اگایا ہے، پھر وہ تمہیں اسی مٹی میں لوٹائے گا اور پھر ایک نئی تخلیق کے لئے تمہیں اس میں سے صاف نکال لے گا، اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے وسیع فرش بنایا ہے تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلا کرو! ۱۲۔

پھر اسی پیغمبر برحق کی یہ بددعا تاریخ کے عبرتناک طوفان کی تہید بن گئی:

”وَقَالَ نُوحٌ رَبِّیْ لَا تَجْعَلْ فِیْ الدِّیْنِ الْکَافِرِیْنَ قِبَلًا
اور نوح نے کہا: پروردگار! زمین پر بسنے والا کافر ایک بھی نہ چھوڑنا! ۱۳۔

ابراہیم خلیل اللہ

امام ابو محمد دین، جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام خطیبانہ انبیاء کرام میں ایک نہایت نمایاں اور منفرد مقام رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے

۱۲۔ سورہ نوح (۲۵ تا ۲۷)

اپنے طبع و عیب کو اٹھاتوئی الحجۃ، بدیہہ القول اور صاحب الاستدلال بنایا
تھا کہ اپنے مخالفین و معاندین کو ہر بات میں دندان شکن اور مسکت جواب دیکر
ندامت کے ساتھ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے تھے، تو رات میں
میں ان کے اسلوب بیان اور استدلال کے نمونے ملتے ہیں، لیکن قرآن
مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس موحد اعظم کے وعظ و تبلیغ اور بحث و مناظرہ کے
علاوہ اسرار کائنات و عجائبات مخلوق ربانی پر جو کلمہ کے جو نمونے دئے ہیں ان
سے جہل الانبیاء کے خطیبانہ کمالات اور اعجاز بیان کا اندازہ ہو جاتا ہے۔
قدرت خداوندی کے کرشمے دیکھتے کہ جس گھر میں پیدا ہوئے ہیں وہ بت
ساز و بت فروش ہے، جس قوم سے واسطہ پڑتا ہے اس کے حاکم و محکوم سب
مشرک و بت پرست مگر انسانیت کے لئے قیادت کا اعلیٰ ترین نمونہ بنے والا
نوجوان ابراہیمؑ بت شکن اور موحد اعظم بن جاتا ہے؛ وہ جب ملکوت السموات
والارض میں اللہ کی عظمت و وحدانیت کی واضح نشانیاں پاتے ہیں اور
وجود و توحید باری تعالیٰ پر غیر متزلزل یقین کر لیتے ہیں تو اپنے باپ
صنم گراؤ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

اتَّخِذْ أَصْنَا مَا آٰ إِلَٰهَةً، إِنْ أَرَاكَ ذَکُوْمًا
فِی صَلَٰتِی مُبِیْنٌ۔

کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے؛ مجھے تو تو اور تیری قوم کھلی گلابی
میں مبتلا نظر آتی ہے۔

عصمت انبیاء کی محافظ قدرت کاملہ فیصل اللہ کو مشرک و صنم پرستی
کی آلائشوں سے دور رکھنے کا سامان ابتداء ہی سے کرنا شروع کر دیتی ہے
وہ ستارہ پرستوں کو دیکھتا ہے پھر رات کو ستارے کی جھپک و بک دیکھ کر
سے کتاب مقدس پیدا نش ۲۳ تا ۳۳۔ سہ نقص الانبیاء ص ۴۹ تا ۱۱۱

سہ سورہ الانعام (۶: ۴۴)

سوچتا ہے کیا یہ میرا پروردگار ہے؛ مگر قَلْبًا اٰمَنَ قَالًا لَا اُحِبُّ
الْاٰفِلَیْنِ جب ستارہ ڈوب جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں ڈوبنے والوں
سے محبت و پرستش کا رشتہ کیسے جوڑ سکتا ہوں؛ پھر چاند اور سورج
کو دیکھتا ہے ان کی روشنی ستاروں سے بڑھ کر ہے مگر یہ بھی ڈوب جاتے
ہیں تب ابراہیمؑ مشرکوں کو صنم پرستی اور مشرک کی آلائشوں سے بری ہونے
کا اعلان کر دیتا ہے۔ بتوں کو پاش پاش کر دیتا ہے اور پھر تارخ السلا
نار کے گلزار بننے کا تماشا دیکھتی ہے۔

موحد اعظم نے مشرک سے برات کا اعلان کرتے ہوئے اپنی قوم سے
قرآن مجید کے الفاظ میں یوں خطاب فرمایا۔

ہم نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اس ذات کے سپرد کر دیا ہے جس
نے آسمانوں اور زمین کو نصیت سے بہت کیا، ہمیں تو حید پرست
ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں؛ اور اس کی قوم نے
اس سے جھگڑا کیا تو اس نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ وحدہ
لا شریک کے بارے میں مجھ سے بحث اور جھگڑا کرنے ہو حالانکہ
اسی نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے! میں اس بادشاہ سے
نہیں ڈرتا جسے تم نے خدا کا شریک بنا چھوڑا ہے، ہاں مگر
ہر شئی میں مشیت تو میرے رب ہی کی کار فرما ہے، میرے رب
کا علم تو تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے؛ تو کیا تم نصیحت
نہیں کر دو گے؟! بھلا میں اس سے کیونکر ڈرنے لگا جسے تم نے
خدا کا شریک بنا ڈالا ہے، حالانکہ تم لوگ تو اللہ کے ساتھ شریک

سہ سورہ الانعام (۶: ۶۸ تا ۷۸) سہ سورہ الانبیاء (۲۱: ۵ تا ۷۰) اور

بقول اقبال، بے خطر کو پڑا آتش نرو میں عشق عقل ہے تو تماشائے لب بام بھی
سہ سورہ الانعام (۶: ۶۹)

بناؤ والا ہے، حالانکہ تم لوگ تو اللہ کے ساتھ مشرک ٹھہرانے سے بھی نہیں ڈرتے جس کے بارے میں اس نے تمہارے پاس کوئی مضبوط سند نہیں ارسال کی! اگر تمہاری سمجھ میں آتا ہے تو بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے اسن و سلامتی کا حقدار کون ہے! بات تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اور شرک سے اپنے ایمان کو آلودہ نہ کیا وہی اسن و سلامتی کا حق رکھتے ہیں اور وہی سیدھی راہ پر ہیں!

خطبہ ابراہیمی اللہ جل شانہ کو اس قدر محبوب ہوا کہ اسے اپنی جنت اور دلیل کا مرتبہ عطا فرمایا۔

”وَقِيلَ لِمَنْ يَحْكُمُ أَتَيْنَاهُ إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ
يَا اسْتَدِلَّ إِبْرَاهِيمُ بِمَا هِيَ حُجَّتُكَ وَأَسْأَلُكَ
عَنِ الْقَوْمِ كَيْفَ عَصَاكَ الْكَافِي“

سورہ الشعراء میں ایک اور خطبہ ابراہیمی موجود ہے جو وحی ربانی کے توسط سے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا اور لسان نبوت پر لیول جاری ہوا۔

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں قصہ ابراہیم پڑھ کر سنا، جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو! تو وہ کہنے لگے: ہم تو بتوں کو پوجتے ہیں اور انہی کی پرستش میں مشغول رہتے ہیں! (ابراہیم نے) کہا: تو کیا یہ تمہاری بات سننے میں جب تم انہیں بکارتے ہو یا تمہیں نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں! وہ بولے: بلکہ ہم نے تو اپنے باپ واداکو ایسا ہی کرتے پایا (ابراہیم نے) کہا: تو کیا تم نے کبھی

لہ سورہ الانعام (۶: ۸۳) سورہ الشعراء (۲۶: ۷۰ تا ۱۰۳)

آئیں کھول کر انہیں دیکھا بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو، تم یا تمہارے پہلے باپ واداک، یہ سب میرے دشمن ہیں ہوائے اس رب العالمین کے جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے ہدایت دیتا ہے، اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے! جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی ہے جو مجھے مارے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا! وہی ذات ہے جس سے میں امید کرتا ہوں کہ جزا و سزا

کے دن میری خطائیں معاف فرما دے گا! اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما! اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما، آنے والی نسوں میں میرا سچا تذکرہ جاری فرما، مجھے نعمتوں والی جنت کے داروں میں شامل کر دے۔ میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے، حشر والے دن وہ دن کہ جب مال و اولاد کسی کام کے نہ ہوں گے! اباں مگر جو قلب سلیم بیکر اللہ کے حضور میں پیش ہوں گے! اس دن جنت اہل تقویٰ کے قریب کر دی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ کہاں تھا وہ جن کی تم پرستش کیا کرتے تھے! (اور جن کے پیچھے) اللہ کو تم نے چھوڑ رکھا تھا، کیا وہ اب تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا تمہارا کسی سے بدلہ لے سکتے ہیں! پشایندہ وہ اور گمراہ لوگ دوزخ میں اوندھے منہ پھینک دئے جائیں گے، ابلیس کا سب لاؤ لشکر بھی واصل جہنم ہوگا، وہ وہاں دوزخ میں جھکڑتے ہوئے کہیں گے! اللہ کی قسم! ہم تو بالکل گمراہ تھے جب تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے، ہمیں تو انہیں مجرموں نے گمراہ کیا ہے، اب تو ہمارا شفاعت کرنے والا بھی کوئی

نہیں، نہ کوئی دوست و مخوار ہے، سو کاش! اگر ہم لوٹ کر جاسکتے تو یقیناً مومنوں میں شامل ہو جاتے اس قصہ ابراہیمی میں ایک نشانی ہے مگر ان میں سے بیشتر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

موجودہ عظیم بہترستی کے ماحول سے اس قدر سبزا رہیں کہ کبھی تو اپنے والد آذر سے مناظرہ کرتے ہیں۔ کبھی اپنی قوم کو دعوت عکس دیتے ہیں اور کبھی وقت کے بھوٹے خدا بادشاہ مزور سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کرتے ہیں! قرآن مجید کے الفاظ میں یہ مناظرہ لیں ہوا: "تو نے اس دھوٹے خدا کی حالت پر غور نہیں کیا جو ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا تھا کیونکہ اللہ نے اسے اقتدار دے دیا تھا جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور مارتا ہوں! ابراہیم نے کہا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو مشرق سے لاتا ہے تو اسے مغرب سے نکال! پھر وہ کافر بادشاہ لاجواب ہو کر دنگ رہ گیا، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا!"

ابن قتیبہ نے صحیفہ ابراہیم علیہ السلام میں سے خطبہ ابراہیم کا ایک اقتباس درج کیا ہے جسے عربی کے قالب میں یوں پیش کیا ہے (مختار خلیل اللہ علیہ السلام اپنے وقت کے جابر بادشاہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے کہ اللہ نے تو مجھ سے کہا تھا کہ:

ایہا الملک المستط المسطور المبتلی! انی لست ابشاک
لنجمع الدنیا بعضہا علی بعض ولتبنی المداشر

سورہ البقرہ ۲: ۲۵۸، قصص الانبیاء ص ۸۱

والحصون والکفی بعثت لتود عنی دعوة المظلوم
فانی لا اُردھا ولوکھانت من کھافر!

اے لوگوں پر مسلط ہونے والے آزمائش میں ڈرائے جانے والے مغرور بادشاہ! میں نے تجھے دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تو دولت دنیا سمیٹ کر ڈھیر سے ڈھیر لگا تار ہے! پھر اور قلعے تعمیر کرتا پھرے! میں نے تو تجھے اقتدار اس لئے سونپا ہے تاکہ تو میری طرف سے مظلوموں کی فریاد رسی کرے! کیونکہ میں مظلوم کی پکار کو ناکام نہیں لوٹا یا کرتا خواہ یہ مظلوم کوئی کافر ہی کیوں نہ ہو!"

حضرت ہود علیہ السلام

اللہ کا وہ نبی جو ایک منہ زور قوم کے سامنے واعظانہ فصاحت و علم کے دیباہ تار با تار اس سرکش قوم نے بالآخر اسے جواب دیا تھا کہ:
سَوَاعٍ عَلَیْکَ اَوْ غَطَّتْ اُمُّ لَیْمٍ تَصْنَعُ مِنَ السَّوَاعِطِ
اِنَّ هَذَا الَّذِیْ خَلَقَ الْاَوَّلَیْنَ وَمَا خَلَقَ بِمَعْدَدٍ بَیْنِ
تَبَرٍّ وَّعَظَمٍ کَرْنَا یَا ذَکَرْنَا بِہَا رَے لَے برابر ہے، تیری یہ باتیں پچھلے لوگوں کا ڈھکوسلا ہی ہیں اور ہمیں عذاب نہیں

دیا جائے گا۔ (الشعراء ۲۶: ۱۳۶ تا ۱۳۸)

یہ برگزیدہ نبی حضرت ہود علیہ السلام تھے جو قوم عاد (یعنی عاد اولیٰ) کی طرف مبعوث ہوئے تھے، ان کی قوم جزیرہ عرب کے جنوب میں الاثنا کے مقام پر آباد تھی اور قوت و اقتدار حاکمانہ کے ساتھ ساتھ مال و دولت اور ہر ہنرمندی میں بھی بن مقام رکھتی تھی، طوفان نوح کے بعد تاریخ میں سب سے پہلے اسی قوم کے تمدن کا ذکر ملتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے۔

سورہ ہود (۱۱: ۵)

حضرت ہرود علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنے رسول امینؑ کو
ہونے کا اعلان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کسی اجر، معاوضے یا دنیاوی ناکہ
کے لئے تبلیغ حق نہیں کر رہے بلکہ اخلاص و ایمان کے مطابق لوجہ اللہ
ان کی ہدایت و قیادت اور نجات دہانہ کے لئے آئے ہیں ان کا وعظ و
تبلیغ رسالت شرک و بت پرستی سے نجات دلانے، التوحید کا قول بالا کرنے
اور اپنی قوم کو تعویذی و اطاعت کی تلقین پر مشتمل تھی،

قرآن مجید نے ان کے وعظ و خطابت کے بعض اہم حصوں کی انسانیت کی
دہائی کے لئے محفوظ کئے ہیں حضرت ہرود نے قرآن مجید کے الفاظ میں
فرمایا تھا۔

”میں تمہارے لئے رسول امین مبعوث ہوا ہوں، اس لئے
اللہ کا تقویٰ دلوں میں پیدا کرو اور میری اطاعت کرو اور
میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف اللہ
رب العالمین دے گا۔ کیا تم میرا کوئی جگہ پر یا د گاریں تعمیر
کرنے کا عہدہ کام کرتے ہو، اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو
تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو اس لئے اب اللہ سے ڈرو اور میری
بات مانو، اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں وہ چیزیں مہیا
فرمائی ہیں جنہیں تم جانتے ہو، اس نے تمہیں جو باتیں
اور اولاد سے نوازا ہے، باغات اور چٹے مہیا کئے ہیں۔“

قرآن مجید کی ایک پوری سورہ اس حلیل القدر بادشاہی مرتب کے نام
سے موسوم ہے، اس میں ان کے ایک خطبے کے کچھ حصے انصاف العرب
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب الہم پر نازل کر کے اللہ تعالیٰ انسانیت
کے لئے یوں سامان عبرت مہیا کیا ہے۔

ملہ سورۃ الشعراء (۲۶) ۱ تا ۱۳۵ سورۃ ہود (۱۱) ۱ تا ۵۰

”اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا
اور کوئی معبود نہیں ہے، بت پرستی کو رواج دے کر تم نے
محض افتراء پر دازی سے کام لیا ہے، اے میری قوم! میں
تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف اسی ذات کے ذمہ
ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟
اے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، پھر اسی کی
جانب رجوع کرو، وہ تم پر خوشحالی کے انعامات عام کر دے گا،
تمہاری قوت میں اور بھی اضافہ کر دے گا۔ اور ہاں! مجرموں
کو طرح اعراض مت کرو۔“

اور مزید فرمایا: ”میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ
رہنا کہ میں تمہاری اس بت پرستی اور شرک سے بری ہوں
تم جانتے ہو تو مجھے بہت دے بغیر میرے خلاف تدبیر کرو،
میں اللہ پر توکل کرتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، ہر
جاندار اسی کے قبضے میں ہے، میرے رب کا راستہ ہی سیدھا
تم اگر پھر بھی جاؤ تو میں نے پیغام حق پہنچا دیا ہے، میرا رب تمہارا
جگہ کسی اور کو اقتدار سونپ دے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو
کہ میرا رب تو تمام چیزوں کا نگہبان ہے۔“

اپنی قوم کا تاریخی مقام واضح کرتے ہوئے حضرت ہرود علیہ السلام
نے فرمایا۔

اور کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی نصیحت
تمہارے ہی آدمی کے ذریعے پہنچی ہے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور
یاد کرو اسی رب نے تمہیں قوم لودج علیہ السلام کے بعد اتنا

ملہ سورہ ہود (۱۱) ۵۴ تا ۵۷ سورہ الاعراف (۷) ۶۹

سویا، نہیں پیدا نشی طور پر طاقتور بنایا، اس لئے اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

بنی عمری حضرت صالح علیہ السلام

نبوت نبوی سے کئی طویل صدیاں قبل جزیرہ عرب میں ایک نبی برحق مبعوث ہوا، جو وعظ و تبلیغ اور پیغمبرانہ فصاحت و بلاغت کے ذریعے اپنی قوم کو نصیحت و عبرت کے لئے آمادہ کرتا رہا مگر بالآخر حکم ربانی سے زبان بولیں گویا ہوئی:-

يَقَوْمِ لَقَدْ آتَيْنَاكُمْ رِسَالَةً كَرِيْمًا وَنَصَحْتُمْ لَكُمْ فَلَيْسَ لَا تَجْتَوُونَ الْخَاصِيَّةَ

اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے رب کا پیغام اچھی طرح پہنچا دیا ہے اور میں تو تمہارا بھلا بھی چاہتا تھا مگر تم تو خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے (الاعراف ۷۰: ۷۱)

یہ برگزیدہ ہستی حضرت صالح علیہ السلام کی تھی جو قوم ثمود یا عاد ثانی کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے، یہ قوم ثمود عاد اولی کے تقریباً دو صدیاں بعد جزیرہ عرب میں موجودہ مدینہ منورہ کے شمال میں وادی حجر میں آباد ہوئی تھی اس لئے قرآن مجید میں انہیں عاد کے بعد کے جانشین (خَلَفَاءُ مِنْ بَعْدِ عَادٍ) کہا گیا ہے، یہ قوم بھی زراعت و حرث کے علاوہ صنعت میں بھی ایک تاریخی و امتیازی مقام کی مالک ہے جو میدانی علاقوں میں شاندار قصور و محلات اور پہاڑوں میں پتھر کاٹ کر خوبصورت گھر بنانے میں منفرد مہارت رکھتی تھی۔ یہ نژاد شیدہ مکانات آج بھی جزیرہ عرب کے مدائن صالح کے مقام پر سامان عبرت پیش کرتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام اس سرکش اور ضدی قوم کی رہنمائی کے لئے

سورہ الاعراف (۲۱: ۲۷) سورہ سبأ (۲۱: ۲۷)

رسول امین بن کرائے تھے، آپ نے پیغمبرانہ وعظ و تبلیغ کے دوران میں عربی نصائح و بلاغت کے جو دریا بہائے ہوں گے وہ تو صرف اسی مالک الملک کے علم میں ہیں جو مغبانہ کون و مکان کے علمی خزانوں کا منبع ہے اور بندگان حق کو اجر و ثواب دینے کا مجاز و مختار ہے۔ تاہم حضرت صالح علیہ السلام کے بعض نامحاند خطبات پیغمبری کے چند جواہر ریزے نور سرمدی سے تلمب محمدی پر اترے اور لسان نبوت سے اُٹا ہو کر ہم تک پہنچ گئے ہیں۔

حضرت صالح اپنی قوم کے کمال مہر و خوشحالی اور انعامات خداوندی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب الہ سے ان کے مجاہدی صالح نے کہا کہ کیا تم تقویٰ اللہ اختیار نہیں کرو گے؟ میں تمہارے لئے رسول امین ہوں اس لئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو، اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ کیا تم یہاں ان چیزوں میں محفوظ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ یعنی ان باغات اور چشموں میں؟ ان کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا گانا بھلا لگتا ہے؟ تم اتراتے ہوئے پہاڑوں میں گھر تراش بیٹے ہو، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، حد سے بڑھنے والوں کی بات مت مانو، جو زمین میں نساو بھیلانے ہیں اور اصلاحی کام نہیں کرتے“

کتاب اللہ میں ایک اور مقام پر اللہ کا یہ نبی اپنی قوم کو بت پرستی سے اجتناب، اللہ کی وحدانیت اور اس کے انعامات کو یاد رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔

”اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے رب کے دلائل آپکے ہیں۔ یہ ہے اللہ کی نافرمانی تمہارے لئے ایک نشان ہے اسے

سورہ الشعراء (۲۶: ۲۷ تا ۱۵۲) سورہ الاعراف (۷: ۷۰ تا ۷۴)

اللہ کی سر زمین میں چرنے دینا اور اسے کوئی گزہ نہ پہنچا نا کہ پھر
 انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ اور اللہ کا انعام یاد کرو کہ وہ اس
 نے انہیں قوم ہاد کے بعد جانشین بنایا، جنہیں زمین میں اقتدار
 دیا، اس زمین کے میدان میں قتل میں تم قصور و مملات نہیں
 کرتے اور سپاہیوں کو کڑاؤں کو بگڑنا تے ہو، اس لئے اللہ
 کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد مچانے کے لئے مت نکلو
 ایک اور جگہ یوں خطاب فرماتے ہیں:-

”اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، کہ تمہارے لئے
 اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا
 ہے اسی میں تمہیں آباد کیا، اس سے مغفرت مانگو۔ پھر اسی کی
 طرف رجوع کرو، بیشک میرا رب تو قریب ہے اور دعاؤں
 کو سننے والا ہے۔“

خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام

جاہظ نے نقل کیا ہے کہ افصح العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”شعیب
 الانبیاء“ یعنی شعیب تو نبیوں کے خلیفہ ہیں، ساتھ ہی جاہظ نے اس لقب
 کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”وَمَا يَكُنْ مِنْكُمْ بَعْضُ مَا كُنَّا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَجِلَّةٌ“

اور سماع عبادہ،

یعنی اس لقب کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے ان کے بارے میں
 اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان
 کی باتیں بندوں کے کان میں نہایت ارفع طور پر سنائی دیتی تھیں۔

سورہ ہود (۱۱: ۶۱) شہ البیان والتبیین (۱: ۲۰۱، ۲۰۲) (۲)

علامہ عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مزید وضاحت کرتے
 ہوئے اس حقیقت کو ایک اور انداز میں بیان کیا ہے کہ:-

”وَيُجِيبُهُ الْمُفْتَتُونَ خَلِيبُ النَّبِيِّاءِ الْحَسَنِ مَرَجَعَتَهُ قَوْلَهُ
 وَبِإِذْنِهِ فِي إِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ وَرَحُصْ حُجَجِهِمْ -
 مفسرین حضرت شعیب کو خطیب الانبیاء اس لئے کہتے ہیں کہ
 وہ اپنی قوم سے خطاب کرنے میں خوبصورت اسلوب اختیار
 کرتے، ان کے خلات دلائل قائم کرنے اور ان کے دلائل کو رد
 کرنے میں کمال رکھتے تھے۔“

حضرت شعیب علیہ السلام کو تمام انبیاء کرام میں یہ امتیاز حاصل ہے
 کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے دو قوموں کی طرف نبی مبعوث کیا تھا، ان کے علاوہ
 دو امتوں کی رہنمائی کا شرف کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، پہلے انہیں مدین کے لوگوں
 کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا۔ مدین ہجرہ تدرج کے پاس ایک شہر تھا جہاں کے
 لوگ خوشحال تھے مگر شرک و بت پرستی کا شکار تھے، توحید اور عبادت معبود
 حقیقی کے منکر تھے ناپ تول میں بے ایمانی کرتے، چیزوں میں ملاوٹ کرتے
 باہر سے آنے والے تاجروں کو گھٹیا اور برائے نام قیمت ادا کرتے، مناد
 پھیلاتے، رہزنی کرتے، راہ حق سے لوگوں کو روکتے اور صراط مستقیم کے
 بجائے کج روی کا شکار تھے، جب اللہ کے رسول کی بات نہ سنی، تکبر اور
 ضد سے کام لیا تو زلزلے سے نصیب و نابود کر دیے گئے، اس کے بعد
 حضرت شعیب کو اہل ایکہ کی طرف بھیجا گیا جو دراصل مدین ہی کا دیہاتی علاقہ
 تھا، یہاں کے لوگوں کو بھی آپ نے وعظ و تبلیغ فرمائی اور جب وہ سرکشی
 میں حد سے بڑھ گئے تو عذاب الہی میں جلا کر رکھ دیئے گئے۔

سورہ قصص الانبیاء ص ۱۴۵، فی فلال القرآن ۸: ۹۸، روح المعانی ۸: ۱۴۵
 تفسیر المرائی ۸: ۶۱۲۔

حضرت شعیبؑ کو جس معاشرے کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا وہ ایک
بہید و پیدہ معاشرہ تھا، جہاں خوشحالی کے ساتھ بدستی شامل ہو جائے وہاں
انسانیت دم توڑ دیتی ہے۔ اس کھن کام کے لئے جس زوریان، فصاحت
و بلاغت اور کمال خطابت کی ضرورت تھی وہ ناموس مقدس کے توسط سے
قلب ثبوت پر نقش کر دی گئی تھی۔ چنانچہ خطیب انبیاء اس معاشرے کو
کبھی دعوت لوحید دیتے ہیں اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی تلقین کرتے
ہیں، کبھی تقویٰ و ایمان سے متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں اور فساد فی الارض
سے منع کرتے ہیں، کبھی راستوں کو پرخطر بنانے سے منع کرتے ہیں اور اللہ
کی راہ پر چلنے والوں کے راستے مسدود کرنے سے روکتے ہیں کبھی خوشحال
زندگی اور اللہ کے فضل و انعام کی غرت متوجہ کرتے ہوئے دین حق اور شریعت
الہی میں سیر بھیجے سے اجتناب کا حکم دیتے ہیں اور کبھی اپنی قوم کے سامنے
گذشتہ تاریخ انسانی کی عبرتیں پیش کرتے ہوئے اپنی مخالفت اور عداوت
باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں کہ مبادا گنہگار و طغیان کی صورت میں حضرت
نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ اور لوطؑ کی امتوں کے سے انجام بد سے دوچار ہو جائیں
پھر کبھی مسلمانہ انداز خطابت اختیار کرتے ہوئے انہیں احساس دلاتے ہیں
کہ میں پیغمبر باعمل ہوں جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں اس سے خود بھی
اجتناب کرتا ہوں!

خطیب انبیاء کے متنوع خطبات میں سے بعض اللہ تعالیٰ نے
اپنی آخری کتاب میں انسانیت کے لئے محفوظ کر رکھے ہیں تاکہ موعظت
و نصیحت کا سرشتہ نہیں اور عبرت و سبق آموزی کا سامان پیدا کرتے رہیں۔
قرآن مجید کے الفاظ میں انہوں نے اہل مدین سے خطاب کرتے
مرکے کہا تھا:

”اے میری قوم! صرف اللہ ہی کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا
کوئی معبود نہیں ہے! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار
کی برہان و افصح پہنچ چکی ہے، اس لئے ناپ تول پورا کرو،
لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹیا اور کم نہ دو، زمین میں اصلاح کے
بعد فساد مت پھیلاؤ، اگر تم مومن بن جاؤ تو تمہارے لئے
یہی بہترین راستہ ہے!..... اور ہر ایک راستہ پر خطرات
پیدا کرنے اور اللہ کے راستے پر چلنے سے روکنے کے لئے
مت بھیجا کرو، کہ اللہ کو ماننے والے تو اللہ کی راہ میں
سر تسلیم خم کر چکے ہیں مگر تم ہو کہ اس میں ٹیڑھا پن چاہتے ہو!
پھر ایک اور مقام پر اس تقریر و لہجہ پر کو ایک اور پیرایہ بیان ہیں
پیش فرمایا جو ایک الگ شیرینی اور تاثیر لئے ہوئے ہے۔

”اے میری قوم! اللہ کی پرستش کرو، اس کے سوا تمہارا اور
کوئی معبود نہیں ہے ناپ تول میں کمی مت کیا کرو، تم مجھے
خوشحال نظر آتے ہو (اگر باز نہ آئے تو) مجھے ڈر ہے کہ آنے
والا عذاب تمہیں کسی دن اپنے بھندے میں نہ لے لے!

اے میری قوم! ناپ تول کو منصفانہ طریقے سے پورا کیا کرو
لوگوں سے ان کی چیزیں اونے پونے خریدنے کی کوشش نہ کیا
کرو، فساد پھیلاتے ہوئے دنیا میں سرکشی مت دکھایا کرو
اللہ کے پاس محفوظ رہنے والے اعمال ہی تمہارے لئے
بہترین ہیں اگر تم مومن بن جاؤ تو، ورنہ میں تم پر پوکی داری
کے لئے نہیں آیا!..... اے میری قوم! تباہی کہ اگر میں
اپنے اللہ کی جانب سے روشن دلیل رکھتا ہوں، اس لئے مجھے

اپنے کرم سے اچھی روزی بھی دے رکھی ہے، میں تمہیں جن چیزوں سے منع کرتا ہوں ان کا خود ارتکاب کر کے اس کی خلات ورز بھی نہیں کرنا چاہتا، میں تو سختی المقدور اصلاح ہی چاہتا ہوں، اور مجھے توفیق تو اللہ ہی دیتے والا ہے۔ مجھے اس پر پھر دوسرہ ہے اور میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اسے میری قوم! میری دشمنی تمہیں اس حد تک نہ آئے کہ تم پر بھی اس قسم کی آفتیں ٹوٹ پڑیں جو فتنہ ہو اور صالح کی امتوں کی تباہی کا سامان کرتی رہیں، پھر قوم کو ملا کا حشر تم سے زیادہ دور نہیں!

تین کے بعد جب ایک والوں سے خطاب کے لئے تشریف لائے تو فرمایا:

”ایک والوں نے رسولوں کو جھٹلایا جب شیعہ نے ان سے کہا کہ تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے، میں تمہارے لئے رسول آئیں ہوں اس لئے اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو! میں تم سے کوئی اجر بھی نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے، ناپ کا پیمانہ درست رکھو، کم مت دیا کرو، جب تو لو تو ٹھیک ترازو استعمال کیا کرو، لوگوں کی چیزیں کھوٹے داموں مت خرید کر دو۔ زمین میں فساد پھیلانے ہوئے مت اگرو، اس ذات سے ڈرتے رہا کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے والی مخلوق کا خالق بھی وہی ہے!“

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام

اللہ کے اولوالعزم اور صاحب جلال پیغمبر کو ایک کھن اور بہت مبارک شمشیر دیا گیا۔ ایک طرف تو انہیں تاریخ انسانی کے ایک جابر ترین حکمران فرعون

سورہ الشعراء (۲۶: ۱۷۹ تا ۱۸۴)

مصر مفتاح کے سامنے کلمہ اللہ کو بلند کرنا تھا اور دوسری جانب ان کا فریضہ تھی یہ تھا کہ بنو اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جبر سے نجات دلا کر ان کی اہمیت لہرا لیں مگر اتنے کھن کا کم اور بھاری ذمہ داری کے باوجود ان کی زبان میں گنت تھی جس سے منصب پیغمبری میں مشکل پیش آسکتی تھی حضرت کلیم اللہ کی زبان میں یہ گنت بعض کے خیال میں طبعی اور پیدا کنشی تھی لیکن بعض کی رائے یہ ہے کہ فرعون کے حمل میں تہہ سیت کے دوران طغوسیت کے مہرے پن میں اٹھلا منہ میں ڈال لیا تھا جس سے ان کے لفظ و گویائی کی قوت متاثر ہو گئی تھی۔

حضرت موسیٰ کو اس کا احساس تھا کہ منصب پیغمبری کے لئے خطیبانہ فصاحت و بلاغت اور شدت و بیان ایک بنیادی ضرورت ہے، طوریتا پر جب اللہ نے آگ کے مثلہ شی کو منصب پیغمبری سے نواز دیا تو حضرت موسیٰ نے بارگاہ الہی میں عرض کیا:

وَيُخَيِّلِي صَدْرِي وَلَوْ يَنْطَلِقُ لِسَانِي۔

کہ مولیٰ! میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان بھی فصاحت و روانی نہیں رکھتی۔

جاہل نے عرب مضاعف و بقاء کے تذکرے اور عربی خطابت کے موضوع پر جو معرکہ آراء اور خوبصورت کتاب لکھی ہے اس کے آغاز ہی میں وہ حضرت کلیم اللہ کے متاسفانہ شکوے کا ذکر کرتا ہے جو انہوں نے اپنے عقدہ لسانی اور خطیبانہ فصاحت و بلاغت پر عدم تدریس کے بارے میں اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کیا تھا، جاہل نے حصر (بات کہہ کر تے زبان بند ہو جانا) اور عتی (انہار و بیان کے قابل ہی نہ ہونا) کے تذکرے کے بعد لکھا ہے کہ

۱۔ البیان والتبيين ۱۳: ۵۰ تا ۵۹ سورہ الشعراء (۲۶: ۱۷۹ تا ۱۸۴)

۲۔ البیان والتبيين (۱: ۷۱ تا ۸)

وَسَأَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوسَىٰ بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حِينَ بَعَثَهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِإِبْلَاحِ رِسَالَتِهِ وَلَا بَابَةَ عَنْ حُجَّتِهِ
وَأِلْفَصَاحِ عَنْ أُدْلَتِهِ فَقَالَ حِينَ ذَكَرَ الْعُقْدَةَ الَّتِي كَانَتْ
فِي لِسَانِهِ وَالْحُجَّةَ الَّتِي كَانَتْ فِي بَيَانِهِ :

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَبَيَّنَّا لِي مُوسَىٰ وَأَمْرِي وَأَحْلَلْتُ عُقْدَتَهُ
فَمِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وَجَلَّ لِي ذَرْيَا مِنْ أَهْلِي
كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَشَدُّ دُوبَةً أَزْرَىٰ وَأَشْرَ حُجَّةً فِي أَمْرِي .
حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ سے التجا کی جب انہیں
اللہ نے اپنا پیغام پہنچانے، اپنی محبت واضح کرنے اور اپنے دلائل
کو کھول کر بیان کرنے کے لئے فرعون کی طرف مبعوث کیا تھا،
تو اس وقت انہیں اپنی زبان کا وہ عقدہ اور قوت بیاں کی
رکاوٹ یاد آئی تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اس میرے رب
میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور
میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو اچھی
طرح سمجھ سکیں اور میرے انہوں میں سے میرے بھائی ہارون
کو میرا بوجھ اٹھانے والا بنادے، اور اسے میرے کام میں چمکدے
اگر دے !

جاہظ ہے آیت قَدْ أُوتِيتَ مُوسَىٰ لَقِيَ يَٰ مُوسَىٰ یعنی اے موسیٰ !
میری دعا قبول ہوئی ہے سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم
علیہ السلام کی دونوں دعا میں عقدہ لسانی سے نجات اور نبوت ہارون
قبول کر لی تھیں، تاہم فرعون چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے عقدہ لسانی کے بارے

۱۔ سورہ طہ ۲۰ : ۲۵ : ۳۰ : ۳۱ : ۳۲ : ۳۳ : ۳۴ : ۳۵ : ۳۶ : ۳۷ : ۳۸ : ۳۹ : ۴۰ : ۴۱ : ۴۲ : ۴۳ : ۴۴ : ۴۵ : ۴۶ : ۴۷ : ۴۸ : ۴۹ : ۵۰ : ۵۱ : ۵۲ : ۵۳ : ۵۴ : ۵۵ : ۵۶ : ۵۷ : ۵۸ : ۵۹ : ۶۰ : ۶۱ : ۶۲ : ۶۳ : ۶۴ : ۶۵ : ۶۶ : ۶۷ : ۶۸ : ۶۹ : ۷۰ : ۷۱ : ۷۲ : ۷۳ : ۷۴ : ۷۵ : ۷۶ : ۷۷ : ۷۸ : ۷۹ : ۸۰ : ۸۱ : ۸۲ : ۸۳ : ۸۴ : ۸۵ : ۸۶ : ۸۷ : ۸۸ : ۸۹ : ۹۰ : ۹۱ : ۹۲ : ۹۳ : ۹۴ : ۹۵ : ۹۶ : ۹۷ : ۹۸ : ۹۹ : ۱۰۰ : ۱۰۱ : ۱۰۲ : ۱۰۳ : ۱۰۴ : ۱۰۵ : ۱۰۶ : ۱۰۷ : ۱۰۸ : ۱۰۹ : ۱۱۰ : ۱۱۱ : ۱۱۲ : ۱۱۳ : ۱۱۴ : ۱۱۵ : ۱۱۶ : ۱۱۷ : ۱۱۸ : ۱۱۹ : ۱۲۰ : ۱۲۱ : ۱۲۲ : ۱۲۳ : ۱۲۴ : ۱۲۵ : ۱۲۶ : ۱۲۷ : ۱۲۸ : ۱۲۹ : ۱۳۰ : ۱۳۱ : ۱۳۲ : ۱۳۳ : ۱۳۴ : ۱۳۵ : ۱۳۶ : ۱۳۷ : ۱۳۸ : ۱۳۹ : ۱۴۰ : ۱۴۱ : ۱۴۲ : ۱۴۳ : ۱۴۴ : ۱۴۵ : ۱۴۶ : ۱۴۷ : ۱۴۸ : ۱۴۹ : ۱۵۰ : ۱۵۱ : ۱۵۲ : ۱۵۳ : ۱۵۴ : ۱۵۵ : ۱۵۶ : ۱۵۷ : ۱۵۸ : ۱۵۹ : ۱۶۰ : ۱۶۱ : ۱۶۲ : ۱۶۳ : ۱۶۴ : ۱۶۵ : ۱۶۶ : ۱۶۷ : ۱۶۸ : ۱۶۹ : ۱۷۰ : ۱۷۱ : ۱۷۲ : ۱۷۳ : ۱۷۴ : ۱۷۵ : ۱۷۶ : ۱۷۷ : ۱۷۸ : ۱۷۹ : ۱۸۰ : ۱۸۱ : ۱۸۲ : ۱۸۳ : ۱۸۴ : ۱۸۵ : ۱۸۶ : ۱۸۷ : ۱۸۸ : ۱۸۹ : ۱۹۰ : ۱۹۱ : ۱۹۲ : ۱۹۳ : ۱۹۴ : ۱۹۵ : ۱۹۶ : ۱۹۷ : ۱۹۸ : ۱۹۹ : ۲۰۰ : ۲۰۱ : ۲۰۲ : ۲۰۳ : ۲۰۴ : ۲۰۵ : ۲۰۶ : ۲۰۷ : ۲۰۸ : ۲۰۹ : ۲۱۰ : ۲۱۱ : ۲۱۲ : ۲۱۳ : ۲۱۴ : ۲۱۵ : ۲۱۶ : ۲۱۷ : ۲۱۸ : ۲۱۹ : ۲۲۰ : ۲۲۱ : ۲۲۲ : ۲۲۳ : ۲۲۴ : ۲۲۵ : ۲۲۶ : ۲۲۷ : ۲۲۸ : ۲۲۹ : ۲۳۰ : ۲۳۱ : ۲۳۲ : ۲۳۳ : ۲۳۴ : ۲۳۵ : ۲۳۶ : ۲۳۷ : ۲۳۸ : ۲۳۹ : ۲۴۰ : ۲۴۱ : ۲۴۲ : ۲۴۳ : ۲۴۴ : ۲۴۵ : ۲۴۶ : ۲۴۷ : ۲۴۸ : ۲۴۹ : ۲۵۰ : ۲۵۱ : ۲۵۲ : ۲۵۳ : ۲۵۴ : ۲۵۵ : ۲۵۶ : ۲۵۷ : ۲۵۸ : ۲۵۹ : ۲۶۰ : ۲۶۱ : ۲۶۲ : ۲۶۳ : ۲۶۴ : ۲۶۵ : ۲۶۶ : ۲۶۷ : ۲۶۸ : ۲۶۹ : ۲۷۰ : ۲۷۱ : ۲۷۲ : ۲۷۳ : ۲۷۴ : ۲۷۵ : ۲۷۶ : ۲۷۷ : ۲۷۸ : ۲۷۹ : ۲۸۰ : ۲۸۱ : ۲۸۲ : ۲۸۳ : ۲۸۴ : ۲۸۵ : ۲۸۶ : ۲۸۷ : ۲۸۸ : ۲۸۹ : ۲۹۰ : ۲۹۱ : ۲۹۲ : ۲۹۳ : ۲۹۴ : ۲۹۵ : ۲۹۶ : ۲۹۷ : ۲۹۸ : ۲۹۹ : ۳۰۰ : ۳۰۱ : ۳۰۲ : ۳۰۳ : ۳۰۴ : ۳۰۵ : ۳۰۶ : ۳۰۷ : ۳۰۸ : ۳۰۹ : ۳۱۰ : ۳۱۱ : ۳۱۲ : ۳۱۳ : ۳۱۴ : ۳۱۵ : ۳۱۶ : ۳۱۷ : ۳۱۸ : ۳۱۹ : ۳۲۰ : ۳۲۱ : ۳۲۲ : ۳۲۳ : ۳۲۴ : ۳۲۵ : ۳۲۶ : ۳۲۷ : ۳۲۸ : ۳۲۹ : ۳۳۰ : ۳۳۱ : ۳۳۲ : ۳۳۳ : ۳۳۴ : ۳۳۵ : ۳۳۶ : ۳۳۷ : ۳۳۸ : ۳۳۹ : ۳۴۰ : ۳۴۱ : ۳۴۲ : ۳۴۳ : ۳۴۴ : ۳۴۵ : ۳۴۶ : ۳۴۷ : ۳۴۸ : ۳۴۹ : ۳۵۰ : ۳۵۱ : ۳۵۲ : ۳۵۳ : ۳۵۴ : ۳۵۵ : ۳۵۶ : ۳۵۷ : ۳۵۸ : ۳۵۹ : ۳۶۰ : ۳۶۱ : ۳۶۲ : ۳۶۳ : ۳۶۴ : ۳۶۵ : ۳۶۶ : ۳۶۷ : ۳۶۸ : ۳۶۹ : ۳۷۰ : ۳۷۱ : ۳۷۲ : ۳۷۳ : ۳۷۴ : ۳۷۵ : ۳۷۶ : ۳۷۷ : ۳۷۸ : ۳۷۹ : ۳۸۰ : ۳۸۱ : ۳۸۲ : ۳۸۳ : ۳۸۴ : ۳۸۵ : ۳۸۶ : ۳۸۷ : ۳۸۸ : ۳۸۹ : ۳۹۰ : ۳۹۱ : ۳۹۲ : ۳۹۳ : ۳۹۴ : ۳۹۵ : ۳۹۶ : ۳۹۷ : ۳۹۸ : ۳۹۹ : ۴۰۰ : ۴۰۱ : ۴۰۲ : ۴۰۳ : ۴۰۴ : ۴۰۵ : ۴۰۶ : ۴۰۷ : ۴۰۸ : ۴۰۹ : ۴۱۰ : ۴۱۱ : ۴۱۲ : ۴۱۳ : ۴۱۴ : ۴۱۵ : ۴۱۶ : ۴۱۷ : ۴۱۸ : ۴۱۹ : ۴۲۰ : ۴۲۱ : ۴۲۲ : ۴۲۳ : ۴۲۴ : ۴۲۵ : ۴۲۶ : ۴۲۷ : ۴۲۸ : ۴۲۹ : ۴۳۰ : ۴۳۱ : ۴۳۲ : ۴۳۳ : ۴۳۴ : ۴۳۵ : ۴۳۶ : ۴۳۷ : ۴۳۸ : ۴۳۹ : ۴۴۰ : ۴۴۱ : ۴۴۲ : ۴۴۳ : ۴۴۴ : ۴۴۵ : ۴۴۶ : ۴۴۷ : ۴۴۸ : ۴۴۹ : ۴۵۰ : ۴۵۱ : ۴۵۲ : ۴۵۳ : ۴۵۴ : ۴۵۵ : ۴۵۶ : ۴۵۷ : ۴۵۸ : ۴۵۹ : ۴۶۰ : ۴۶۱ : ۴۶۲ : ۴۶۳ : ۴۶۴ : ۴۶۵ : ۴۶۶ : ۴۶۷ : ۴۶۸ : ۴۶۹ : ۴۷۰ : ۴۷۱ : ۴۷۲ : ۴۷۳ : ۴۷۴ : ۴۷۵ : ۴۷۶ : ۴۷۷ : ۴۷۸ : ۴۷۹ : ۴۸۰ : ۴۸۱ : ۴۸۲ : ۴۸۳ : ۴۸۴ : ۴۸۵ : ۴۸۶ : ۴۸۷ : ۴۸۸ : ۴۸۹ : ۴۹۰ : ۴۹۱ : ۴۹۲ : ۴۹۳ : ۴۹۴ : ۴۹۵ : ۴۹۶ : ۴۹۷ : ۴۹۸ : ۴۹۹ : ۵۰۰ : ۵۰۱ : ۵۰۲ : ۵۰۳ : ۵۰۴ : ۵۰۵ : ۵۰۶ : ۵۰۷ : ۵۰۸ : ۵۰۹ : ۵۱۰ : ۵۱۱ : ۵۱۲ : ۵۱۳ : ۵۱۴ : ۵۱۵ : ۵۱۶ : ۵۱۷ : ۵۱۸ : ۵۱۹ : ۵۲۰ : ۵۲۱ : ۵۲۲ : ۵۲۳ : ۵۲۴ : ۵۲۵ : ۵۲۶ : ۵۲۷ : ۵۲۸ : ۵۲۹ : ۵۳۰ : ۵۳۱ : ۵۳۲ : ۵۳۳ : ۵۳۴ : ۵۳۵ : ۵۳۶ : ۵۳۷ : ۵۳۸ : ۵۳۹ : ۵۴۰ : ۵۴۱ : ۵۴۲ : ۵۴۳ : ۵۴۴ : ۵۴۵ : ۵۴۶ : ۵۴۷ : ۵۴۸ : ۵۴۹ : ۵۵۰ : ۵۵۱ : ۵۵۲ : ۵۵۳ : ۵۵۴ : ۵۵۵ : ۵۵۶ : ۵۵۷ : ۵۵۸ : ۵۵۹ : ۵۶۰ : ۵۶۱ : ۵۶۲ : ۵۶۳ : ۵۶۴ : ۵۶۵ : ۵۶۶ : ۵۶۷ : ۵۶۸ : ۵۶۹ : ۵۷۰ : ۵۷۱ : ۵۷۲ : ۵۷۳ : ۵۷۴ : ۵۷۵ : ۵۷۶ : ۵۷۷ : ۵۷۸ : ۵۷۹ : ۵۸۰ : ۵۸۱ : ۵۸۲ : ۵۸۳ : ۵۸۴ : ۵۸۵ : ۵۸۶ : ۵۸۷ : ۵۸۸ : ۵۸۹ : ۵۹۰ : ۵۹۱ : ۵۹۲ : ۵۹۳ : ۵۹۴ : ۵۹۵ : ۵۹۶ : ۵۹۷ : ۵۹۸ : ۵۹۹ : ۶۰۰ : ۶۰۱ : ۶۰۲ : ۶۰۳ : ۶۰۴ : ۶۰۵ : ۶۰۶ : ۶۰۷ : ۶۰۸ : ۶۰۹ : ۶۱۰ : ۶۱۱ : ۶۱۲ : ۶۱۳ : ۶۱۴ : ۶۱۵ : ۶۱۶ : ۶۱۷ : ۶۱۸ : ۶۱۹ : ۶۲۰ : ۶۲۱ : ۶۲۲ : ۶۲۳ : ۶۲۴ : ۶۲۵ : ۶۲۶ : ۶۲۷ : ۶۲۸ : ۶۲۹ : ۶۳۰ : ۶۳۱ : ۶۳۲ : ۶۳۳ : ۶۳۴ : ۶۳۵ : ۶۳۶ : ۶۳۷ : ۶۳۸ : ۶۳۹ : ۶۴۰ : ۶۴۱ : ۶۴۲ : ۶۴۳ : ۶۴۴ : ۶۴۵ : ۶۴۶ : ۶۴۷ : ۶۴۸ : ۶۴۹ : ۶۵۰ : ۶۵۱ : ۶۵۲ : ۶۵۳ : ۶۵۴ : ۶۵۵ : ۶۵۶ : ۶۵۷ : ۶۵۸ : ۶۵۹ : ۶۶۰ : ۶۶۱ : ۶۶۲ : ۶۶۳ : ۶۶۴ : ۶۶۵ : ۶۶۶ : ۶۶۷ : ۶۶۸ : ۶۶۹ : ۶۷۰ : ۶۷۱ : ۶۷۲ : ۶۷۳ : ۶۷۴ : ۶۷۵ : ۶۷۶ : ۶۷۷ : ۶۷۸ : ۶۷۹ : ۶۸۰ : ۶۸۱ : ۶۸۲ : ۶۸۳ : ۶۸۴ : ۶۸۵ : ۶۸۶ : ۶۸۷ : ۶۸۸ : ۶۸۹ : ۶۹۰ : ۶۹۱ : ۶۹۲ : ۶۹۳ : ۶۹۴ : ۶۹۵ : ۶۹۶ : ۶۹۷ : ۶۹۸ : ۶۹۹ : ۷۰۰ : ۷۰۱ : ۷۰۲ : ۷۰۳ : ۷۰۴ : ۷۰۵ : ۷۰۶ : ۷۰۷ : ۷۰۸ : ۷۰۹ : ۷۱۰ : ۷۱۱ : ۷۱۲ : ۷۱۳ : ۷۱۴ : ۷۱۵ : ۷۱۶ : ۷۱۷ : ۷۱۸ : ۷۱۹ : ۷۲۰ : ۷۲۱ : ۷۲۲ : ۷۲۳ : ۷۲۴ : ۷۲۵ : ۷۲۶ : ۷۲۷ : ۷۲۸ : ۷۲۹ : ۷۳۰ : ۷۳۱ : ۷۳۲ : ۷۳۳ : ۷۳۴ : ۷۳۵ : ۷۳۶ : ۷۳۷ : ۷۳۸ : ۷۳۹ : ۷۴۰ : ۷۴۱ : ۷۴۲ : ۷۴۳ : ۷۴۴ : ۷۴۵ : ۷۴۶ : ۷۴۷ : ۷۴۸ : ۷۴۹ : ۷۵۰ : ۷۵۱ : ۷۵۲ : ۷۵۳ : ۷۵۴ : ۷۵۵ : ۷۵۶ : ۷۵۷ : ۷۵۸ : ۷۵۹ : ۷۶۰ : ۷۶۱ : ۷۶۲ : ۷۶۳ : ۷۶۴ : ۷۶۵ : ۷۶۶ : ۷۶۷ : ۷۶۸ : ۷۶۹ : ۷۷۰ : ۷۷۱ : ۷۷۲ : ۷۷۳ : ۷۷۴ : ۷۷۵ : ۷۷۶ : ۷۷۷ : ۷۷۸ : ۷۷۹ : ۷۸۰ : ۷۸۱ : ۷۸۲ : ۷۸۳ : ۷۸۴ : ۷۸۵ : ۷۸۶ : ۷۸۷ : ۷۸۸ : ۷۸۹ : ۷۹۰ : ۷۹۱ : ۷۹۲ : ۷۹۳ : ۷۹۴ : ۷۹۵ : ۷۹۶ : ۷۹۷ : ۷۹۸ : ۷۹۹ : ۸۰۰ : ۸۰۱ : ۸۰۲ : ۸۰۳ : ۸۰۴ : ۸۰۵ : ۸۰۶ : ۸۰۷ : ۸۰۸ : ۸۰۹ : ۸۱۰ : ۸۱۱ : ۸۱۲ : ۸۱۳ : ۸۱۴ : ۸۱۵ : ۸۱۶ : ۸۱۷ : ۸۱۸ : ۸۱۹ : ۸۲۰ : ۸۲۱ : ۸۲۲ : ۸۲۳ : ۸۲۴ : ۸۲۵ : ۸۲۶ : ۸۲۷ : ۸۲۸ : ۸۲۹ : ۸۳۰ : ۸۳۱ : ۸۳۲ : ۸۳۳ : ۸۳۴ : ۸۳۵ : ۸۳۶ : ۸۳۷ : ۸۳۸ : ۸۳۹ : ۸۴۰ : ۸۴۱ : ۸۴۲ : ۸۴۳ : ۸۴۴ : ۸۴۵ : ۸۴۶ : ۸۴۷ : ۸۴۸ : ۸۴۹ : ۸۵۰ : ۸۵۱ : ۸۵۲ : ۸۵۳ : ۸۵۴ : ۸۵۵ : ۸۵۶ : ۸۵۷ : ۸۵۸ : ۸۵۹ : ۸۶۰ : ۸۶۱ : ۸۶۲ : ۸۶۳ : ۸۶۴ : ۸۶۵ : ۸۶۶ : ۸۶۷ : ۸۶۸ : ۸۶۹ : ۸۷۰ : ۸۷۱ : ۸۷۲ : ۸۷۳ : ۸۷۴ : ۸۷۵ : ۸۷۶ : ۸۷۷ : ۸۷۸ : ۸۷۹ : ۸۸۰ : ۸۸۱ : ۸۸۲ : ۸۸۳ : ۸۸۴ : ۸۸۵ : ۸۸۶ : ۸۸۷ : ۸۸۸ : ۸۸۹ : ۸۹۰ : ۸۹۱ : ۸۹۲ : ۸۹۳ : ۸۹۴ : ۸۹۵ : ۸۹۶ : ۸۹۷ : ۸۹۸ : ۸۹۹ : ۹۰۰ : ۹۰۱ : ۹۰۲ : ۹۰۳ : ۹۰۴ : ۹۰۵ : ۹۰۶ : ۹۰۷ : ۹۰۸ : ۹۰۹ : ۹۱۰ : ۹۱۱ : ۹۱۲ : ۹۱۳ : ۹۱۴ : ۹۱۵ : ۹۱۶ : ۹۱۷ : ۹۱۸ : ۹۱۹ : ۹۲۰ : ۹۲۱ : ۹۲۲ : ۹۲۳ : ۹۲۴ : ۹۲۵ : ۹۲۶ : ۹۲۷ : ۹۲۸ : ۹۲۹ : ۹۳۰ : ۹۳۱ : ۹۳۲ : ۹۳۳ : ۹۳۴ : ۹۳۵ : ۹۳۶ : ۹۳۷ : ۹۳۸ : ۹۳۹ : ۹۴۰ : ۹۴۱ : ۹۴۲ : ۹۴۳ : ۹۴۴ : ۹۴۵ : ۹۴۶ : ۹۴۷ : ۹۴۸ : ۹۴۹ : ۹۵۰ : ۹۵۱ : ۹۵۲ : ۹۵۳ : ۹۵۴ : ۹۵۵ : ۹۵۶ : ۹۵۷ : ۹۵۸ : ۹۵۹ : ۹۶۰ : ۹۶۱ : ۹۶۲ : ۹۶۳ : ۹۶۴ : ۹۶۵ : ۹۶۶ : ۹۶۷ : ۹۶۸ : ۹۶۹ : ۹۷۰ : ۹۷۱ : ۹۷۲ : ۹۷۳ : ۹۷۴ : ۹۷۵ : ۹۷۶ : ۹۷۷ : ۹۷۸ : ۹۷۹ : ۹۸۰ : ۹۸۱ : ۹۸۲ : ۹۸۳ : ۹۸۴ : ۹۸۵ : ۹۸۶ : ۹۸۷ : ۹۸۸ : ۹۸۹ : ۹۹۰ : ۹۹۱ : ۹۹۲ : ۹۹۳ : ۹۹۴ : ۹۹۵ : ۹۹۶ : ۹۹۷ : ۹۹۸ : ۹۹۹ : ۱۰۰۰ : ۱۰۰۱ : ۱۰۰۲ : ۱۰۰۳ : ۱۰۰۴ : ۱۰۰۵ : ۱۰۰۶ : ۱۰۰۷ : ۱۰۰۸ : ۱۰۰۹ : ۱۰۱۰ : ۱۰۱۱ : ۱۰۱۲ : ۱۰۱۳ : ۱۰۱۴ : ۱۰۱۵ : ۱۰۱۶ : ۱۰۱۷ : ۱۰۱۸ : ۱۰۱۹ : ۱۰۲۰ : ۱۰۲۱ : ۱۰۲۲ : ۱۰۲۳ : ۱۰۲۴ : ۱۰۲۵ : ۱۰۲۶ : ۱۰۲۷ : ۱۰۲۸ : ۱۰۲۹ : ۱۰۳۰ : ۱۰۳۱ : ۱۰۳۲ : ۱۰۳۳ : ۱۰۳۴ : ۱۰۳۵ : ۱۰۳۶ : ۱۰۳۷ : ۱۰۳۸ : ۱۰۳۹ : ۱۰۴۰ : ۱۰۴۱ : ۱۰۴۲ : ۱۰۴۳ : ۱۰۴۴ : ۱۰۴۵ : ۱۰۴۶ : ۱۰۴۷ : ۱۰۴۸ : ۱۰۴۹ : ۱۰۵۰ : ۱۰۵۱ : ۱۰۵۲ : ۱۰۵۳ : ۱۰۵۴ : ۱۰۵۵ : ۱۰۵۶ : ۱۰۵۷ : ۱۰۵۸ : ۱۰۵۹ : ۱۰۶۰ : ۱۰۶۱ : ۱۰۶۲ : ۱۰۶۳ : ۱۰۶۴ : ۱۰۶۵ : ۱۰۶۶ : ۱۰۶۷ : ۱۰۶۸ : ۱۰۶۹ : ۱۰۷۰ : ۱۰۷۱ : ۱۰۷۲ : ۱۰۷۳ : ۱۰۷۴ : ۱۰۷۵ : ۱۰۷۶ : ۱۰۷۷ : ۱۰۷۸ : ۱۰۷۹ : ۱۰۸۰ : ۱۰۸۱ : ۱۰۸۲ : ۱۰۸۳ : ۱۰۸۴ : ۱۰۸۵ : ۱۰۸۶ : ۱۰۸۷ : ۱۰۸۸ : ۱۰۸۹ : ۱۰۹۰ : ۱۰۹۱ : ۱۰۹۲ : ۱۰۹۳ : ۱۰۹۴ : ۱۰۹۵ : ۱۰۹۶ : ۱۰۹۷ : ۱۰۹۸ : ۱۰۹۹ : ۱۱۰۰ : ۱۱۰۱ : ۱۱۰۲ : ۱۱۰۳ : ۱۱۰۴ : ۱۱۰۵ : ۱۱۰۶ : ۱۱۰۷ : ۱۱۰۸ : ۱۱۰۹ : ۱۱۱۰ : ۱۱۱۱ : ۱۱۱۲ : ۱۱۱۳ : ۱۱۱۴ : ۱۱۱۵ : ۱۱۱۶ : ۱۱۱۷ : ۱۱۱۸ : ۱۱۱۹ : ۱۱۲۰ : ۱۱۲۱ : ۱۱۲۲ : ۱۱۲۳ : ۱۱۲۴ : ۱۱۲۵ : ۱۱۲۶ : ۱۱۲۷ : ۱۱۲۸ : ۱۱۲۹ : ۱۱۳۰ : ۱۱۳۱ : ۱۱۳۲ : ۱۱۳۳ : ۱۱۳۴ : ۱۱۳۵ : ۱۱۳۶ : ۱۱۳۷ : ۱۱۳۸ : ۱۱۳۹ : ۱۱۴۰ : ۱۱۴۱ : ۱۱۴۲ : ۱۱۴۳ : ۱۱۴۴ : ۱۱۴۵ : ۱۱۴۶ : ۱۱۴۷ : ۱۱۴۸ : ۱۱۴۹ : ۱۱۵۰ : ۱۱۵۱ : ۱۱۵۲ : ۱۱۵۳ : ۱۱۵۴ : ۱۱۵۵ : ۱۱۵۶ : ۱۱۵۷ : ۱۱۵۸ : ۱۱۵۹ : ۱۱۶۰ : ۱۱۶۱ : ۱۱۶۲ : ۱۱۶۳ : ۱۱۶۴ : ۱۱۶۵ : ۱۱۶۶ : ۱۱۶۷ : ۱۱۶۸ : ۱۱۶۹ : ۱۱۷۰ : ۱۱۷۱ : ۱۱۷۲ : ۱۱۷۳ : ۱۱۷۴ : ۱۱۷۵ : ۱۱۷۶ : ۱۱۷۷ : ۱۱۷۸ : ۱۱۷۹ : ۱۱۸۰ : ۱۱۸۱ : ۱۱۸۲ : ۱۱۸۳ : ۱۱۸۴ : ۱۱۸۵ : ۱۱۸۶ : ۱۱۸۷ : ۱۱۸۸ : ۱۱۸۹ : ۱۱۹۰ : ۱۱۹۱ : ۱۱۹۲ : ۱۱۹۳ : ۱۱۹۴ : ۱۱۹۵ : ۱۱۹۶ : ۱۱۹۷ : ۱۱۹۸ : ۱۱۹۹ : ۱۲۰۰ : ۱۲۰۱ : ۱۲۰۲ : ۱۲۰۳ : ۱۲۰۴ : ۱۲۰۵ : ۱۲۰۶ : ۱۲۰۷ : ۱۲۰۸ : ۱۲۰۹ : ۱۲۱۰ : ۱۲۱۱ : ۱۲۱۲ : ۱۲۱۳ : ۱۲۱۴ : ۱۲۱۵ : ۱۲۱۶ : ۱۲۱۷ : ۱۲۱۸ : ۱۲۱۹ : ۱۲۲۰ : ۱۲۲۱ : ۱۲۲۲ : ۱۲۲۳ : ۱۲۲۴ : ۱۲۲۵ : ۱۲۲۶ : ۱۲۲۷ : ۱۲۲۸ : ۱۲۲۹ : ۱۲۳۰ : ۱۲۳۱ : ۱۲۳۲ : ۱۲۳۳ : ۱۲۳۴ : ۱۲۳۵ : ۱۲۳۶ : ۱۲۳۷ : ۱۲۳۸ : ۱۲۳۹ : ۱۲۴۰ : ۱۲۴۱ : ۱۲۴۲ : ۱۲۴۳ : ۱۲۴۴ : ۱۲۴۵ : ۱۲۴۶ : ۱۲۴۷ : ۱۲۴۸ : ۱۲۴۹ : ۱۲۵۰ : ۱۲۵۱ : ۱۲۵۲ : ۱۲۵۳ : ۱۲۵۴ : ۱۲۵۵ : ۱۲۵۶ : ۱۲۵۷ : ۱۲۵۸ : ۱۲۵۹ : ۱۲۶۰ : ۱۲۶۱ : ۱۲۶۲ : ۱۲۶۳ : ۱۲۶۴ : ۱۲۶۵ : ۱۲۶۶ : ۱۲۶۷ : ۱۲۶۸ : ۱۲۶۹ : ۱۲۷۰ : ۱۲۷۱ : ۱۲۷۲ : ۱۲۷۳ : ۱۲۷۴ : ۱۲۷۵ : ۱۲۷۶ : ۱۲۷۷ : ۱۲۷۸ : ۱۲۷۹ : ۱۲۸۰ : ۱۲۸۱ : ۱۲۸۲ : ۱۲۸۳ : ۱۲۸۴ : ۱۲۸۵ : ۱۲۸۶ : ۱۲۸۷ : ۱۲۸۸ : ۱۲۸۹ : ۱۲۹۰ : ۱۲۹۱ : ۱۲۹۲ : ۱۲۹۳ : ۱۲۹۴ : ۱۲۹۵ : ۱۲۹۶ : ۱۲۹۷ : ۱۲۹۸ : ۱۲۹۹ : ۱۳۰۰ : ۱۳۰۱ : ۱۳۰۲ : ۱۳۰۳ : ۱۳۰۴ : ۱۳۰۵ : ۱۳۰۶ : ۱۳۰۷ : ۱۳۰۸ : ۱۳۰۹ : ۱۳۱۰ : ۱۳۱۱ : ۱۳۱۲ : ۱۳۱۳ : ۱۳۱۴ : ۱۳۱۵ : ۱۳۱۶ : ۱۳۱۷ : ۱۳۱۸ : ۱۳۱۹ : ۱۳۲۰ : ۱۳۲۱ : ۱۳۲۲ : ۱۳۲۳ : ۱۳۲۴ : ۱۳۲۵ : ۱۳۲۶ : ۱۳۲۷ : ۱۳۲۸ : ۱۳۲۹ : ۱۳۳۰ : ۱۳۳۱ : ۱۳۳۲ : ۱۳۳۳ : ۱۳۳۴ : ۱۳۳۵ : ۱۳۳۶ : ۱۳۳۷ : ۱۳۳۸ : ۱۳۳۹ : ۱۳۴۰ : ۱۳۴۱ : ۱۳۴۲ : ۱۳۴۳ : ۱۳۴۴ : ۱۳۴۵ : ۱۳۴۶ : ۱۳۴۷ : ۱۳۴۸ : ۱۳۴۹ : ۱۳۵۰ : ۱۳۵۱ : ۱۳۵۲ : ۱۳۵۳ : ۱۳۵۴ : ۱۳۵۵ : ۱۳۵۶ : ۱۳۵۷ : ۱۳۵۸ : ۱۳۵۹ : ۱۳۶۰ : ۱۳۶۱ : ۱۳۶۲ : ۱۳۶۳ : ۱۳۶۴ : ۱۳۶۵ : ۱۳۶۶ : ۱۳۶۷ : ۱۳۶۸ : ۱۳۶۹ : ۱۳۷۰ : ۱۳۷۱ : ۱۳۷۲ : ۱۳۷۳ : ۱۳۷۴ : ۱۳۷۵ : ۱۳۷۶ : ۱۳۷۷ : ۱۳۷۸ : ۱۳۷۹ : ۱۳۸۰ : ۱۳۸۱ : ۱۳۸۲ : ۱۳۸۳ : ۱۳۸۴ : ۱۳۸۵ : ۱۳۸۶ : ۱۳۸۷ : ۱۳۸۸ : ۱۳۸۹ : ۱۳۹۰ : ۱۳۹۱ : ۱۳۹۲ : ۱۳۹۳ : ۱۳۹۴ : ۱۳۹۵ : ۱۳۹۶ : ۱۳۹۷ : ۱۳۹۸ : ۱۳

کو اچھی طرح واضح کیا جائے تاکہ لوگ ان کی طرف زیادہ مائل ہوں
لوگوں کی عقل میں بات بیٹھ جائے اور ان کے دلوں پر حسد ہی
اثر کرے، اگرچہ وہ اپنی حاجت پوری کر سکتے ہوں گے اور کچھ
مشقت کے بعد اپنی بات کو ان کے ذہن نشین کر لیتے ہوں گے؟
اللہ تعالیٰ نے حضرت کلیم اللہ کو عہدہ نسانی سے محفوظ فرمایا تھا اور
وہ معجزات ربانی کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت سے لوگوں کی رہنمائی
م بھی کر سکتے تھے، اس بات کو جاننے والے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

«وَمَعَ مَا أَعْطَى اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
مِنَ الْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ وَمِنَ الْعُلُومَاتِ الظَّاهِرَةِ الْبَرَهَانَاتِ الْوَاضِحَةِ
إِلَى أَنْ حَلَّ اللَّهُ تِلْكَ الْعَقْدَةَ وَأَطْلَقَ تِلْكَ الْعَبْدَ وَأَسْقَطَ
تِلْكَ الْمَحْبُوتَةَ»

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حجت کا مدد، کھلی اور واضح
براہین عطا فرمائے گئے تھے ساتھ ان کا عقیدہ نسانی کھول دیا تھا،
دکاؤں دور کر دی اور اس آزمائش کو ختم کر دیا تھا؟

قرآن مجید میں انبیاء کرام کے خطبات کے اقتباسات موجود ہیں جن
سے بعض کافی طویل بھی ہیں مگر بلاغت موسوی کا حقیقی جوہر جو کہ اختصار و
جامعیت ہے اس لئے کتاب اللہ میں ان کے ارشادات کو خوبصورت مختصر
جملوں کی صورت میں پیش کیا ہے جو برہان، پر معنی اور جامع و مانع بھی ہیں
مثلاً فرعون کے دربار میں جو مناظرہ مکالمہ ہوا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ
اس کے کچھ نمونے انسانیت کی ہدایت کے لئے محفوظ کر دیے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کی دُعا قبول فرمائی اور موسیٰ و ہارون علیہما
السلام کو منصب نبوت پر فائز کر دیا تو انہیں حکم ہوا کہ جاؤ فرعون سے کہو کہ
لے البیان والتبيين ۱۵:۱ لے قصص الانبياء ص ۵۳ لے قصص القرآن ۳۶۵:۱

إِنَّا كَرِّسُوا لَكَ رِبِّيًّا سِتْرًا وَدُونِ تَبَرُّعِ رَبِّكَ رَسُولًا
إِنَّا نَشَاءُ أَنْ نَكُونُ أَعْيُنًا عَلَى الْغَدَابِ عَلَى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى
کہ ہمیں رب کی طرف سے پیغام یہ ملا ہے کہ عذاب تو اسی پر
ہے جو جھٹلاتا اور پھر جاتا ہے:

فرعون نے سوال کیا:

«قَالَ قَسِمَ رَبِّي لَكُمْ مَا لِيَسْمُوْنِي»

یعنی فرعون نے کہا کہ تم دونوں کا رب کون ہے؟

جواب میں فرمایا گیا:

«رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَهُ شَتَّى هَدَى
کہ ہمارا رب تو وہ ذات ہے جس نے ہر شئی کو اس کی تخلیق و تعلق
اور پھر اسے سیدھی راہ بھی دکھا دی!»

فرعون نے پھر سوال کیا کہ:

«فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالْغَدُ وَالْغَدُ وَالْغَدُ وَالْغَدُ
کہ کیا حال ہوگا (جو تمہارے رب کو نہیں مانتے تھے)؟

خدا کے پیغمبر نے مسکت جواب دیا:

«عَلَّمَكَ أَهْلُ رِبِّي فِي كِتَابٍ، لَوْ يَضِلُّ رِبِّي وَرَبِّي لَوَيْسَ لِي

کہ ان کا علم تو میرے رب کے پاس کتاب میں محفوظ ہے۔

وہ نہ تو غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے!

کلیم اللہ کا جلال و عظمت اور پیغمبری جمیعت و دہدہ اس وقت
دربار فرعون میں لرزہ طاری کرتا ہوا نظر آتا ہے جب فرعون انہیں
اپنے ہاں پر دیکھنے پانے اور ایک فرعون کو جان سے مار دینے کے واقعات
یاد دلاتا ہے، یہ مناظرہ کتاب اللہ میں محفوظ ہے، فرعون سوال کرتا ہے۔

لے سورہ طہ (۲۰: ۲۸ تا ۵۲) لے سورہ الشعراء (۲۶: ۱۸ تا ۲۸)

”کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں بچہ کی حیثیت سے نہیں پایا؟ کیا تو نے اپنی زندگی کے کئی سال ہم میں نہیں گزارے؟ اور تو نے اپنا وہ کام بھی کیا جسے تو جانتا ہے، اور تو احسان فراموشوں میں سے ہے!“

حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب میں فرماتے ہیں:-

”میں نے اس وقت جو کچھ بھی کیا، وہ ایسے حال میں کیا کہ میں اس وقت نادانوں میں سے تھا، چنانچہ تمہارے در کے در پر میں تم سے بھاگ گیا تھا، پھر میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے اپنا رسول بنایا، اور یہ جو تو مجھ پر احسان نعمت جتانا ہے تو اس لئے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا؟“

فرعون نے سوال کیا،

”جس رب العالمین نے تمہیں رسول بنایا ہے وہ ہے کیا؟“

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:-

”وہ زمینوں اور آسمانوں کا رب ہے اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کا ہے اس کا بھی رب وہی ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو“

فرعون نے حیرت و شرمندگی کے عالم میں اہل دربار سے کہا:-

”آلَافْ تَقْعُوتَ“ کیا تم سنتے ہو؟“

موسیٰ نے فرعون کی حیرت و شرمندگی میں افساد کرتے ہوئے کہا:-

”وہ تو تم سب کا اور تمہارے گزشتہ آباء و اجداد کا بھی پروردگار ہے! فرعون کو اپنی جھوٹی ربوبیت کا تختہ لڑتا اور اللہ ہوا نظر آیا تو درباریوں سے کہنے لگا۔“

”تمہارا پروردگار رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً دیوانہ ہے!“

”وہ تو مشرق و مغرب کا رب بھی ہے اور ان کے درمیان جو کچھ“

”ہے اس کا رب بھی وہی ہے، بس تم میں ذرا عقل مونی چاہیے!“

یوں لگتا ہے کہ اللہ نے اپنے کلیم کا عقدہ لسانی اور فکری سینہ دور کے خطیبانہ اعجاز اور فصاحت و بلاغت کے تمام نشیب و فراز قلب نبوت پر واضح کر دیئے تھے، چنانچہ وہ موقع کی مناسبت سے بعض اوقات اس مزم و حلال کے ساتھ جامع و مانع بات کہتے ہیں جو صرف انبیاء کرام کی تائید صفات و خصوصیات ہی ہو سکتی ہیں؛ بنو اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلتے ہیں تو فرعون بھی اپنے لشکر سمیت ان کے تعاقب میں نکل پڑتا ہے حتیٰ کہ سمندر کے کنارے پہنچتے ہیں تو فرعون کی فوج بھی ان کے پیچھے پہنچ جاتی ہے، آگے سمندر کی موج اور پیچھے فرعون کی فوج! ایسے موقع پر کھڑا ایک نظریاتی بات ہے، چنانچہ اصحاب موسیٰ پکارا مٹھتے ہیں: اِنَّا لَمَذْكُورُونَ کہ ہمیں تو فرعون نے آیا! اس موقع پر اللہ کا رسول نہایت پر عزم و ہذا زار پوری سمیت و ملکیت کے ساتھ ایک ہی جہلے میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا و تیا ہے اور مخالفین کو مطمئن کر دیتا ہے یہ پر عزم و پراعتاد جملہ اور ایسے نازک موقع پر صرف اور صرف اللہ کا ایک جلیل القدر پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے!

قَالَ فَكَذَّبُوهُ اِنَّ مَعِيَ رَقِيٍّ يُذَكِّرُنِي ۚ كَمَا اَمَرْتُكُمْ لَا تَعْبُدُوا الْاِثْنَانِ

”ساتھ تو میرا رب ہے! وہ تو مجھے یقیناً رستہ دکھائے گا!“

خطابت موسوی کے چند نمونے قرآن مجید میں موجود ہیں جن کا اخلاقاً اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ کلیم اللہ کا انداز خطابت الطاب نہ تھا ایسا نہ تھا، وہ اختصار و جامعیت اور حلال و اعتماد کے ساتھ پیغام حق پہنچاتے تھے؛ سورۃ طہ (۲۰: ۸۶) میں بچھڑے کی پرستش پر اپنی قوم کو سرزنش کرتے ہیں؛

سورة الشعراء (۲۶: ۹۱) سورة ابراهيم (۱۴: ۹۶)

و چنانچہ موسیٰؑ اٹھوس اور غضب کے عالم میں اپنی قوم کی طرف
لوٹے اور کہنے لگے، اسے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب
نے ایک اچھا وعدہ نہیں فرمایا تھا! کیا اس وعدے پر طویل مدت
بیت چمکی ہے! یا تم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم پر تمہارے رب
کا غضب نازل ہو، اس لئے تم نے میرے ہمدرد ہیمان کی غلامی
درزی کی ہے! ۱

دیکھئے یہ چند الفاظ ہیں مگر ان سے مہر و انتقامت اور پر عزم مستقبل کے
بر چستے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (سورہ اعراف ۱۲۸:۷)

”موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا، اللہ ہی سے مدد مانگو اور میرے
کام کو اب رہن تو اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے
چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیا کرتا ہے۔ اور پھر اچھا انجام
تو صرف اہل تقویٰ کا مقدر ہے! ۱

کلام اللہ میں کلیم اللہ کے خطبات کا طویل ترین اقتباس ہے! ۱
”اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی اس نعمت کو یا
کر جس سے اس نے تمہیں نوازا ہے، جب اس نے تمہیں
آل فرعون سے نجات دلائی، جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے
تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ
رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت
بھاری آزمائش تھی۔ اور جب تمہارے رب نے تمہیں یہ تجا
دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔ اور اگر
ناشکر رہو گے تو پھر میرا عذاب بھی سخت ہے۔ اور موسیٰؑ
نے کہا کہ اگر تم اور تمام اہل زمیں سب کے سب انکار کر دو

۱ سورہ ابراہیم (۱۴: ۱ تا ۹)

تو بھی اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز اور ستودہ صفات ہے! ۱
کیا تمہیں پہلے لوگوں کی بات معلوم نہیں ہوئی، یعنی نوحؑ
عاد اور ثمود کی قومیں! یا جو ان کے بعد آئے، جنہیں صرف اللہ
ہی جانتا ہے، ان کے پاس ان کے رسول دلائل لے کر آتے
رہے، مگر انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہوں میں ڈال لئے
اور کہنے لگے کہ ہم تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں تمہیں
جس بات کی دعوت دیتے ہو ان کے بارے میں ہمیں بہت
شک ہے! ۱

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی خطابت و نبوت کا تذکرہ عصائے موسیٰؑ
کے ذکر کے بغیر ناممکن رہے گا، عصا کو خطابت کے ساتھ بہت گہری اور
قربانی نسبت ہے، خصوصاً عرب کے فصیح و بلیغ خطباء کے ہاں تو اس کے
بغیر خطبے یا تقریر کا تصور ہی نہ تھا، ہمیشہ عصا کے سہارے خطبہ دینا ان
کا معمول تھا، لیکن تاریخ انسانی میں سب سے پہلی بار یہ عصا حضرت
کلیم اللہ کے ہاتھ میں نظر آتا ہے کہ بقول اقبال! ۱
”عصا نہ ہو تو کلیبی ہے کار بے نیا دا“

آج کے دور میں یہ ڈالس اور اسٹرم کا رواج بھی ورہل اسی عصا کی
یادگار ہے، موسیٰؑ کو جب نبوت عطا ہوئی تو اس وقت بھی یہ عصا ان کے
دست راست میں تھا، ہاتھ میں لاٹھی رکھنے کا جب اطفال نے معمول بنایا
تھا تو اس وقت نہ تو انہیں خطابت و نبوت کے ساتھ اس کے رشتے کا
علم تھا انہیں یہ پتہ تھا کہ یہ عصا ان کی پیغمبرانہ خطابت کی علامت
اور ان کی نبوت کا اعجاز بھی ہو گا۔ مگر فطرت خود بخود لے کے کی خاندانی کڑی
تھی، کیونکہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (یہ اللہ ہی کو علم ہے کہ

۱ البیان والتبیین ۵: ۸۹، سورہ الانعام (۶: ۱۲ تا ۱۴)

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ

یعنی اے داؤد! ہم نے تجھے روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنا دیا
ہے اس لئے اب لوگوں کے منصفانہ فیصلہ کرنے کا بھی تجھے
حکم دیتے ہیں۔

یہ علامت و سلطنت اللہ نے اس لئے عطا فرمائی تھی کہ وہ بطلہ فی
العلم والجسم ہونے کے ساتھ ساتھ علم و حکمت اور نوزہوت سے بھی
نوازے گئے تھے، بنی اسرائیل کا یہی صاحب قوت و دانش نوجوان تھا
جس نے ولوریکل جنگجو جالوت کو میدان جنگ میں پچھاڑ دیا تھا۔
”اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے اپنے بندے داؤد
کو بادشاہت و حکمت اور علم و دانش سے نوازا تھا اور جو
چاہا انہیں سکھایا بھی دیا تھا!“

قرآن مجید میں حضرت داؤد پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے تھے ان
میں کتاب مقدس ”زبور“ عطا کرنے کے علاوہ پرندوں کی بولیاں سمجھنا، بے
کوم کرنا اور بن داؤد سے دشمن و جل اور چرند و پرند کو مرست کر دینا
بھی شامل تھے۔

مفسرین نے ”فصل الخطاب“ کی تفسیر و تشریح میں مختلف آراء ظاہر کی
ہیں، بعض کے نزدیک اس سے مراد مقدمات کا فیصلہ چکالنے میں اصابت
رانے سے کام لینا اور ایسا قطعی فیصلہ کرنا جس سے سب مطمئن ہو جائیں ظاہر
ہے یہ باتیں بھی قدرت بیان اور فصاحت و بلاغت انسانی کے بغیر ممکن نہیں
علامہ عبدالوہاب بخاری لکھتے ہیں:-

سورة البقرة (۲: ۲۵۱) سورة النساء (۴: ۱۶۳) سورة نبي اسرائيل
(۵۱: ۵) سورة النمل (۲۴: ۵۵) سورة القصص (۲۸: ۲۵) سورة

”فصل الخطاب“: فصل الخصام بتميز الحق عن الباطل وانكاف
الخصم الذي يبتدأ المظالم على المتصود من غير التباين،
يراعى فيه مطلق الفصل والوصل والعطف والاستيفاء والاخبار
والحذف والتحصير۔

فصل خطاب سے مراد جھگڑوں کا اس طرح فیصلہ کرنا ہے کہ حق
اور باطل کا فرق واضح ہو جائے، یا فصل خطاب سے مراد ایسا انداز
بیان ہے جو خالص واضح ہو، جو مخاطب کو کسی فرق کے بغیر
اپنے مقصود کے بارے میں خبردار کر دے، جس میں فصل و
وصل عطف و استیناف، اضممار و حذف اور تکرار کے مقامات
کو ملحوظ رکھا جائے تاکہ سننے والے پر بات کھل جائے اور اس
کے دل میں کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

جاہل اور ابن قتیبة نے حضرت داؤد علیہ السلام کے کلمات حکمت و بلاغت
کے نمونے نقل کئے ہیں، چنانچہ جاہل نے بصرہ کے مشہور ضحیٰ ابو المعتمر مرقی
بن عبد اللہ العجلی سے نقل کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے کلمات
حکمت و بلاغت میں لکھا ہے کہ:-

”على العاقل ان يكون عالماً باهل زمانه، مآلها
للسان مقبول على شانه“

عاقل و دانشمند انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کے لوگوں
سے خوب آگاہ ہو، اسے اپنی زبان پر ٹیپرا پورا نا ہو اور
وہ ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھنے والا ہو۔

ابن قتیبة نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت داؤد
علیہ السلام کے کلمات حکمت میں یہ لکھا ہوا ملا ہے کہ:-

سورة البقرة (۲: ۲۵۱) سورة القصص (۲۸: ۲۵) سورة

”یَنْبَغِي لِلْعَاقِلِ أَنْ لَا يَشْغُلَ نَفْسَهُ عَنْ أَرْبَعِ مَسَاعِلَ :
 مَسَاعِدَةٍ يَبْتَاعِي فِيهَا رِبِيَّةً وَمَسَاعِدَةٍ يَحْتَاصِبُ فِيهَا نَفْسَهُ ،
 وَمَسَاعِدَةٍ يَخْدُقُ فِيهَا هَوَا وَخَوَانَهُ وَالَّذِينَ يَنْصَحُونَ لَهُ فِي
 دِينِهِ وَلَيْسَ دَقِيقُهُ عَنْ عِيُونِهِ ، وَمَسَاعِدَةٍ يَخْلِي بَيْنَ نَفْسِهِ
 وَرَبِّهِ لِذَنْبِهَا فَيَسْأَلُ وَيُجِدُّ ، فَإِنَّ هَذِهِ الْمَسَاعِدَ
 عَوْنٌ لِهَذِهِ الْمَسَاعِلِ وَقَفْظٌ بِإِذْنِهِ وَاسْتِجْمَاعٌ لِلْقُلُوبِ
 كَرِيْبِيْنِي لِلْعَاقِلِ أَنْ لَا يُبْرِي فِي أَحَدٍ ثَلَاثَ خِصَالٍ :
 نَزْرُ دَلْعَادٍ أَوْ مَرْمَةِ مَعَاشٍ أَوْ لَذَّةٍ فِي غَيْرِ مَحْرَمٍ ،
 يَعْنِي عَاقِلٌ كَوَاجِرَ أَوْقَاتٍ سَعَى غَافِلٌ مَهْنِ رُبَّنَا جَاهِلٌ ، أَيْكَ وَه
 وَقْتُتْ جِسْمٍ فِي أَشْيَاءِ رَبِّ سَعَى مَنَاجِدُتْ كَرَسَى ، أَيْكَ وَه وَقْتُتْ
 جِسْمٍ فِي أَشْيَاءِ نَفْسٍ كَامَاسِيَّةٍ كَرَسَى ، أَيْكَ وَه وَقْتُتْ جِسْمٍ
 دَوْرَانِ أَشْيَاءِ مَبَاهِيْلٍ أَوْ خَيْرِ خَرَابِئِ كَسَى سَاقِئِ تَنْهَانِي كَيْفِيَّةٍ
 جَوَاسِ كَسَى دِينِي مَعَالِمَاتٍ فِي مَخْلُصٍ أَوْ رَاسٍ كَسَى عَيْبِ تَبَانِي
 فِي سَجَّةٍ مَوْلٍ أَوْ أَيْكَ وَه وَقْتُتْ جِسْمٍ كَسَى دَوْرَانِ وَه حَلَالٍ
 أَوْ قَابِلِ سَتَائِشٍ لَذَقُولٍ فِي مَشْغُولٍ هُوَ ، يَهْ آخِرِيْ مَظْهَرِيْ أَنْ تَامَ
 أَوْقَاتِ كَسَى مَسَادِنِ كَفَايَةِ مَعَاشٍ كَسَى بَعْدُتْ نَفْسِيَّةٍ
 أَوْ دَوْلٍ كَسَى طَمَعِيَّانِ كَاسَامَانِ هُوَ ، عَاقِلٌ كَوَاجِرِ عَادَتُولٍ
 كَارْبَنَدَرِ رُبَّنَا جَاهِلِيَّةٍ ، آخِرَتِ كَازَادَرَاهِ تِيَارِ كَرْنَا ، مَعَاشٍ كَا تَهَامِ
 كَرْنَا أَوْ حَلَالِ شَمِّ كِي لَذَّتْ سَعَى لُطْفِ اَللّٰهِ دَوْرِ مَوْنَا ۝

حضرت سلیمان علیہ السلام

اپنے والد ماجد حضرت داؤد کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی
 اللہ تعالیٰ نے دیگر بے شمار مناصب و فضائل کے علاوہ نبوت ، سلطنت ابد
 خطابت کے انعامات ثلاثہ سے بھی نوازا تھا ، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے

بعض انعامات کا یوں تذکرہ فرمایا ہے ۔

”وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي
 فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ جَاءَ دُونَهُ الْمُؤْمِنِينَ . وَفَرَّقَتْ سُلَيْمَانَ
 دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْنَا مَقِيطُ الطَّيْرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ
 كُلِّ شَيْءٍ زَوْجًا مِّمَّا تَشَاءُونَ هَذَا آتَمُ الْفَضْلِ أَمْبِيْنٌ وَخَيْرُ الْبَشَرِ
 حَبْرُؤُكَ مِنْ الْجِنِّ وَالنَّاسِ وَالطَّيْرِ فَهَسَبُ يَوْمَ عُرْوَةٍ ۝

ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ سب سے
 اسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے مومن بندوں میں سے
 بہت سے بندوں پر فضیلت دی ہے ۔ اور سلیمان اپنے والد داؤد
 کے وارث ہوتے ، اور کہا کہ اسے لوگو! ہمیں اللہ کی طرف سے پڑے
 کی بولی سکھا دی گئی ہے ، اور ہمیں ہر ایک چیز دی گئی ہے ، یہ تو اللہ
 کا فضل میں ہے اور سلیمان کے لشکر جنوں ، انسانوں اور پرندوں
 سے اکٹھے کئے گئے تھے ۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کے پابند تھے ۝

اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کی ایک عداوتی کارروائی کا بھی ذکر کیا ہے کہ جب
 کسی کی کھیتی میں بکریاں نقصان کر گئیں ، اس موقع پر بیٹے نے باپ کو حکیمانہ
 مشورہ دیا مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ علم و حکمت میں دونوں کامل
 تھے ۝ وَكَلَّمَ آدَمُ أَهْلَهُ وَقَالَ لَهُمْ عَزَّ وَجَلَّ : ”يَعْنِي ہر دو کو ہم نے علم و حکمت
 عطا کی تھی ۝

قرآن مجید میں ایک خوبصورت مکتوب سلیمانی بھی موجود ہے جو اختصار
 اور جامعیت میں جمالِ پیغمبری اور اظہارِ مدعا کے بڑے دیا گیزہ اسلوب بیان
 کی بھی تصویر ہے ، یہ خط آپ نے قوم سبا کی ملکہ کے نام تحریر کیا تھا جن کے
 بارے میں آپ کو علم ہوا تھا کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کو پس پشت ڈالکر

۱۔ سورہ النمل (۲۴ : ۱۵ تا ۱۸) ۲۔ سورۃ الانبیاء (۲۱ : ۷۹)

شیطان کا مول میں پڑے ہوئے ہیں اور آفتاب پرستی کے مشرکانہ جال میں پھنسے ہوئے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس قوم کے نام رکھنے کے نام نہیں!، حکیمانہ تحریر فرمایا اور انہیں دعوت اسلام دی۔

«إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
أَلَوْ تَعْلَمُونَ عَلَىٰ مَا أَتَوْنِي مُسْلِمُونَ»

یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ کے نام سے جو بے انتہا رحم والا مہربان ہے، میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور مسلمان اور فرمانبردار بن کر میرے پاس چلے آؤ!

عرب خطباء کے ہاں عصار کا استعمال خطابت کے بنیادی لوازمات میں سے تھا، غیر عرب خصوصاً شہابی عربوں کی اس عادت کو معیوب تصور کرتے تھے جاہل نے عربوں کی اس عادت کے جواز و استحسان کے سلسلے میں عصارے سلیمان کو بطور شہادت پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ غیر عرب اقوام میں جو خطباء ہوئے ہیں ان میں سے حضرت سلیمان کا مقام بے حد نمایاں ہے، چونکہ وہ بھی خطابت کے دوران عصار استعمال کرتے تھے اس لئے یہ عادت شرعاً اور اہل عزت و جاہ کا خاصہ ہے، جاہل لکھتا ہے:

«وَالدليل على أن أخذ العصار مأخوذ من أصل كبريم ومعناه شريف ومن الموضع التي لا يعيبها إلا جاهل ولا يعترض عليها إلا معاند. اتخذ سليمان بن داود صلى الله عليه وسلم العصار خطبته وهو عظمتة ولقمانته وطول صلاحته وطول التلاوة والانتصاب فجعلها ثلاثاً احصاها جماعة قال الله عز وجل وقتلناه حق. فلما قضينا عليه الموت ما دلهم على موته إلا كابة الأرض شاكل منسأته، فلما خربت بيت

سورۃ النمل ۲۶: ۳۱ تا ۳۷ سورۃ البیان والتبین ۲۰: ۱ (سورۃ سجادہ ۳۷: ۱۳۱)

الجن ان لو كانوا يئسسون الغيب ما يشقوا في العذاب
المعین، والمنسأة هي العصا»

اس بات کی دلیل کہ عصار ہاتھ میں لینا اصل میں عزت و شرافت سے ماخوذ ہے اور ان عادات میں سے ہے جنہیں صرف جاہل ہی عجیب و غریب کا باعث قرار دے سکتا ہے اور اس بات پر اصرار کر کے والا محض عناد کا اظہار کرتا ہے، یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام خطبہ و وعظ کے وقت، کھڑے ہوئے وقت یا طویل و عمار کے وقت، یا تلاوت و قیام کے دوران عصار ہاتھ میں رکھتے تھے ان تمام خصائل کے لئے انہوں نے عصار کو ایک جامع حیثیت دی تھی چنانچہ اللہ عزوجل کا قول ہے اور اس کا ارشاد تو برحق ہے کہ جب ہم نے اس پر موت کا حکم صادر کیا تو انہیں اس کی موت کا پتہ کسی چیز نے نہ دیا سوائے زمین کے ایک کپڑے کے جو اس عصار کو دکھایا تھا چنانچہ جب وہ گر پڑا تو جنوں پر واضح ہو گیا کہ اگر وہ عجیب جانتے تو اس رسوا کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے اور منسأة عصار کو کہتے ہیں۔

ابن قیم نے صراحت سے لکھا ہے کہ تاریخ انسانی میں خط کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنے کی رسم سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ڈالی تھی جیسا کہ ان کے گذشتہ مندرجہ مکتوب گرامی سے واضح ہے جو کتاب اللہ سے نقل ہوا۔

قرآن مجید میں ان کے خطبات کے اقتباسات زیادہ نہیں ہیں، جو میں رہ بہت مختصر ہیں، ان کی زبان سے ایک خوبصورت دعا اور اتنی ہی جو اللہ تعالیٰ نے قلب محمدی پر وحی فرما کر امت اسلامیہ کے لئے محفوظ کر دی ہے: وادی

سورۃ النمل ۲: ۱۳۱

نہل سے گزرتے ہوئے چوٹی کی گنت گوسن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی
بولی سمجھنے کی صلاحیت کو اللہ کا انعام تصور کیا، مسکراتے ہوئے اللہ کے
حضور دعا فرمائی۔

«وَقَالَ رَبِّ ارْزُقْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ
عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي
بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ»

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ نیری اس نعمت کا شکر
ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر ارزانی فرمائی
اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو، اپنی
رحمت سے تو مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

ابن قتیبہ نے خطابت سلیمانی کا ایک نمونہ مع واقعہ درج کیا ہے جو ان
کی ذہانت اور موقع شناسی کی بھی دلیل ہے، ایک شخص نے اپنے پڑوسی
کی بطخ چرائی، شکایت پر آپ نے خانہ خدا میں خطبہ دینے کی منادی فرمائی
اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«وَأَعِدُّكُمْ يَوْمَ رُفُوَةِ الْحَالِ لِشَمِّ بَيْدِ خَلِّ الْمَسْجِدِ
وَالرَّيْشِ عَلَى الرَّأْسِ»

تم میں کا ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چراتا ہے پھر خانہ خدا
میں اس کے پر اپنے سر پر لگائے داخل ہو جاتا ہے؟

پرسن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو آپ نے فرمایا: «خَذَذَهُ فَهُوَ صَاحِبُكُمْ
لَوَاتِهِ يَكْدُلُوهُ» یہی تمہارا چور ہے!

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام

خطابت نبوت کا یہ باب خطیب جبل حضرت مسیح نامی علیہ السلام کے

سورہ النمل (۲۷: ۱۹) سورہ النمل (۲۷: ۱۹)

مہاک ذکر سے کے بغیر ناممکن رہے گا۔ بنی اسرائیل کی منتشر بھیدوں کو اکٹھا
کرنے کے لئے معبود ہونے والا طغول و کبولت میں حکمت و بدعت
لبریک کلام معجز نظام کی بلند ترین مثالیں قائم کرنے والا یہ خطیب حق افصح
العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاتمہ کی بشارت دینے کے لئے بھی
آیا تھا، اس نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

«وَأَذْهَبَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ اسْرَائِيلَ رَافِعًا يَدَيْهِ إِلَىٰ رَبِّهِ
الْبِكْرَةَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْوَعْدِ وَمُبَشِّرًا
بِمُرْسُولٍ مُّبَارَكٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ»

جب عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہاری طرف
اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں
جو تو رات کی شکل میں میرے سامنے ہے، اور ایک رسول کی آمد
کی خوشخبری دیتے ہوئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس
کا نام احمد و محبوبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔

کتاب حق نے جو مصدق قاتل تائبین پیدا کیے، اپنے سے پہلے والوں
کی تصدیق کرنے والی ہے، خاتم الانبیاء بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ روح اللہ
اور ان کی والدہ کی عظمت و مقبت کو کما حقہ بیان کر دیا ہے اور والدہ
روح اللہ کی عفت و صداقت پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے۔ کتاب اللہ
نے ماں بیٹے کو اللہ کی نشانی قرار دیا ہے:

«وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً»

کہ ہم نے فرزند مریم اور ان کی والدہ کو ایک نشانی بنایا ہے۔

افصح العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ دائرہ نے حضرت

سورہ المائدہ (۵: ۱۱۰) سورہ الصف (۴: ۷۱)

سورہ المؤمنون (۲۳: ۵۰)

مسیح عیسیٰ بن مریم کو رسول اللہ، کلمۃ اللہ اور علامت قیامت قرار دیا اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس برگزیدہ نبی کو معجزات کے علاوہ روح اللہ کے توسط سے تائید و تقویت کا سامان بھی کر دیا تھا، مگر ان کی حقیقی عظمت ان الفاظ میں بیان کی گئی۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَأَعْمَاءُ عَلَيْكَ وَجَعَلْنَا لَا مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا:

وہ تو ایک منہ ہی تھا، ہم نے اس پر انعام کیا تھا اور اسے
بنی اسرائیل کے لئے ایک مثال بنایا تھا۔

مکتبہ مقدسہ رانجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و جلال
جو ال کے متعلق کافی شہادتیں ملتی ہیں، آپ اسی بارہ سال کے تھے کہ حضرت
مریم اور یوسف نجار کے ہمراہ بیت المقدس پہنچے تاکہ شریعت موسیٰ کے مطابق عبادت
عبادت بجالائیں، نماز سے فراغت کے بعد جب وہ دونوں میاں بیوی باہر آئے تو حضرت
یسع علیہ السلام گم ہو گئے، مگر یہ سمجھے کہ شاید وہ دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ
وطن لوٹ گئے ہوں گے، مگر گھر جا کر دوبارہ یسع کی تلاش میں انہیں
بیت المقدس آنا پڑا، تیسرے دن حضرت یسوع علیہ السلام مل گئے، وہ ایک
بیکل یا یہودی عبادت گاہ میں علماء کے مجمع میں موجود تھے اور نائوس کے
متعلق اہل علم سے مناظرہ کر رہے تھے، ہر شخص ان کے سوالات و جوابات
سے فک تھا اور کہہ رہا تھا کہ ایک بچہ جس نے لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا
اتنے علم و معرفت کا مالک کیونکر بن گیا ہے؟ اماں نے گلے سے لگاتے ہوئے
کہا: بیٹا! یہ کیا کیا تھے! میں اور تیرا باپ تجھے علم و اندوہ میں تلاش کرتے
رہے ہیں، حضرت یسع نے ان کو جواب دیا تھا:

سنة البقرة (١٢٨٤هـ)، المشاء (١٢٨٥هـ)، الزخرف (١٢٨٦هـ)، سنة الزخرف (١٢٨٧هـ)، ١٢٨٨هـ.

سیدہ قصص النساء میں ۳۸۸، واضح ہے کہ عیساٰ نبیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابنِ باپ کے پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کے باپ یوسف نجار تھے حالانکہ قرآن مجید نے ان کی بنِ باپ ولادت کو ایک نشانی اور معجزہ قرار دیا ہے۔

آلہ تعلیمین ان خدمۃ اللہ یجب ان تقدم علی الوعی والوہم
یعنی امی! آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ کی خدمت کو والدین کی خدمت پر
مقدم کرنا ضروری ہے!

لیکن قرآن مجید میں غلطی و بلاغت عیسوی کا آغاز آغوش مادر اور گہوارے سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ثُمَّ أَتَتْهُ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَا مَرْيَمُ كَيْفَ جِئْتِ بِثَبْتٍ
 نَرِيكِ، يَا خُتَّ هَؤُلَاءِ مَا كَانَ الْبُوتُ امْرَأَتُكَ وَلَا مَا كَانَتْ
 لَكَ بِنْتًا قَالَتْ إِنَّهُ كَانَ لِي كَيْفَ نَكَحْتُ نَفْسِي كَانَ فِي الْمَقْدَرِ
 صَبْرًا يَا عِيسَى ابْنُ الْكَتِّبِ وَجَعَلَنِي كَيْدًا، فَجَعَلَنِي
 نَبِيًّا كَمَا يُبَيِّنُ مَخْصَنُ، وَأَوْصِيَنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ
 مَا ذَمَّتْ حَيًّا، أَمْرًا الْوَالِدَيْنِ وَكَلِمَةً جَبَّارًا سَفِيًّا،
 وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَأَيُّومًا أَمُوتُ وَأَيُّومًا أُبْعَثُ حَيًّا
 ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ نَزَّلَ الْحَقُّ لَدِي فِيهِ مِثْقَالُونَ
 حضرت مریم اپنے بچے کو اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں تو انہوں نے
 کہا کہ اے مریم! تو ایک عجیب چیز لائی ہے۔ اسے خواہر بارگاہ
 فتوح پر اب بڑا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی، تو حضرت
 مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم گوارے
 میں سوئے ہوئے بچے سے کیونکر بات کر سکتے ہیں، تب مسیح بول اٹھے
 کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے، اور مجھے نبی
 بنایا ہے، اور مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں رہوں،
 اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے اس نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ
 دینے کا حکم دیا ہے، مجھے اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا

سورة مريم (١٩: ٢٤ تا ٢٨)

بنایا ہے، میں سرکش اور بد بخت نہیں ہوں، مسکنتی جو مجھ پر ہے، جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ اٹھا یا جاؤں گا، تو میرے مریم کا بیٹا عیسیٰ، یہ تو سچائی کی بات ہے جس میں وہ جھگڑتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کو الزامی جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ مخالفین کو ایسا الزامی جواب دینے کہ وہ کہتے ہیں رہ جاتے، آپ کو اللہ نے قوم یہود کے فریسیوں، صدونیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا، ایک موقع پر فریسیوں نے آپ سے کہا کہ آپ کے حواری اور شاگرد مسرت یا سفتہ والے دن ایسے کام کرتے ہیں جو حلال نہیں، اس پر آپ نے انہیں ایک الزامی جواب دے کر خاموش کر دیا کہ آخر داؤدؑ اور ان کے ساتھیوں نے بھی تو مہرک کے وقت بیت اللہ کا نذرانہ کھالیا تھا حالانکہ وہ بھی ان کے لئے حلال نہیں تھا ایک موقع پر آپ سے شکایت کی گئی کہ آپ کے حواری ان روایات کی تقلید نہیں کرتے جو ہمارے ہاں اہل دین کا شیوہ ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں روایات کی تقلید اتنی ہی عزیز ہے تو پھر تم نے اللہ کی روایات کی تقلید کو کیوں پس پشت ڈال دیا ہے؟

حضرت روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گہوارے اور آغوش مادری میں جو نطق و گوئی اور خطیبانہ فصاحت و بلاغت کی صلاحیت عطا فرمائی تھی منصب نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اسے چار چاند لگ گئے، آپ کے خطبات میں دلنشین تمثیلات، خوبصورت تشبیہات اور کلمات حکمت کی فراوانی ہوتی تھی، یہی آپ کا تمام انبیائے کرام میں سے ایک امتیازی مقام ہے، کتاب مقدس کے علاوہ عربی زبان و ادب کی مختلف کتابوں میں آپ کے ارشاد و اقوال دریں کے جوہر نمونے ملتے ہیں وہ اس بات کی تائید و تصدیق کیلئے کافی ہیں۔

لے قصص الانبیاء ص ۲۹۲ سہ تاریخ الأرب العربی ص ۱۸

آپ نام فہم انداز میں گفتگو کرتے، نہایت واضح اور سلیجھا ہوا اسلوب اختیار کرتے، ہمیشہ مخاطب کی علمی سطح اور ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے اور مناظرہ و مجادلہ کی صورت میں مخالفین کو ایسا دندان شکن جواب دیتے کہ سب دنگ رہ جاتے تھے۔

جسٹاف اور ابن تہیب نے جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی خطابات کا تذکرہ کیا ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے ایک اعلیٰ ترین نمونہ خطابت و بلاغت کے طور پر پیش کیا ہے اور آپ کے مستند اقوال اور خطابات اقتباسات بھی دئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

یا بھائی اسرائیل: لا تملقوا اللؤلؤا لی الخنازیر فانہا لا تصنع بہا شیئا، ولا تعطوا الحکمة لمن لا یرید ہا فان الحکمة افضل اللؤلؤ، لا یرید ہا مشرکین الخنازیر۔
اے بنی اسرائیل! خنزیروں کے سامنے موتی مت ڈالو، کیونکہ وہ ان کے کسی کام کے نہیں ہیں، حکمت کسی ایسے شخص کو نہ دے جو اسے چاہتا نہ ہو، کیونکہ حکمت تو موتیوں سے افضل ہے اس لئے جو حکمت کو نہیں پسند کرتا وہ تو خنزیروں سے بھی بدتر ہے۔

(عیون الأخبار ۲: ۱۲۴)

وقال المسیح علیہ السلام: ان اُتِیْتُمُ السماء لی اللہ رجل یحب الذکر بالمحب ذلہ یسج لہ فی المجاس و یدعی لی الطعام و تشریح لہ المداوہ، ثم اقول لکم ان اولئک قد آخذوا مجورہم فی الدنیا وان اللہ یضاعت لہم العذاب یوم القضاۃ،

لہ کے نزدیک علماء میں سے سب سے زیادہ قابل نفرت وہ آدمی ہے جو غائبانہ تذکرہ پسند کرتا ہے، مجلسوں میں اس کیلئے

جگہ رکھنا پڑتی ہے، اسے کھانے کی دعوت دی جاتی ہے تو اس کے لئے
توشہ دان خالی کرنا پڑتے ہیں، بخدا میں تم سے سچ کہتا ہوں، یہ لوگ تو دنیا
ہی میں اپنا اجر وصول کر چکے ہیں اور قیامت میں اللہ انہیں دو گنا عذاب
دے گا۔ (عیون الاخبار ۲: ۱۲۴)

انفع العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ
عن عیسیٰ بن مریم علیہ السلام: انا خطیباً فی بنی اسرائیل
فقال: یا بنی اسرائیل! لو تعلموا بالحکمة عند الجہال
فتظلموہا ولا تمنعوہا! اھلھا فتظلموہا، ولا تظلموہا
ولا تنصا لھو! اذالما فی بطل وفضلکم: یا بنی اسرائیل!
الامور ثلاثہ: امر تبین ریشدک فاتبعوک و امر تبین
غیہ فتاجنبوک و امر اخلف فیہ فلی الذم فسدوک!

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک موقع پر بنو اسرائیل کے سامنے
تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے بنی اسرائیل! جاہلوں
کے سامنے حکمت کی بات نہ کرو، اس طرح تم اس پر ظلم کرو گے
حکمت کے مستحقین کو اس سے محروم نہ کرو کہ اس طرح بھی حکمت
پر ظلم ہے، ظلم مت کرو، ظالم کو اس کے ظلم پر اجر نہ دو کہ ظلم
فصلیت نہ باطل ہو جائے، اے بنی اسرائیل، باتیں تین ہیں ایک بات تو
واضح طور پر ہدایت ثابت ہو چکی تم اس کی پیروی کرو، اور ایک
بات کی گمراہی واضح ہے تم اس سے اجتناب کرو، ایک بات مختلف
فیہ ہے اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو! (البیان والتبیین ۲: ۳۵)

وقال عیسیٰ بن مریم علیہ السلام: فی السماء ثلاث خصال
بعضھا قالوا: وما ہی یا روح اللہ! اقل: یکسبہ من غیبر
قالوا: فان کسبہ من حلد! قال یمنعہ من حلقہ! اذلوا

اذن وضعہ فی حلقہ! قال: یشغلہ! اذلوا حلقہ عن عبادتہ
مال و دوست میں تین باتوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور پائی جائے
گی، لوگوں نے کہا: وہ کیا باتیں ہیں اے روح اللہ! فرمایا: ہو سکتا
ہے انسان ناجائز کمائے! لوگوں نے کہا: اگر جائز کمائے تو؟
فرمایا: ہو سکتا ہے صحیح جگہ خرچ نہ کرے! لوگوں نے کہا: اگر وہ صحیح
جگہ پر بھی خرچ کرے تو؟ فرمایا: روپے پیسے کی دیکھ جہاں اسے اپنے
رب کی عبادت سے غافل کر دے گی! (البیان والتبیین ۲: ۱۹۱)
وقال: من ہوان الدنیا علی اللہ! اشد لا یعیس! او فیہا ورا
ینال ما عندک! او مبتدکھا!

کی جاتی ہے اور اللہ کی رضا صرف اسے چھوڑ کر حاصل ہو سکتی ہے۔
(البیان والتبیین ۲: ۱۹۶)

وقال البرشلوشہ: المنطق والنظر والصمت فمن صکات
منطقہ فی غیر فکر فقد لغا ومن کان نظراً فی غیر اعتبار
فقد سہا ومن کان صمتہ فی غیر فکر فقد سہا!

تکی کے بغیر جتنے تین ہیں: زبان، نظر اور سکوت، اس سے جس کی
زبان ذکر الہی کے بغیر استعمال ہوئی اس نے لغو کام کیا اور جس
کی نظر عبرت کے کام نہ آئی تو وہ غلطی کر بیٹھا اور جس کا سکوت
فکر سے خالی رہا وہ بھی غفلت میں پڑ گیا۔ (البیان والتبیین ۱۱: ۲۶)

وقیل لہ: من یخالس؟ قال: من یزید فی علمکم منطقہ
دیکھ کر کہ اللہ رؤیتہ ویرغبکم فی الآخرۃ عملہ۔

ان سے پوچھا گیا کہ ہم کس کی مجلس میں بیٹھا کریں؟ فرمایا: جس کی گفتار
تمہارے علم میں اضافہ کرے جس کی ملاقات اللہ کی یاد دلائے

اور جس کا عمل تمہارے لئے آخرت میں دلچسپی کا باعث ہو۔

(البیان والتبیین ۱: ۳۹۱)

لَقَدْ رَجَعْنَا لَآئِلَآءِ مَا تَصْنَعُ ۖ قَالُوا: أَتَعْبُدُ آلَآءَ مَا يَكُونُ عَلَيْكَ
قَالَ: أَتَعْبُدُ آلَآءَ مَا تَصْنَعُ ۖ قَالُوا: أَتَعْبُدُ آلَآءَ مَا تَصْنَعُ ۖ

آپ ایک شخص سے ملے تو پوچھا: کیا کیا کرتے ہو؟ کہا: عبادت میں
مشغول رہتا ہوں، تو فرمایا: تو تمہارے ماننے والے کا فرمان کو کون ہے؟
اس نے کہا: میرا بھائی! آپ نے فرمایا: تو پھر تیرا بھائی کون ہے؟ بڑا عبادت
گزار ہے۔ (عیون الاخبار ۱: ۲۲۴)

ان العین ہی سواج العبد، فاذا اظفانت عینک صحیحۃ
فان جسدک صکله مضی:

آنکھ جسم کا چراغ ہے، سو اگر تیری آنکھ درست ہے تو گویا تیرا سارا
جسم روشن ہے! (عیون الاخبار ۱: ۲۴۱)

حب الدنيا اصل كل خطيئة والسمال فيه داء ككثير
و دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے اور دولت میں بہت بیماریاں ہیں
(عیون الاخبار ۱: ۳۳۱)

كل امرئ يعطى مائة عند ۵:

ہر شخص کو دسے سکتا ہے جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے۔

(البیان والتبیین ۱: ۱۴۴)

الدنيا منظرۃ ف عبورھا و لا تقمر و لا
دنیا ایک پل ہے اسے عبور کرو، اسے آباد نہ کرو۔

(عیون الاخبار ۱: ۳۲۸)



عرب اور خطابت

عرب اور خطابت

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی خاصہ یا امتیازی و فطری صفت ہوتی ہے جو اس کے ذکر کے ساتھ ذہن میں فوراً ابھرتی ہے۔ بات کیسی ہی ہو عربوں کا ذکر آتے ہی سب سے پہلی بات جو ذہن میں آتی ہے وہ ہے فصاحت لسانی اور بیان و بلاغت پر کمال قدرت۔ قدیم عرب اپنے سوا دیگر اقوام کے لئے جو لفظ استعمال کرتے تھے، وہ بھی عجم تھا یعنی گونگا یا عمری زبان میں قدرت کلام سے عاجز! اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عربوں کی فصاحت و بلاغت کا کیا مرتبہ و مقام تھا اور اپنی قدرت کلام پر انہیں کتنا فخر و ناز تھا!

فصحائش اور خانہ بدوش اقوام قزاق و کتابت سے عموماً نااہل ہوتی ہیں۔ ندان کے ہاں کوئی قانون ہوتا ہے، نہ منظم حکومت اور نہ سلطان و حکمران، ایسی اقوام لوح و قلم اور قسط و سبط کے بجائے اپنی قوت حافظہ اور زور لسان پر ہی تکیہ کرتی ہیں اس لئے جہاں ان کی قوت حافظہ کمال کی ہوتی ہے وہاں زور بیان اور تیزی زبان بھی بے انتہا ہوتی ہے اس کی بہترین مثال جزیرہ عرب کے قدیم عرب تھے جو ظہور اسلام سے قبل اپنے عہد حیات میں مندرجہ خانہ بدوش صحرائیوں کی سی زندگی گذارتے تھے۔ زمانہ جاہلیت کے خانہ بدوش عرب جزیرہ عرب کے دور و دراز تک پھیلے ہوئے صحرائی علاقوں میں رحلت و قیام یا کوچ اور خیمہ زنی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھتے تھے دیگر خانہ بدوش قبائل و اقوام کی طرح بلکہ ان سے کچھ زیادہ ہی عیب بدو بھی عزت نفس اور خودی کے ساتھ ساتھ قبائلی غیرت و نقص کے بھی جوگر تھے۔

کو خاطر میں نہ لاتے تھے بلکہ صرف اپنے سروا قبیلہ کے سامنے ہی سر تسلیم خم کر سکتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ انتخاب کے وقت اور بعد میں بھی اپنے سروا میں صلاحیت و کمال کے کچھ اوصاف لازمی تصور کرتے تھے، وجاہت نسب، کرمیاد اخلاق اور افراد قبیلہ میں تعاون و مفاہمت کی فضا برقرار رکھنے کے علاوہ نازک مواقع پر قیادت و رہنمائی کے ضمن میں اپنے قبیلہ کی ترجمانی کرنا اور مؤثر طریقے سے اسے اپنے زیر قیادت رکھنے کے قابل ہونا بھی لازمی تھا، بات صرف وہی کرتا تھا باقی افراد قبیلہ کا کام سماعت و اطاعت تھی، پس اپنے خطابت سروری کے لئے لازمی وصف قرار پایا اور یوں فن خطابت عرب کے قبائلی سرواؤں کا طرہ امتیاز اور لازمی خاصہ بن گیا، اس کے نتیجے میں عرب میں خطابت کو بلند مقام حاصل ہو گیا اور شاعر کی طرح خطیب بھی ہر قبیلہ کے لئے نہ صرف لازمی ہو گیا بلکہ سرایہ فخر و مباہات قرار پایا، گو یا خطابت کا فن نہ صرف یہ کہ جزیرہ عرب کے طبعی حالات کا قدرتی نتیجہ تھا بلکہ یہ عربوں کی ایک کمزوری اور مجبوری بن گیا تھا، فصاحت و بلاغت عرب کا زیور قرار پایا اور اس خوبی کا عربوں کو شدید ترین احساس تھا جو خطابت کا قول ہے کہ:

لئن العرب أشد لحناً بيئتها وطول الاستقامه وتصريف
كلامها رشدة اقتدارها وعلى حسب ذلك كانت
رايتها على كل من قصص عن ذلك التمام ونقص عن
ذلك الكمال :-

کیونکہ عرب اپنے بیان و بلاغت پر سب سے زیادہ فخر کرتے تھے، زبان درازی اور کلام پر پوری قدرت رکھنے پر وہ بے حد فخر محسوس کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص بھی اس خوبی سے قاصر ہوتا یا اس کمال میں ناقص ہوتا اسے وہ حقیر و ذلیل تصور کرتے تھے، عرب شعراء کے کلام میں خطیبانہ فصاحت و بلاغت اور قدرت کلام کو قابل

ستائش قرار دیا گیا، چنانچہ حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ اپنے باپ اور بھائی کی خطیبانہ فصاحت و بلاغت پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

إن خالي خطيب جابية الجو
وأي في مبيحة القبايل الفضا
صل يوم التفت عليه الحضور
ميراثا من دهر جبار شاه نعمان
کی سوجردگی میں جابیہ جو لانی میں
خطیبہ دیا کرتا تھا، میرا باپ وہ ہے جس نے جنگ سمیرم کے موقع پر
فیحاء المذاہم میں اس وقت نصیب کن بات کہندی تھی جب وہ
دشمنوں میں گھر گئے تھے۔

معن بن اوس المزنی کہتا ہے:-

إذا اجتمع القبائل جئت دونا
وراء المصحين رث السبا
فقد تكفي المقادة والمقال
نوع قطعی عصا الخطباء نوما
جب قبائل اکٹھے ہوتے ہیں تو اس وقت تو بچھوڑ کر تار و بیسے والوں
کے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں، نہ تو تجھے کبھی خطیبوں والا عصا دیا جاتا ہے
اور نہ تجھے قیادت اور بات بیان کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

دور لسان اور حسن بیان سے محرومی عربوں کے نزدیک بہت بڑا
عیب تھا، ایک عرب شاعر کہتا ہے:-

كفى بالمرء عيبا أن تدرى له
وجه وليس له لسان
وما حسن الرجال لهم بنين
إذا لم يبعدهم الحين البيان
آہمی میں یہی عیب کیا کم ہے کہ اگر تمہاری اس پر نظر دے تو اس کا
چہرہ تو نظر آئے گا مگر اس کی زبان مفقود ہو! مراد حسن اس وقت
تک باعث زیب و زینت نہیں ہو سکتا جب تک اس حسن کی
تائید حسن بیان سے نہ ہوتی ہو۔

۱۰/۳۵۸ ۱۰/۳۵۸ عیون الاخبار ۱۶۹/۲

عرب و اعظمیے عمل کو بھی پسند نہیں کرتے تھے، دل و دماغ اور قلب
و فکر اگر قوت بیان اور فصاحت لسان کا ساتھ نہ دیں تو یہ بات ان کے نزدیک
سخت عیب تھی، اموی شاعر غنم کہتا ہے:-

إن الكلام من الفؤاد ولسان
جعل اللسان على الفؤاد دليل
لو لم يثبت من خطيب قوله
حتى يكون مع البيان أصيل
کلام و گفتار کا تعلق قلب و فکر سے ہے، قوت لسانی تو پس دل کی
ترجمان ہوتی ہے، کسی خطیب کی بلاغت لسانی تھے اس وقت
تک متاثر نہ کرنے والے جب تک وہ اپنے بیان میں سچا نہ ہو۔
مشہور شاعر ابو العباس سائب بن قریظ الاعمی کہتا ہے:-

إذا وصف الزمان حسن وصفه
بفيه ويا لي قلبه ودهاجه
فإن قام قال الحق ما دام قائما
تقى اللسان كافر بعد سائر
اگر کوئی خطیب اسلام کی خوبیاں محض زبانی بیان کرتا ہو اور دل کو
اس کا ساتھ نہ دے رہا ہو تو وہ خواہ کھڑے کھڑے زبان سے حق
اور تقویٰ کی باتیں ہی کرے تو وہ سراسر کفر ہی کفر ہے۔

فلو لم يثبت من خطيب قوله
حتى يكون مع البيان أصيل
کے تعلق بھی بہت ہی قلیل معلومات ہم تک پہنچی ہیں تاہم جو مواد دستیاب ہے
اس سے پتا چلتا ہے کہ اس عیب کے دفعیہ خطابت میں
موضوعات و اسباب میں تنوع نہیں تھا، جاہلی دور کے عرب خطباء کے اسلوب
بیان میں سجع و قافیہ کا عنصر تو شامل تھا مگر اس میں تکلف و تصنع کے سچائے
بدولت وارتجال اور سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ بے ساختگی و سادگی
کا رنگ بھی غالب تھا، محققین کے نزدیک عربی خطابت کے لئے جن استیلا
نے موزوں اور مناسب فضا اور طبعی حالات مہیا کئے وہ پانچ تھے:-

۱۰/۳۵۸ ۱۰/۳۵۸ عیون الاخبار ۱۶۹/۲

۱۔ عرب ایک ان پڑھ قوم تھے اس لئے قلم و قریطاس کے بجائے انہوں نے فصاحت لسانی کو وسیلہ اظہار بنایا۔

۲۔ فصاحت و بلاغت ان کی گفتی میں پڑی تھی اور اس کا اظہار وہ

کبھی شاعرانہ انداز میں کرتے تھے اور کبھی خطیبانہ اسلوب میں۔

۳۔ عرب قبائل کو آواز اور آگ بھٹک فضا اور پیکر کا حوالہ

میسر تھا، ایک چھوٹے سے قبیلے کی آگ، بھٹک زندگی کی حیثیت

تنبہائی اور سعادت فرصت کا مصروف کبھی فضا کوئی، کبھی شاعری

کے کمالات اور کبھی خطابت کا دلفریب انداز بیان ہی ہو سکتا تھا

۴۔ دیگر قبائل سے روابط اور رسل و رسائل یا پیغام رسانی کے

وسائل مفتوح تھے، بات کو مؤثر طور پر پہنچانے اور قابل

اعتقاد و رعبہ کے طور پر فصیح اللسان، بارعب اور مدلل انداز میں

بات کرنے والے خطیب ہی یہ کام انجام دے سکتے تھے۔

۵۔ جنگ و جدل کے بعد بات چیت کا وقت آتا تو فصیح و بلیغ

اور حاضر جواب نمائندے ہر قبیلے کی ضرورت ہوتی تھی اس لئے

ہر قبیلہ نہ صرف یہ کہ اپنے خطیب پر فخر کرتا تھا بلکہ خطیب کی

عزت کی جاتی تھی اور عملی تربیت کے ذریعہ خطباء تیار کئے

جاتے تھے تاکہ وہ وقت آنے پر اپنے قبیلے کا دفاع کر سکیں۔

زمانہ جاہلیت میں عربی خطابت چند گھنٹے کے موضوعات تک ہی محدود

تھی، جن میں اہم اور نمایاں ترین موضوعات یہ تھے۔

۱: منافرت و مفاخرت

عرب خطباء کا ایک اہم ترین موضوع یہ تھا کہ وہ مختلف مواقع پر دشمن

قبیلے کی برائیاں بیان کرنے (منافرت) اور اپنے قبیلے کے محاسن و خوبیاں

بیان کرنے (مفاخرت) پر مجبور ہوتے تھے، جاہلی عرب سر سے پاؤں تک قبائلی

تغصب میں ڈوبے ہوئے تھے، اپنے حسب و نسب اور خاندانی فضائل و بجا

پر فخر کرنا ان کی فطرت تھی، اچانچہ جب کبھی دو قبائل اپنے فضائل اور مقابل قبیلے کے

رواں بیان کرنا چاہتے تو ہر ایک قبیلہ اپنا اپنا خطیب میدان میں سے آگے جھپٹتا تھا

میں اپنے قبیلے کے محاسن اور دوسرے قبیلے کے معائب بیان کرتا، اس قسم کے مقابلوں

کو منافرت و مفاخرت یا تفاخر و تفاخر سے تعبیر کیا جاتا تھا، کسی تیسرے قبیلے کے سرگرم

قابل احترام اور قابل قبول شخص کو حکم یا ناست تسلیم کر دیا جاتا تھا، اس قسم کے

خطبات منافرت و مفاخرت میں سے مشہور ترین خطبے علقمہ بن عکلاہ عامری اور

عامر بن طفیل عامری کے ہیں۔ ان دونوں کو قبیلہ بنی عامر کی سربراہی کا دعویٰ تھا

دور جہالت کے اس مشہور ترین مفاد مفاخرت و منافرت میں حکم یا ناست

کا فریضہ ہر مہینہ بنی خطبہ الفزاری نے انجام دیا تھا، اس سرو و انانے جو قید دیا تھا

اسے ہر عہد کے عرب اہل علم نے دانش و حکمت کی اعلیٰ مثال قرار دیا ہے۔

علقمہ بن عکلاہ نے اپنی برتری ثابت کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا:

”ان خیر منک انشوا واحد منک بصرا واحد منک لغرا و
أشرف منک ذکرا“

میں انہو در سوخ اور فضیلت میں تجھ سے بہتر ہوں میری نگاہ تجھ

سے زیادہ تیز ہے، میرے افراد خاندان تجھ سے زیادہ معزز ہیں اور

میرا ذکر تجھ سے زیادہ شریف ہے!

عامر نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا تھا:

”إني أسمى منک سمۃ و أطول منک قبة و أحسن منک لمة
و أجمع منک حبة و أسرع منک رحمة و أجد منک همۃ“

میں تجھ سے بلند، قد میں تجھ سے بلند، لقمہ میں تجھ سے زیادہ خوبصورت ہیں میرے بال

گھنگریلے ہیں، تجھ سے زیادہ چمکندہ لہجہ میں زیادہ باہمت ہوں۔

خطبات مفاخرت کی ایک مثال وہ دو خطبے ہیں جو عام الوفود کے دوران بنو قیس کی وفد کی آمد پر بنو قیس کے خطیب اور حضرت ثابت بن قیس انصاری نے ارشاد فرمائے تھے۔ بنو قیس کے خطیب نے کہا۔

« الحمد لله الذي له علينا الفضل وهو اهلنا الذي خلقنا
ملوكا ووجع لنا امورا وعظما ففعل فينا المعروف
وجعلنا اعدا اهل المشرق واكثره عدد او ليسوا عددا
نحن مثلنا في الناس السنا برؤس الناس واولي فضلهم
نحن يفاحونا قبيد ومثل ما عددنا وانا لو نشاء وكثونا
الكلام ولكننا نجيا من الوضار فنجيا اعطانا وانا نعرف
بذلك ، اتولى هذا الاذن لنا فتونا بمثل قولنا وامر
افضل من امرنا »

تمام تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم پر فضل کیا جو اس فضل والعام کا
اہل ہے جس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور ہمیں بڑی دولت عطا فرمائی جس سے
ہم کا شیر انجام دیتے ہیں، اور اہل مشرق میں ہمیں معزز ترین، تعداد میں سب سے
زیادہ اور ساز و سامان میں سب سے زیادہ غر خاں بنایا، مہلک ہم جیسا بھی کوئی
ہوگا، کیا ہم لوگوں کے شر اور فضیلت و بزرگی کے مالک نہیں اس لئے اگر کوئی
ہم سے غرور و مباہات میں مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو ہم جیسے فضاں گنوائے، اگر یہ جلیں
لوہات کو طیل دے سکتے ہیں مگر ہم کھشوں کو کھش گنوائے سے جھکتے ہیں اور ہماری
پر خربی سب کو معلوم ہے، اب میں اپنی بات ختم کرتا ہوں تاکہ آپ بھی ایسی کوئی بات
پیش کر سکیں اور ہمارے فضاں سے بڑھ کر کوئی معنیت سامنے لاسکیں۔

دوم بار نبوت کے خطیب نے جواب میں فرمایا تھا۔

« الحمد لله الذي السموات والارض خلقه ، قضى بينهم
امره ، وسع كرسيه علمه ، ولم يك شئ قط الا ومن فضله

ثم كان من قدرته ان جعلنا ملوكا واصطفى من خير خلقه
رسولا ، اكرمهم نبيا ، اصدقهم حديثا ، افضلهم
حبا ، انزل عليه كتابه ، رايته على خلقه ، فكان
خيرنا الله من العالمين ، ثم دعا الناس الى ابيهم انا من
برسول الله المهاجرون من قومه وذوي رحله اكرم
الناس اثنا با واحسن الناس وجوها وخير الناس نعا
ثم كان اول الخلق استجابة لله حين دعا رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم نحن ، فنحن انصار الله ووزراء
رسوله نقاتل الناس حتى يؤمنوا بالله ، فمن آمن بالله
ورسوله منع ماله وذم له ومن كفر جاهدناه
في الله ابد اركان قتاله علينا يسيرا اقول قولي
هذا واستغفر الله بلسوني وامي ومات »

ام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے جس کا کائنات میں ہر شے
اس کا علم اس کی کائنات اقتدار کو پوری طرح محیط ہے، کوئی اس کی مہربانی کے بغیر کسی
نہیں سکتی، پھر اس کی قدرت سے یوں ہوا کہ اس نے ہمیں حکمران بنایا اور اپنی مخلوق میں
افضل ترین کو رسول منتخب فرمایا، جو سب سے زیادہ شریف النفس سب سے زیادہ راست
گفتار اور خدا تعالیٰ وقار میں افضل ترین ہیں، اس پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اسے نئی مخلوق کا
ابن بنایا پھر اللہ کا یہ رسول تمام جہانوں سے بہتر و افضل قرار پایا، پھر اس نے امت
کو ایمان و اسلام کی دعوت دی تو اس کی قوم میں سے مجاہدین اور آپ کے رشتہ دار
آپ پر ایمان لانے جو سب میں سب سے بزرگ تر و عاقبت میں سے سب سے بہتر اور کائنات
میں سب سے افضل تھے، پھر جب انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دیا تو ہم نے آپ کی اور آپ پر
ایک کہا جیسا کہ ہم اللہ کے انصار اور اس کے رسول کے وزراء ہیں ہم لوگوں سے
جنگ کریں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں تو جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
لے آئے تو اس نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا اور جس نے انکار کیا ہم اس سے ہمیشہ
جہاد کرتے رہیں گے اور ان سے لڑنا ہمارے لئے آسان کام ہوگا، میں یہ کہتے ہوئے
تمام اہل ایمان کے لئے اللہ سے حضرت کا طلب گار ہوں۔

۲: خطبات مصالحت :-

جنگ وجدل اور دشمنی و عداوت بھی عربوں میں عام تھی، قبائل کی باہمی عداوت نسبتاً بعد نسل صدیوں تک چلتی تھی، لیکن بعض عداوت اور جنگ وجدل کی آگ کو ایک طاقت سرور کر دیا کرتی تھی اور وہ تھی قبیصہ و بلطی خطابت! جب کوئی وانا وینا حکمت و تدبیر سے کام لینے ہوئے سحر حلال سے دلوں کو ٹھنڈا کرنے اور مصالحت و بلاغت کے تلاطم سے آتش انتقام کو بجھانے کے قابل ہو جاتا تو صدیوں کی عداوت اور سالوں کی جنگ ختم ہو سکتی تھی، زمانہ جاہلیت میں عربوں کی مشہور جنگوں میں سے ایک جنگ واصل و غیراء تھی جو چالیس سال تک مسلسل جاری رہی تھی، اس جنگ کا خاتمہ قیس بن خاضہ بن سنان المری کے تاریخ ساز خطبے کا مہم جو بن منت ہے جسے عرب العذرء یعنی انوکھا، نوید اور بے نظیر خطبہ کہا کرتے تھے، جاخط نے لکھا ہے کہ اس کی یہ تقریر اتنی طویل تھی کہ صبح سے شام ہو گئی مگر خطیب عرب کا بیان جاری رہا، اس خطبے میں نہ تو اس نے کوئی بات و ہوائی نہ کسی لفظ کا اعادہ کیا۔ (قالوا: فخطب یوماً إلى الليل فبدأ عادنیہا حکمۃ واد معنی: معلوم ہوتا ہے کہ قیس نے یہ خطبہ موقع کی مناسبت سے بڑی محنت سے تیار کیا تھا، جاخط لکھتا ہے کہ اس نے لفریقین کے نمائندوں سے کہا تھا کہ :-

« عندی قری کل نازل ورضا کل ساخط وخطبة من لدن تطلع الشمس إلى ان تغرب، أمرتیہا بالتواصل و انہی فیہا عن التقاطع !

میرے پاس ہر آنے والے کے لئے بہانہ نوازی کا سامان، ہر نازل کی رضا مندی اور ایک ایسا خطبہ ہے جو سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک جاری رہے گا۔ اس میں دلوں کو جوڑنے کا حکم دوں گا اور قطع رحمی سے منع کروں گا۔

۱۳: خطبات جنگ و جدال

دور جاہلیت کے عرب خطباء بعض اوقات آتش انتقام کو بھڑکانے اور جنگ کے شعلوں میں بے خطر کود پڑنے کے لئے جویشی تقاریر کیا کرتے تھے، خطیب جاہلیت ہائی بن قبیصہ شیبانی کا وہ خطبہ جو اس نے یوم ذی قار کے موقع پر عربوں کو اہل فارس کے خلاف بھڑکانے کے لئے تیار کیا تھا اس سلسلے کی ایک واضح مثال ہے۔

۱۴: درباری اور استقبالیہ خطبات

دور جاہلیت کے بعض خطبات شاہی درباروں یا وفود کی آمد پر دئے گئے جن کا غائب رنگ انعام اور تہنیت ہے، خیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر نے عرب خطباء کی جو جماعت دربار کسری میں بھیجی تھی اس کے خطبات اسی ذمہ سے ملے ہیں (العقد الفرید ۲/۳۰۷)۔

۵: خطبات وعظ و نصیحت

اسلام سے پہلے جزیر عرب میں اخلاقی انحطاط کے علاوہ شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا جس کے رد عمل کے طور پر اہل عقل و دانش کا ایک گروہ "خفاء" کے نام سے پیدا ہو گیا تھا جو اصلاح معاشرہ اور توحید کی دعوت دیتے تھے، خطیب العرب قس بن ساعد الایادی اس گروہ کا سرخیل تھا۔

۶: خطبات نکاح

دستور تھا کہ جب کوئی مرد کسی عورت کو شادی کا پیغام دیتا تو اس کے قبیلے کا ایک سرگروہ خطیب لڑکی والوں کے ہاں خطبہ دیتا جس میں شادی کے خواہشمند نوجوان کے محاسن اور خاندانی وجاہت کا ذکر ہوتا، پھر عورت کے قبیلے کا خطیب اس کا جواب دیتا، دو لہا کا خطیب طویل تقریر کرتا مگر وہیں کا خطیب مختصر جواب دیتا تھا :-

خصائص

دور جاہلیت کے خطبات کا فطری اسلوب تسنّع و تانیہ سے خالی نہیں ہوتا تھا خطباء و خطبات تیار کرتے جو بچے تلے انداز میں پیش کئے جاتے تھے اور راوی انہیں یاد کر کے دہراتے تھے، اجزائے خطبہ کی ترتیب و ترکیب کا کوئی اصول نہ تھا، غلطی و لغزش انداز سے ان کا غالب رنگ سادگی اور سہولت ہوتی تھی مگر بات بالکل واضح کر دی جاتی تھی، اسی طرح مختصر جملوں کے ساتھ ساتھ خطبات بھی اختصار کا رنگ لئے ہوئے ہوتے تھے، عرب خطباء شعراء کے کلام اور ضرب الامثال سے استشہاد میں بھی کوئی قیادت محسوس نہیں کرتے تھے۔

اوصاف خطباء

زمانہ جاہلیت میں عرب خطباء کے بعض اوصاف ایسے تھے جن کے متعلق کتب ادب و تاریخ میں بکثرت اشارات ملتے ہیں، ان اوصاف میں سے بعض کا تعلق خطیب کی عظمت و جلالت سے ہے بعض لباس اور دیگر لوازمات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح کچھ باتیں معیوب بھی تصور ہوتی ہیں۔

خطیب کے پیدائشی اوصاف میں سے حوصلہ مندی اور حواس پر قابو رکھنے کو بہت اہمیت حاصل ہے، موقع کی مناسبت سے حاضر حجابی سے کام لینا اور جرات و حوصلے کے ساتھ حالات کا سامنا کرنا خطابت کے بنیادی لوازمات میں سے تھا، قوی دلائل اور مد مقابل پر چھپ جانے کی صلاحیت کو بھی جاہلی عرب قابل ستائش تصور کرتے تھے، گلابھاڑ کر بات کرنا اور باچھپیں کھولنا بھی پسندیدہ سمجھا جاتا تھا مگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وصف کو ناپسند فرمایا، آپ کا فرمان تھا کہ اِنِّیْ اَمِیْنٌ وَ اَلْاِشْقَادُ فِیْ ذَکَ اَمِیْنٌ باچھپیں کھول کر اور گلابھاڑ کر بات کرنے سے اعتنا نہ کرتا ہوں! بھاری اور رعب دار آواز خطیب کا بنیادی وصف تھا، چنانچہ ندام بن جعفر کہتا ہے۔

جَهَارَةُ الصَّوْتِ مِنْ اَجْلِ اَصْنَافِ الْخَطِیْبِ وَ حُسْنُ الْوَعْدِ

وَجَلَالَةُ مَوْقِعِهَا

یعنی جہیر الصوت ہونا خطیب کے عظیم ترین اوصاف، حسن خطابت اور اس کی عظمت تاثر کی ضمانت ہے۔

دور جاہلیت کے خطباء کے لباس کا لازمی حصہ عمامہ تھا کیونکہ بقول جاحظ عرب عماموں کو اپنے تاج (العمامۃ مِیْجَانُ العرب) تصور کرتے تھے، اونچی بگڑی ہوئی سرساز پر سر کر خطبہ دینا، محضرہ یا عصارہ ہاتھ میں رکھنا، یا اپنی کمان کے سپہائے خطبہ دینا بھی عرب خطباء کی مقبول عادات تھیں۔

دور جاہلیت کے عرب اپنے خطباء میں جو باتیں دیکھنا میسر قرار دیتے تھے ان میں عجمی (بات کرنے سے عاجز رکھنا) مختصر (بات کرتے کرتے رک جانا) اڑنا میں لگتے یا دیگر نقائص کا موجود ہونا اور لفظ و اعراب میں غلطی کرنا سرفہرست ہے۔ تقریب کے دوران کسی اچانک حادثے یا غارت سے خطیب کا ڈر جانا اور حرکت سے بات نہ کر سکا یا المی سیدھی باتیں بنانے لگنا بہت معیوب تصور کیا جاتا تھا، ایسے خطباء کسی ایک آدمی کا حادثہ کے باعث ہی زمانے بھر میں تسخیر و تسخیر کا لفظ بن جاتے تھے اور اپنے قبائل کے لئے شگ و عار کا باعث بنتے تھے۔

دور جاہلیت میں خطیب کا مقام

زمانہ جاہلیت میں عرب شاعر کو خطیب پر فوقیت دیتے تھے، بقول ابن شوق جن باتوں پر قبیلے کے افراد ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے۔ ان میں شاعر کی سپیائش بھی تھی مگر خطیب کی قدر و منزلت بھی بہت بلند تھی، جاحظ لکھتا ہے۔

وَكَانَ الْقَائِدُ اَرْبَعٌ كَدُّ لَامِنِ الْخَطِیْبِ وَ هُمْ اِلَيْهِ اَخُو حُرِّ دِ
مَنْ اَشْرَقَ عَلَيْهِمْ وَ تَدْبِیْرُهُمْ بِاَيِّ مِیْنٍ وَ كُنَّا كُنَّا
الشُّعْرَاءُ وَ كُنَّا الشُّعْرَاءُ وَ الشُّعْرَاءُ اَعْظَمُ قَدْرًا

وَمِنَ الشُّعْرَاءِ

شاعر کا مرتبہ خطیب سے بلند تھا کیونکہ ہر قبیلہ اپنے نفع و فائدے کو بآسانی

اور کارناموں کو یاد کرنے میں شاعر کے بہت محتاج ہوتے تھے،
مگر جب شعر و شعراء کی کثرت ہو گئی تو خطیب کا مرتبہ شاعر سے
علیہ ہو گیا!

بہر حال یہ جاخط کی رائے ہے لیکن قرین قیاس یہ نہیں کہ خطابت کا
منصب قیادت کا متقاضی ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ قیادت خطابت کی محتاج ہے
لیکن خطابت قیادت کی راہ ہموار کرتی ہے اور خطابت سے محرومی قیادت سے محرومی
کا باعث بھی ہو سکتی ہے، عرب کے خطباء اپنے قبیلے کے قائد و زعماء بھی ہوتے تھے،
عرب جہاں خطابت و تہذیب و حکومت و دانش کو قیادت و سیادت کے لئے ضروری
تصور کرتے تھے وہاں خطیب ان کی قیادت اور سرکاری بھی قبول کرتے تھے، استاد
احسان نص کے بیان سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

جاخط نے ایسے متعدد عرب خطباء کے نام دئے ہیں جو خطیب ہونے کیساتھ
ساتھ شاعر بھی تھے، بن میں قس بن ساعدہ الایادی، عمرو بن اہتم المنقری، کسیت
بن زید الاسدی، طرمج بن حکیم الطائی، عمران بن حطان شیبانی، نصر بن سہار اور
عجلان بن سبحان الباہلی جو خطیب العرب سبحان بن وائل کا بیٹا تھا، جاخط کا خیال ہے
کہ شعراء خطابت ایک ساتھ کسی شخصیت میں کم ہی جمع ہوتی ہے مگر جب یہ دونوں
جمع ہو جائیں تو خطابت خوب چمکتی ہے، وہ کہتا ہے۔

«رَفِي الخطباء مَنْ يَكُونُ شَاعِرًا وَيَكُونُ إِذَا تَحَدَّثَ أَوْ وَصَفَ
أَوْ أَحْبَبَ بَلِيغًا مُفَقِّهًا بَيِّنًا»

خطباء میں سے بعض شاعر بھی ہوتے ہیں، ایسا خطیب جب بولتا ہے
کہ نیا یا استدلال کرتا ہے تو فصیح البیان اور واضح انداز میں بات کرتا ہے!

دور جاہلی کے مشہور خطباء

یوں تو عرب کے ہر قبیلے میں فصاحت و بلاغت شعر و خطابت کے رنگ میں

۱۔ البیان ۲۔ دور جاہلی ۳۔ البیان ۴۔ دور جاہلی ۵۔ البیان ۶۔ دور جاہلی

کسی نہ کسی حد تک موجود تھی مگر جاخط کے بیان کے مطابق اس فن میں دو قبیلے
ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ ہیں بنو تمیم اور بنو ایاد، زمانہ جاہلیت میں
مگر عہد اسلام میں ان ہردو قبیلوں نے بڑے جلیل القدر خطباء پیدا کئے بنو ایاد
کے خطباء میں قس بن ساعدہ، القیظ بن معبد، البردوان بن حریز الایادی اور زید
بن جندب الایادی، بنو تمیم کے خطباء میں اکثم بن صیفی، صخرہ الحباشی، حاجب
بن ذرہ اور قیس بن عاصم بہت مشہور خطباء تھے۔

دیگر قبائل میں سے بنو کنانہ، بنو حنیفہ، بنو اسد اور بنو ربیعہ کے خطباء بھی مشہور تھے
چنانچہ بنو کنانہ میں سے کعب بن لؤی (جو الفصح العرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ
میں ساتویں نمبر پر ہیں) جو عموماً سخاوت و مروت اور نیکی کے متعلق اپنی قوم کے سامنے
تغاریز کیا کرتے تھے، ان کے علاوہ عقبہ بن ربیعہ، ولید بن ربیعہ اور سہیل بن عمرو
الاعلم بھی بنو کنانہ کے مشہور خطباء تھے، بنو حنیفہ میں سے خطبہ بن ضرار الحنفی،
بنو اسد میں سے ربیعہ بن حذر اور بنو ربیعہ میں سے ہانی بن قبیصہ شیبانی خطیب
یوم ذی قار عربی خطابت کی تاریخ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، بہر حال جاہلی دور کے
تین خطباء خصوصاً تذکرے کے مستحق ہیں:

۱۔ قس بن ساعدہ الایادی، قس بن ساعدہ کو خطیب العرب کہا جاتا ہے، فصاحت
و بلاغت اور حکمت و نصیحت میں اس کا نام ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے، وہ لوحیہ اور
روزنامہ پر ایمان رکھتا تھا اور عربوں کو بہت پرستی چھوڑ کر اپنے خالق کی عبادت
کی دعوت دیتا تھا، اس کا ایک مشہور خطبہ ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا هُوَ وَهُوَ، مَنِ عَاشَ مَاتَ، وَمَنِ مَاتَ قَاتَا
وَمَنِ مَاتَ هُوَ آتٍ، أَيْلُ دَاجٍ وَفَكَرَ سَاجٍ، وَمَسَاغُ ذَاتِ ابْتِرَاجٍ،
وَعُجُومُ تَرْجَمُ، وَتَجَارُ تَرْجَمُ وَجَالُ مَرْسَاةٍ وَارْضُ مَدْحَاةٍ، وَانْقَادُ
مُجَوَّافٍ، إِنَّ فِي السَّمَاءِ لَخَبْرًا وَإِنَّ فِي الْأَرْضِ لَعِبْرًا، مَا تَبَالُ النَّاسُ
بِذُنُوبِهِمْ وَلَا يَتَذَكَّرُونَ، أَرْضُؤْا أَلَا تَتَذَكَّرُونَ

فَمَا مَوْءَاظُكُمْ قَسَمٌ بِاللَّهِ قَسَمًا لَّيْسَ فِيهِ لَكُمْ آلَافٌ مِّمَّا دِينًا
هُوَ أَرْغَضَ لَكُمْ وَأَفْضَلُ مِنْ دِينِكُمْ الَّذِي أَتَاكُمْ عَلَيْهِ، إِنَّكُمْ
لَتَأْتُونَ مِنَ الْآخِرِ مَذَكَّرًا !

لوگو! سنو اور یاد رکھو، جو زندہ ہے وہ مرے گا، جو مر گیا وہ کھو گیا، جو آج
ہے وہ آگے گھا، تاریک رات، روزِ روشن، یہ سچوں والا آسمان، چمکتے
ستارے، مٹھائیں ہارنے سمندر، گائے جو گے ہمارے بھی ہوئی زمین
اور جتنے دریا سب جبریں ہیں آسمان میں یقیناً دلائلِ ربانی ہیں اور زمین
میں جبریں ہیں، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جاتے ہیں تو آگے نہیں اکیا وہ خوش
ہو کر بھڑکے یا انہیں چھوڑ دیا گیا تو وہ سو گئے ہیں! اُس اللہ کی قسم کہتا
ہے جس میں گناہ نہیں کہ اللہ کا ایک مین ہے جو نہ ہمارے لئے زیادہ پسندیدہ
اور نہ ہمارے اس دین سے افضل ہے جس پر ہم عمل پیرا ہو، بلاشبہ قسم ناپسندیدہ
باتوں کا انتخاب کرتے ہو!

(۱۲) اکثم بن صبیح بن قیس کا خطیب اعظم تھا عرب کے وناؤں اور ماہرینِ نسب میں سب سے
زیادہ فصیح تھا، اصابتِ فکر، قوتِ دلیل اور صلاحِ وقتِ لفظ و معنی میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔
کسری ایران کے دربار میں خطبہ دیا تو بادشاہ نے بہت داد دی، اس میں وہ کہتا ہے
« إِنَّ الْفَضْلَ أَوْشِيَاءُ أَعْلَاهَا وَأَعْلَى الرِّجَالِ مَلُوكُهُمْ وَأَفْضَلُ الْمُلُوكِ أَعْلَاهَا
فَنَعَا وَخَيْرُ الزَّمَانِ أَخْصَبُهَا وَأَفْضَلُ الْخُطْبَاءِ أَحْصَدُهَا،
اشیاء میں افضل وہ ہیں جو بلند ترین ہیں، مردوں میں اعلیٰ بادشاہ ہوتے ہیں۔
بادشاہوں میں افضل وہ ہیں جن کا لفظ سب سے زیادہ ہو، بہترین زمانہ خوشحالی کا زمانہ
ہے اور خطباء میں افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ سچا ہو!

(۱۳) قیس بن خازم غطفانی، چالیس سالہ جنگِ لیس و غیرہ کو ایک تقریر سے ختم کرنے والا،
صبح سے شام تک تمام دن سب سے پہلا خطبہ دینے والا عرب اور بنو غطفان کا قابلِ فخر خطیب
جس کا عظیم الشان تاریخی خطبہ العذراء یعنی النکاح کہلاتا ہے جس کا ذکر خطباتِ معصنات کے
مضمین میں گزر چکا ہے!

خطابتِ عہدِ اسلامی میں

نظر آتی ہے۔

اسلامی نظام حکومت کی شکل کچھ بھی ہو مگر اس کی روح سراپا جمہوریت ہے، خلافت امت کے عام افراد کے درمیان ان کی تائید سے قائم ہوتی تھی اور پھر ان کے محاسبے اور تائید سے آگے چلتی تھی۔ اس کے علاوہ اسلام نے نہ صرف موروں کی بارشائیت و ظالم آمریت کو مسترد کر دیا بلکہ روم و ایران کی ظالم و متبدل شہنشاہیتوں کو بھی کھلا چیلنج دیا، اس لئے اسلامی تحریک تاریخ کا ایک عظیم الشان انقلاب تھا جس نے نہ صرف زندگی کے اظہار بدلے لئے بلکہ فکر کے دھارے بھی یکسر بدل دئے اور ایک ایسی فضا پیدا ہوئی جس نے خطابت کے لئے خوشگوار ماحول اور سہوار راستے ہیا کر دیئے، لہذا قدرتی بات ہے کہ دور جاہلیت کی نسبت عہد اسلامی میں خطابت کے فن کو نہ صرف ترقی کا موقع ملا بلکہ اسے نئی راہیں بھی میسر آئیں، اغراض و مقاصد کی بلندی اور اہمیت میں اضافے کے ساتھ ساتھ خطابت کے موضوعات و اسالیب میں تنوع و تبدل کی صورتیں بھی پیدا ہوئیں۔

اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ فکری اور دینی تحریکات بھی ہمیشہ جوہر خطابت کی مہم جوں منت رہی ہیں، خطیبانہ فصاحت و بلاغت میں کمال و اعلا فکر و دین کا عطر امتیاز رہا ہے تمام انبیائے کرام اور داعیان حق و مصلحین امت نے اپنے اپنے زمانے میں انسانی ذہنوں کو متاثر کر لے اور آواز حق کو دلوں میں اتارنے کے لئے ہمیشہ لطف و بیان کے اعجاز کو ہی آزمایا ہے، ہمارے نبی امی الفصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعوت اسلام کو عام کرنے اور مشرکین عرب کو اپنی نبوت و رسالت کا قائل بنانے کے لئے کتاب اللہ کی آیات حکمت و اعجاز پڑھ کر سننے کے علاوہ اپنے خدا واد جوہر خطابت کو بھی استعمال کیا، ہجرت کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست کی تنظیم اور ایک مثالی فلاحی و صالح معاشرے کے قیام کے لئے بھی آپ کا خطیبانہ کمال و تدبیر اور پیغمبرانہ حکمت و وعظ کام

خطابت عہد اسلامی میں

ظہور اسلام نہ صرف تاریخ عرب و اسلام بلکہ تاریخ انسانی کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جس نے تاریخ کو ایک نیا رخ عطا کیا، اسلام کی آمد سے خطابت پر بھی بہت گہرا اثر پڑا تاریخ شاہد ہے کہ خطابت ہمیشہ دو قسم کے حالات میں ترقی کرتی اور پروان چڑھتی ہے، کبھی لوگوں ہوتا ہے کہ سوئی ہوئی یا مغلوب و مقہور قوم کا مقدر جاگ اٹھتا ہے اور اس کی تاریخ ایک نئی کروٹ لیتی ہے جس کے نتیجے میں عظیم حوادث اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں یا جب کبھی جمہوری قسم کا نظام حکومت برپا ہوتا ہے، قوم اور حکومت کو صحیح رخ پر ڈالنے، محاسبہ کرنے اور روشن مستقبل کی طرف بڑھنے کے لئے بات کرنے والوں کی ضرورت پڑتی ہے، ایسے حالات میں خطابت نہ صرف پروان چڑھتی ہے بلکہ کام بھی سنوارتی ہے، دوسرے لفظوں میں یہ حالات خطباء کو جنم دیتے ہیں اور ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان کا جوہر خطابت کام آتا ہے۔

تاریخ انسانی کے بڑے بڑے انقلابات کا منظر اور پس منظر یہی رہا ہے، یونان و روم کی فتوحات اور وہاں کے نظام حکومت نے خطباء کو جنم دیا اور ان کے سہارے ان کا مسئلہ آگے بڑھا، اسلامی انقلاب نے بھی عظیم و جلیل خطباء کو جنم دیا اور یہ خطباء کبھی دین و سیاست کے منبر پر اور کبھی میدان جہاد میں اس انقلابی تحریک کو آگے بڑھاتے رہے، انگلستان کے پارلیمانی نظام انقلاب فرانس اور روس کے اشتراک کی انقلاب میں بھی یہی صورت حال

کے لئے بھی آپ کا خلیفہ نہ کمال و تدبیر اور پیغمبرانہ حکمت و وعظ کا کام آیا، استناد
صالح انصاف فرماتے ہیں۔

”ومن الحق أن النظام الذي يقترطه الذي كان سائدا في صدر
الإسلام منذ أعان على ازدهار الخطابة في هذا العصر
وأتاح لمن يشاء أن يعتلي منصة الخطابة وأن يجهر برأيه
ويؤيد أو يعارض ما يجد أو يشاء وكان يباح لمن يشاء من
العرفية في ذلك العصر أن يناقش الخليفة أو الوالي في شئون
الحكم والسياسة والدين ويشتريها ما كان الخليفة يتخلى عن رأيه
رياً أخذ برأى مخالفه إذا رأى الحق في جانبهم، وكان الخلفاء
الراشدون يطالبون الناس بمواخذتهم ومحابستهم
إذا أحادوا عن جادة الحق والعدالة“

یعنی یہ بات ثابت ہے کہ صدر اسلام میں رائج جمہوری نظام نے
اس عہد میں خطابت کے پھلنے پھولنے میں بہت مدد دی، ہر ایک
کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ نیز خطابت پر ممکن ہو کر اعلانِ رائے اپنی رائے کا
اظہار کرے، تائید میں یا مخالفت میں، ستائش کرتے ہوئے یا مذمت
کرتے ہوئے، رعایا کے ہر فرد کو یہ حق تھا کہ وہ حکومت و سیاست
اور دین کے معاملات میں خلیفہ یا والی سے بحث کرے، بسا اوقات
خلیفہ اپنی رائے سے دست بردوار ہو جاتا اور اپنے مخالفین کی درست
و برحق رائے پر عمل کرتا، غرض کہ راشدین خود لوگوں سے مطالبہ کرتے
تھے کہ اگر وہ حق و عدالت کے راستے سے ہٹ جائیں تو ان کا مواخذہ
و محاسبہ کیا جائے!

اسلام کی آمد سے خطابت کے موضوعات و اسباب میں تبدیلی کے علاوہ
انواع و اقسام میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی، چنانچہ بعض مشافہ خطبہ شریک ہو گئیں

اور بعض نئی اقسام کا اضافہ ہوا، تفاخر و انتقام جو کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف
ہیں اس لئے جنگ و انتقام پر کسانے والے خطبات اور خطباتِ شافرت و تفاخر
بھی متروک ہو گئے، اس عہد میں خطابت کی چند نئی اقسام بھی وجود میں آئیں۔
عہد نبوی و خلافت راشدہ اور شواہد کے عہد میں خطابت عربی فصاحت و بلاغت
کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس میں لفظی اسلوب بیان کی سلاست و روانی کے ساتھ
ساتھ معنی کی گہرائی اور اثر انگیزی بھی موجود ہے۔ خطباء کے سامنے کوئی تحریری
نواد و اصول نہیں تھے لیکن وہ موقع اور مناسبت کی بات کرتے، مقصد تقریر
اور سامعین کے دلوں پر اثر انگیزی کے انداز سے فطرتاً آگاہ تھے۔ تاہم قرآن مجید
حدیث نبوی اور خطبات نبوت کے نمونے ان کے سامنے موجود تھے وہ
ان سرچشموں سے مستفید بھی ہوتے اور اپنے بیان کی رونق و چاشنی کے لئے ان
سے اقتباسات و شواہد بھی پیش کرتے تھے، مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ اور عیدین کے
خطبات کا یہ سلسلہ مشروع مواد اہل اسلام کا ہفتہ وار معمول بن گیا اور یہ سلسلہ آج
تک اسی تسلسل کے ساتھ جاری ہے، خطیب کا وعظ و بیان اور خطبہ جمعہ مسلمانوں
کے دینی شعائر کا ایک حصہ بن گیا۔

وعظ و ارشاد کے ہفتہ وار خطبات کے علاوہ جوامعات خطبہ و تقریر وجود میں آئیں
ان میں خطباتِ جہاد، خطباتِ مناظرہ، خطباتِ فتوحات، خطباتِ تعزیت، سیاسی
خطبات و تقاریر اور خطبات و فتوے و استقبال کے علاوہ ایک اور اہم قسم بھی وجود
میں آئی جسے خطباتِ خلافت و ولایت کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب نیا
خلیفہ مینا یا نیا والی مقرر ہوتا تو وہ اپنی حکومت کے آغاز پر ایک خطبہ دیتا جس
میں وہ اپنی سیاسی پالیسیوں کا تعین کرتا، بعد کے ادوار میں خصوصاً نئے دور میں
خطبات کی چند اور اقسام کا اضافہ ہوا۔ جن میں پارلیمانی تقاریر، علمی و اصلاحی
خطبات اور انتخابی تقاریر بہت اہم اور نمایاں ہیں، مصر و شام، ترکی و ایران
اور برصغیر پاک و ہند کی تاریخ خطابت میں ان تقاریر و خطبات کی مثالیں کثرت

موجود ہیں۔

مشہور خطباء اسلام

ظہور اسلام کے بعد اسلامی تاریخ میں جو عظیم خطباء پیدا ہوئے ان میں سے بعض کا ذکر آئندہ طور پر اور تفصیل سے کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو سکے کہ حضرت انجیل العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت اور بلاغت کے اثرات کتنے گہرے اور آپ کی تعلیمات کے نتائج کتنے دور رس تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں خطباء کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی، انصار مدینہ میں سے حضرت ثابت بن قیس انصاری کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ خطیب رسول اللہ کے نائب مقرر ہوئے۔ مختلف مواقع پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب کی حیثیت سے اپنی فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتے تھے، خصوصاً عام روزوں میں مختلف قبائل کے وفد کی آمد پر حسب ضرورت وہی خطبہ ارشاد فرماتے تھے ان کے علاوہ حضرت سعد بن ربیع، سید الخوارج حضرت سعد بن عبادہ اور خطیب یوم سقیفہ حضرت حباب بن منذر انصار کے خطباء میں بہت ہی بلند مقام رکھتے ہیں۔ جمہور میں حضرت عبدالرحمن بن عوف، الزبیر بن العوام، خالد بن ولید، عبداللہ بن مسعود، طلحہ بن عبید اللہ، نعمان بن مقرن، مغیرہ بن زرارہ، سعد بن ابی وقاص، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، عقبہ بن غزوہ اور ربیع بن عامر خطابت کی تاریخ کے چند زندہ و تابندہ رجال میں سے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت اسلامیہ اختلاف اور خلفشار کی آزمائش سے گزری، متعدد حوادث پیش آئے اور کئی ایک شورشیں برپا ہوئیں، جنگ جمل، جنگ صفین، واقعہ حکیم، شیعہ و خوارج کی آویزش اور ابن زبیر کی خلافت کے اعلان کا موقع پیش آیا تو مسلمانوں میں متعدد سیاسی و فکری گروہ سامنے آئے، اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گروہ نے اپنی اپنی تائید و حمایت کے لئے خطابت کا ہتھیار آزمایا، خلیفہ رابع ہشام بن عبدالملک حضرت علی کریم اللہ وجہہ

خطباء فصاحت و بلاغت میں انجیل العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اونچا درجہ رکھتے ہیں آپ کی تائید میں خطباء کی ایک جماعت آگے آئی جس نے حیدر کرار کے رنگ میں خطابت کے معرکے سر کئے ان میں حضرت ابن عباس کے علاوہ ائمہ فقیہی عمر بن یاسر، عدی بن حاتم طائی، ہاشم بن عقبہ، قتادہ بن عمرو، جریر بن عبداللہ، عبداللہ بن بدیل الخزرجی، اسحاق بن قیس، جعفیہ بن صوحان، عکرمہ بن ابی اسلمہ اور ام الحارث بنت النخعیہ بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ کی تائید کے لئے بھی خطباء کی ایک جماعت موجود تھی جن میں حضرت عمرو بن العاص، سعید بن العاص، حبیب بن مسلمہ الفہری ذوالکلاع الحمیری اور یزید بن اسد الجلی کے نام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس چکر کا ایک سیاسی گروہ جو مشر و ادب اور خطبات میں بھی بہت اہم مقام رکھتا ہے وہ خوارج کا گروہ ہے، خوارج کے خطباء میں سے عبداللہ بن زبیر الراسی، ابن الکواثر، شریح بن ابی العباس، حمران بن زبیر بن حصین طائی، نافع بن اذرق اور قطری بن العجاء کے نام قابل ذکر ہیں۔

و اعطین خطباء کی بھی ایک جماعت تھی جو مختلف شہروں کی مساجد اور ارشاد و اصلاح کی مجالس میں خطبات دیتے تھے، جن میں حضرت ابوموسیٰ الاشجری، مسلم بن حذاف، قاضی مسجد نبوی اور حضرت حسن بصری کا مقام بہت بلند ہے۔

اسلام کی چودہ صدیوں کے دوران خطابت کے میدان کے بعض شہسواروں کا ذرا مفصل تذکرہ بھی غیر ضروری نہیں ہوگا، خلفائے راشدین سے آغاز ہوتا ہے۔

(۱) حضرت صدیق اکبر

صدیق امت اسلامیہ و رفیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خطیب یوم سقیفہ و خلیفہ اول حضرت ابوبکر عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ اسلامی خطابت کی تاریخ کا سنگ میل ہیں۔ آپ کا تاریخی بلکہ تاریخ ساز خطبہ یوم سقیفہ بھی تاریخ اسلام کا ایک سنگ میل ثابت ہوا جس نے نہ صرف امت اسلامیہ

کو انتشار و افتراق سے محفوظ کر دیا، بلکہ تدریجاً ملحدین و کفریہ زکوٰۃ کذاب و دعویٰ نبوت کا نفع منع کرنے کی راہ ہموار کر دی اور پھر فتوحات اسلام کا ایک ایسا دروازہ کھلا جس کے طفیل مسلمانوں نے ایک صدی کے اندر اندر اس وقت کی دو سب سے بڑی قوموں کو شکست دے کر اسلام کو وہ شوکت و ہیبت عطا کر دی جس کے اثرات آج تک اقوام عالم کے دلوں سے محو نہیں ہو سکے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے القاب سے نوازے گئے، نبوت سے پہلے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شخص دوست رفیق ہمہ تن تھے پھر بعثت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، یارِ نادر اور سفرِ حضر میں رفیق رہے آپ کی وفات کے بعد انہوں نے امتِ اسلامیہ کی قیادت سنبھالی اور اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مضبوط بنا کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

خطبہ یومِ حقیفہ میں آپ نے ارشاد فرمایا اور

ایہا الناس انھن المهاجرون اول الناس الاسلام و اولکم ہم
انساباً و اولہم داراً و احسنہم وجوہاً و اکثر الناس ولادۃ
فی العرب اوسمہم بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسلمت قبلکم و قد منانی القرآن علیکم نقلاً تبارک و تعالی
و انسا بقولہ اَلْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الْاَوَّلِیْنَ
اَتَّبِعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ، انھن للمہاجرین و انتم الوصار
اخواننا فی الدین و مشرکنا فی الفی و انصارنا علی اللہ
اویتہم و اسیتہم فجاءکم اللہ خیراً فنعن الازمراء و انتم
الوزراء۔ او تدین العرب او لهذا الحق من قریش فلا
تفسوا علی اخوانکم المهاجریں ما منحکم اللہ من فضلہ
انھن اهل اللہ و اقرب الناس بیتنا من بیتہ اللہ و اوسمہم
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا الزمران

انصاریت لہ الخ و رج لہ تقصر عنہ الاوس، وان تطارد
لہ الاوس لہ تقصر عنہ الخ و رج وقد کان بین العیین
قتلی و تنسی و جرحی و تشدد اوی بن نفع منکم ناحق فقد
جلس بین یحییٰ اُسد یضغمدہ المهاجری و یجرحہ الانصار
لوگو! ہم مهاجریں ہیں جو سب لوگوں سے پہلے اسلام لائے
گھر کے لحاظ سے بھی ہم وسط میں ہیں، حسب و نسب میں سب سے
بندگ ہیں، سب سے خوبرو ہیں، تمام عرب میں کثیر النسل ہیں،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ رکھتے ہیں، ہم تم سے
پہلے اسلام لائے، قرآن کریم میں ہمیں تم پر تقدم رکھا گیا ہے، چنانچہ
انشاء و بانی ہے، مهاجریں و انصار میں سے سابقین اولین جنہوں
نے جہلائی کے ساتھ ان کا اتباع کیا، تو ہم میں مهاجریں اور آپ میں
الانصار، دین میں ہمارے بھائی، مال غنیمت میں ہمارے شریک اور
دشمن کے خلاف ہمارے مددگار، آپ نے پناہ دی اور مدد دی کی
الذات آپ کو بخیر کے خیر سے، سو ہم امراء ہیں اور آپ وزراء ہیں عرب
اس قبیلہ قریش کے علاوہ کسی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے، آپ کو
اپنے ہمارے بھائیوں سے اس نعمت میں مقابلہ نہیں کرنا چاہیے جو
انہیں اللہ نے دیا ہے، ہم اللہ کے گھر والے ہیں، ہمارے گھر بیت اللہ
کے سب سے زیادہ قریب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
قریب ترین رشتہ رکھتے ہیں، مسلمہ خلافت کے لئے اگر خزعرج نے ہاتھ
پاؤں مارے تو اس بھی ان سے پیچھے نہیں رہیں گے، اور اگر اوس
نے خلافت کے لئے کوشش کی تو خزعرج اسے پیچھے نہیں رہیں گے،
ان دونوں قبیلوں کے مقتول اور زخمی بھی تھے جنہیں فراموش کرنا

یا ان کی دعا کن ممکن نہیں، تو اب اگر آپ میں سے کسی نے آواز نکالی تو گو یا اس نے خود کو شیر کے جھڑوں میں دے دیا، ہمارا جی اسے نگل جائے گا اور انصار اسے لوچ ڈالیں گے۔

۲۔ حضرت فاروق اعظمؓ

ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی کتاب میں اس حدیث پر حضرت فاروق اعظمؓ کے لفظ سے ملتا ہے کہ "انسان کی ایک مثالی حکمران کی حیثیت سے ایک مثالی رہنما کی ریاست کا نمونہ پیش کیا، اسلامی خطابت کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں بقول احمد الامجدیؒ: "كان احمد الله من ابي الناس مسلطاً و ابدى لهم عبادة و اكلهم صواباً و حصمة و ابرؤا لهم لشعروا نقد هم له" کہ وہ گفتار میں سب سے زیادہ واضح انداز والے، بیخ ترین عبارت سے زیادہ حکمت و صواب ان کے کلام کی خوبی تھی، شعر پر سب سے گہری ناقدانہ نظر رکھتے تھے، جاحظ انہیں "علم الناس بالشعر" قرار دیتا تھا، ابن رشتی القیرانی انہیں "الفضل زمانہ للشعر" لکھتا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ "سینہ فاروقی اعظم را بمنزل لغات تصور کن کہ در ہائے مختلف وارد و در ہر سے صاحب کمال نشست"۔

کتب ادب و تاریخ میں ان کی فصاحت و بلاغت و کمال خطابت کی متقدّم شاہین موجود ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے:

بكل شئ رأس ورأس معروف تعجيداً:

یعنی ہر شے کی روح ہوتی ہے اور نیکی کی روح یہ ہے کہ اس میں محبت سے کام لیا جائے!

اور فرمایا:

الرجال ثلثة: رجل يظفر في الأمور قبل أن تقع فيصددها

مصددها ورجل متوصل لا ينظر في ما نزلت به نازلة

شاوہا من السرائر في قليل قولهم، ورجل حائر بائس وشدائد وادب مع شدا:

آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہے جو توجہ پذیر ہونے سے قبل ہی معاملات پر نظر رکھتا ہے اس لئے ان سے کما حقہ عہدہ برآ ہوتا ہے، دوسرا تو کل پسند آدمی ہے جو قبل از وقت نہیں دیکھتا مگر مشکل آن پڑے تو اہل عقل و فکر سے مشورہ کرتا ہے اور ان کی رائے کو قبول کر لیتا ہے، تیسرا آدمی وہ ہے جو حیرت میں بھٹکنے والا ہے نہ تو وہ عقل کی بات مانتا ہے اور نہ کسی رہنما کی سنتا ہے!

ایک خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"يا ايها الناس ان الله اتي حليين وانا اخصب الله من قرأ القرآن ان الله انما يريد به الله وما عنده، الو قد خيل الى ان اقواما يقرؤون القرآن يريدون به ما عند الناس: الو فآريدوا الله بقراءتكم وآريدوا باعمالكم فإنا ما كنا نعزفكم اذ الوحي ينزل واذ اني صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا، فقد رجع الوحي وذهب السبي عليه السلام، فإنا ما نعزفكم بما أقول لكم: الو فمن أظهر لنا خيراً واطناً به خيراً واثيناً عليه ومن أظهر لنا شرّاً واطناً به شرّاً واثيناً عليه: افعدا واهذه النفس عن شهواتها فإنها طلعة وانكم لا تقفوها شغل بكم الى مشغاية إن هذا الحق ثقيل مرثا وإن الباطل خفيف رثا، وتروى الخطيئة خيراً من معالجة الثوبة: ورجل نظرة فرغت شهوة، وشهوة ساعة اورشت حزناً طويلاً!

لوگو! ایک وقت تھا کہ جب میں یہ گمان کیا کرتا تھا کہ جو بھی قرآن کریم پڑھتا ہے اس کا مقصد اللہ کی ذات اور اس کے ہاں سے اجر و ثواب ہوتا ہے۔ ہاں اب مجھے لگ رہا ہے کہ کچھ لوگ قرآن کریم پڑھتے ہیں مگر اس کا اجر و ثواب سے مقصود ہوتا ہے اسنو! تفاوت قرآن کریم سے تمہارا مقصود صرف اللہ کی ذات ہونی چاہیے کیونکہ تم نہیں اس وقت نور پہچان لیتے تھے جب منزل وحی کا سلسلہ جاری تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے مگر اب وحی نواٹھائی گئی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خست ہو چکے اس لئے اب میں جو کچھ تم سے کہوں گا اسی سے ہی تم مجھے پہچان لو گے، ہاں تو جو چہارے سامنے مجھالی کا اظہار کرے گا ہم اسے بھلا ہی تصور کریں اور اس کی ستائش کریں گے۔ اور جس نے ہمارے سامنے بدی کا مظاہرہ کیا ہم اسے بدی تصور کریں گے اور اس سے نفرت کریں گے۔ اپنے فضول کو ان کی خواہشات سے روکتے رہا کرو کیونکہ یہ اپنی ہوسوں کی جانب شدید میلان رکھتے ہیں اگر تم انہیں باز نہ رکھو گے تو یہ تمہیں بدترین منزل تک گھسیٹے رہ جائیں گے، حق تو تو بھل گئے ہو مگر خدا کے لحاظ سے خوشگوار ہوتا ہے مگر باطل ہلکا ٹھیک ہوتا ہے لیکن عاقبت کے لحاظ سے بہت گند اور ناگوار ہوتا ہے۔ تو یہ کی ضرورت پہلے سے بہتر یہی ہے کہ گناہی حرکت کیا جائے، بعض اوقات ایک نظر بھی شہوت کاری کا باعث بن جاتی ہے اور لمحہ بھر کی ہوس رانی طویل رنج کا شکار بنا دیتی ہے۔

۳۔ شہید قرآن ذوالنورین رضی اللہ عنہ

علیہ منظر امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کا مادی و مابہا اور صبح و شام کا روزانہ قرآن مجید تھا جن کے ہر وقت اقدام سے امت قرآن مجید

کی ایک قرأت یعنی ہر قریشی متفق ہو گئی تھی اور جن کی شہادت دراصل کتاب اللہ کی صحت و حفاظت کی شہادت و دلیل قطعی بھی ہے کہ اگر معاذا اللہ قرآن مجید میں کسی حرف کی بھی تحریف ہوتی تو باطنی قاتل ان پر کچھ اچھا نہ کئے لئے تحریف قرآن کی تہمت لگائے اور آج وہ غلیظہ مظلوم و شہید قرآن نہ کہلا سکتے، وہ بھی عربی و اسلامی خطابت کی تاریخ میں ناقابل فراموش مقام رکھتے ہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق احمد الاسکندر می لکھتے ہیں:

كان حبه الله من بغلو الخفاء وأوجزهم نقلا وأجزلهم معنی واسمهم عبارة۔

وہ بلیغ خفا میں سے تھے، ان کے الفاظ کم اور معنی عظیم ہو گئے تھے اور ان کا اسلوب عبارت آسان ترین ہوتا تھا۔

انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کا خطبہ سنکر تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يا أيها الناس! انكوا النساء على آباءكم و اخوتكم نسائي

اسم اربؤ في بكر الصديق ولدا اشمه به من هذا:

لوگو! عورتوں سے نکاح کرو تو ان کے باپوں اور بھائیوں کو دیکھ کر کیا کرو کیونکہ مجھے ابوبکر صدیق کی اولاد میں سے کوئی بچہ بھی ان کے مشابہ نظر نہیں آیا سوائے اس بچے (ابن زبیر) کے! (جو حضرت ابوبکرؓ کے نواسے تھے)!

باطنی قاتل جب عاشق قرآن کو شہید کرنے کے لئے سرکشی پر اتر آئے تو ظلمت کی شہادت سے پہلے پڑھنا ارشاد فرمایا تھا۔

لكل امة آفة و لكل نعمة عاهة و ان آفة هذه الامة عيالون طعاون يظلمون لكم ما تحبون و ليسون ما تكرهون

طعام مثل النعام يتبعون اولنا على لقد نقصوا على ما نكرو

۱/ ۴۰۶ البیان ۱/ ۳۷۷

على عمرو ورضي عنهما قسما منهم واولئکما اذی لا تغرب
ناصر او اعز نصر او افضل فضل من مالى فمالی لا افعلى الفضل
ما اشاء الله

ہر قسم کی ایک آفت ہوتی ہے اور ہر نعمت کے لئے انجام کار ہر حال
ہوتا ہے، اس نعمت کی آفت وہ عیب جو طعنہ زن اور بدخواہ منافق
ہیں جو اظہار تو ان باتوں کا کالے ہیں جنہیں تم سپرد کرتے ہو مگر ان
کے دلوں میں وہ نہ چھپا ہوتا ہے جسے تم مکر وہ سمجھ گئے، یہ آوارہ
اور باشعور غرض قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جو بچی کوئی کوتاہی کا لیں کالیں کرتا
سننے ہیں اس کے پیچھے ہوتے ہیں، ان لوگوں کو جو بات مہربی طرف سے
ناگوار معلوم ہوتی ہے وہی بات انہیں حضرت عمرؓ سے بھی ناگوار لگی مگر
عمرؓ نے انہیں رکام نہ کر ان کا قلع قمع کر دیا تھا! اللہ کی قسم یہ تربی
ترین مددگار بھی دکھتا ہوں اور اذرا خداوندان کی کثیر تعداد بھی
میرے پاس فاضل دولت کی بھی کمی نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ میں اپنی
اس فاضل دولت کو بھی اپنی مرضی سے نہیں خرچ کر رہا ہوں، یعنی قضا
یاد دولت سے ان فتنہ پر وازوں کو زیر کر سکتا ہوں مگر اپنی حق طر
امت مسلمہ کا خون بہانے کے سیدھے مغلوبیت و شہادت کی موت کو

ترجیح دیتا ہوں!

۱۴ فاتح خیر محمد رکن رضی اللہ عنہ

عربی فصاحت و بلاغت اور اسلامی خطابت کی تاریخ کا ایک روشن چوٹی دا
بنیاد پر حضرت ابو الحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں جن کی منقبت یہی کافی
ہے کہ انصاع العرب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ اسلام میں اور وہ باب مدینہ العلم
ہیں، احمد والاسکندری کہتے ہیں۔

وکان رجلاً اللہ اذ صبح الناس بجہد رسول اللہ واکثرہم

علماؤہم اذ شدوا فی الحق، وھو امام الخطباء من العرب
علی الی طریق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
سید کرار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
بڑے فصیح و بلیغ، سب سے بڑے عالم اور زاہد اور حق پرستی میں
آہستہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب لفظ استثناء
خطبات عرب کے امام تھے!

خلفائے اسلام میں سے صرف وہی صاحب دیوان شاعر ہیں، ان کے
اقوال حکمت اور فصیح و بلیغ خطبات کتب ادب بھری پڑی ہیں، خطبات گیارہویں
علم کے سمندر میں جن کے ہر گوشے میں حکمت کے موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ فرمایا
موتے تھے!

”اوصیکم بأربع لوصیرنکم الیہا اباطال بل لکن لھا
أمد، حیون أحد منکم الوریہ ولا یخائن الوریہ
ولا یستغنی اذا سئل عما لا یعلم ان یقول: لا أعلم ولا اذ لم
یعلم الشئی ان یتعلمہ، وان الصبر من الایمان بمنزلۃ
الرأس من الجسد فبأذ تطع الرأس ذھب الجسد وکذا ذلک
اذا ذھب الایمان“

چند باتوں کی تہنیں نصیحت کرتا ہوں اگر تم ان کی خاطر سطر کرو تو بھی
مدد ہے، اللہ کے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھے، ڈر سے صحت
اپنے گنہ سے، اگر کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا اسے
علم نہ ہو تو یہ کہتے ہوئے نہ شرعاً کہ مجھے علم نہیں، اسی طرح جو بات
معلوم نہ ہو تو اسے سیکھنے سے بھی نہ شرعاً رکھے اور ایمان، صبر ایمان کی
وہی حکم رکھنا ہے جو جسم کے لئے سر کا ہے، سر کاٹ جائے تو جسم کھ گیا، اسی

سہ البدینہ ۷۷/۲

طرح جس کے جانے سے ایمان بھی گیا !
عرب خطابت کی تار سچ میں اس کی نظیر نہیں ملتی کہ خطیب اپنے خطبے میں کسی
شاعر کے شعر کو یوں سجا سکے جس طرح ماہر مرثیہ گو مٹھی میں نگینہ جڑو دیا کرتا ہے
یکمال صفت باب مدینۃ العلوم کو حاصل تھا، دیکھئے :

اما بعد، فیان معصیۃ الناصح الشفیق العالم المحبوب تورث
الحیوة وتعقب السداۃ، وقد کنیت امرئ حکم فی ہذا
الحکومتۃ اصری ولخلت بکم مخزون رأی، لو کان یطاع
لقصیر اصر، انما یتم علی ما بآء المخالفین الخفاۃ والمناہذین
العصاة حتی ارتاب الناصح بنصیحة وضن الزند بقدرہ
ذکیت وایاکم کما قال آخر ہوازن :

امرئہم اصری بمنعج الدی فلم یستنبوا النصح الاضعی الغد
مشفق عالم تجرید کار خیر خواہ کی نافرمانی بھگنے اور نام ہونے پر منتج ہوتی
ہے، اس حکیم کے متعلق میں نے تہیں اپنا حکم دے دیا تھا اور اپنی غلطی
رانے واضح کر دی تھی، کاش تفسیر کا حکم مان لیا جاتا کرتا، مگر تم نے بھٹاکا
من القوی اور اکر لے والے نافرمانی کی طرح میرا حکم نہ مانا حتی کہ مخلص
کو اپنی خیر خواہی میں شک ہونے لگا اور کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا، میری اور
تمہاری کیفیت ہوازن کے اس شاعر کی سی تھی جس نے کہا تھا کہ میں
لونی پہاڑ کے ڈھلوان کسے پاس انہیں اپنا حکم دے دیا تھا۔ مگر
میرے اخلاص اور خیر خواہی کا علم انہیں اگلے روز چاشت کے
وقت ہی ہو سکا !

اس مختصر خطبے میں ایک ضرب المثل اور ایک شعر کو کتنی خوبصورتی
سے تطبیق فرمایا گیا ہے، حیدر کرار کا ایک حکمت آمیز مضمون جس کا
خلاصہ کیجئے :

ملہ البیان ۵۳/۲

اما بعد، فیان الجہاد باب: من ابواب الجنة فمن ترکہ وغیبتہ
عند ربہ اللہ، ثوب النذل وشملہ البلاء، ولزومہ الصغار
وبیم الخف وصنع النصف اذ والی قد دعوتکم الی قتال
ہولاء القوم یلہ ونہاراً ولسراً وادعوا وقلت بکم اخرجوا
قبل ان یغزوکم فواللہ ما غزی قوم قط فی عقر دارہم الا ذلوا
فتواکلتہم وتخاذلتم وتقل علیکم قوی واتخذتم سبوا وراہ
حکم ظہریا حتی ثننت علیکم الغارات :

جہاد حبش کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس نے اسے
بلند کرتے ہوئے ترک کر دیا، اسے اللہ تعالیٰ ذلت کا لباس پہنا
دیجا۔ آخر میں گھر جانے لگا، بھونانہ کے رہنا پڑے گا، رسوائی کا سوا
ہوگا۔ ہاں، میں تہیں دن رات ظاہر و خفیہ ان لوگوں کے خلاف جہاد کی
دعوت دیتا رہا اور کہتا رہا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ان پر حملہ
کر دو کیونکہ اللہ کی قسم جس قوم سے اس کے اپنے گھر میں لڑائی ہوئی وہ
ایل رسوا ہوئی، مگر تم سست ہو گئے، ساتھ چھوڑ دیا، میری بات
تہیں بوجھل گئی اور اسے تم نے پس پشت ڈال دیا حتی کہ تم غارتگری
کی رو میں آ گئے !

۵، حضرت عائشہ صدیقہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم
کی رفاقت کا بے پناہ اثر تھا، مدینہ العلم سے آپ کو جو علم و معرفت کا بہرہ وافر نصیب
ہوا اس سے محدثین و اہل علم آگاہ ہیں، فصاحت و بلاغت میں بھی ان کا بہت بلند
مرتبہ ہے اور عرب خطبات میں شمار ہوتی ہیں، آپ کے قوال حکمت سے منقول ہیں۔
کل مشرف دودہ لومہ فالوم اولی بدہ وکل لومہ دودہ مشرف

فالشرف اولى بدہ

وہ سارا عرش و شرف جو کبھی سے حاصل ہوتا ہو اس سے کبھی ہی بہتر ہے
اور کبھی ہی اس کے بعد شرف حاصل ہو تو شرف اس سے بہتر ہے !
فرمودانِ امت کو وصیت فرمایا کرتی تھیں۔

”یا بانی! لا تطلبوا ما عند الله من عند غیر الله، بسا
یسخط الله“

اے میرے بیٹو! جو اللہ کے پاس ہے وہ غیر اللہ سے متاٹھا کر
اور وہ بھی اپنے اللہ کو ناراض کر کے !
جا حلف کھتا ہے

والله انونی أبو رجاء الصديق رحمه الله قامت عائشة على قبره
فقالته: لعن الله وجهك وشكر لك صالح سعيك فلقد كنت
للدنيا مذلوا باد بارك عنهما ولا خرة معزبات لك عليهما
وان كان لأجل القرآن لعن الله رسول الله صلى الله عليه وسلم
وذلك ولا كبير المعاصي بعده فقدك قرآن كتاب الله ليعبد
بجمل العباد عنك حسن العرض منك وأنا أستنجز موعود
الله تعالى بالصبر عنك وأستغفرك بالو متغفرك، أما لن
قاموا بأموال الدنيا لقد تمت بأموال الدين، لما وهي شعبه
ولتقسم صدعه ورجفت جوانبه فعليك سلام الله توديع
غيبوبة الدنيا لك ولا زاريا على القضاء عليك :

ترجمہ: جب ابو رجاء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا
ان کی قبر پر کھڑی ہوئیں اور فرمایا :

اللہ آپ کے چہرے کو تروتازہ کرے اور آپ کے نیک اعمال
کی آپ کو جزا دے ! آپ نے دنیا کو تغیر سمجھتے ہوئے اس سے منہ

سہ احبابان ۳۶/۳، العقدر ۳۶/۳، نہر الاواب ۳۶/۳، نہار ۵/۱۶۴

مور لیا، اور آخرت پر دھیان دے کر اسے عزیز و محترم جانا، بات
یہ ہے کہ اگرچہ آپ کی جدائی کی مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
جدائی کی مصیبت کے بعد سب سے بڑی ہے اور ان کی وفات
کے بعد آپ کی وفات سب سے بڑا غم ہے مگر کتاب اللہ یہ وعدہ
کرتی ہے کہ آپ کے پاس میں جن صبر و تحریک جن معاوضہ وہاں
کا باعث ہے میں آپ کے متعلق صبر کرتے ہوئے اللہ سے بدلے
کی دعا کرتی ہوں اور آپ کی مغفرت کے لئے اس سے دعا کرتی
ہوں، لوگ اگرچہ دنیا کے ورپے میں مگر آپ کا سطح نظر تو دوسری تہا
دین کے شعبے و حصے پر لگے ہیں، اسے ڈھیروں صدائیں پہنچے ہیں اور
اس کے کنارے لرز اٹھتے ہیں، آپ پر اللہ کی سلامتی ہو، ایک ایسی
ہستی آپ کو الوداع کہتی ہے جو آپ کی زندگی سے بیزار نہ تھی
اور آپ کی موت کو حقیر نہیں جانتی !

۶۔ عبد اللہ بن عباس :-

حضرت عبد اللہ بن عباس جو عباسی خلفاء کے جدا مجاہد و مفسر قرآن، ماہر لغت
و ادب اور مفتی و فقیہ تھے، عرب خطباء میں شمار ہوتے ہیں حضرت رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ”حبر الامۃ“ یعنی امت مسلمہ کے عالم کے لقب
یا د کیا، مصیبت جنوی کے علاوہ رفاقت علوی میں بھی رہے اور خطابت و
نصاحت بنی ہاشم کا حزب خوب رنگ چڑھا، حیدر کمرار رضی اللہ عنہ انہیں
خارج کے ساتھ مناظروں میں بھیجا کرتے تھے۔

جا حلف کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر خطبہ دیا
جس میں حضرت امیر معاویہ اور بنی امیہ کی ستائش میں مباغہ آرائی کے ساتھ ساتھ
جنگ صفین میں اپنے کارناموں کا بھی ذکر کیا، حضرت ابن عباس نے جواب
میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

«اذکرت ذنوبی من معاصیہ فاعطیتہ ما فی یدک ومناک
ما فی ید غیرک وکان الذی أخذ منک فنون الذی اعطاک،
وکان الذی أخذت منه دون ما اعطیتہ؛ فکل راضی
بما أخذ واعطى، فلما صارت مصی فی یدک تتبعک فیها
بالعزل والنقص حتی لو ان نضک البقیۃ الیہ - و
فکرت مشاہدک بصفتین فما ثقلت علیا یومئذ وظاہرت
ولا نکنا فیہا حریک، وان کنت فیہا الطویل اللسان
قصیر السنن، آخر الحرب اذا اقبلت رأولها اذا ادبرتہ
لک یدان، ید لا تیسطع ان یشیر وید لا تقبض ما عن شرا
ووجہان: وجہ مونس ووجہ موحش، ولعمری ان من
باع دینہ بدنیاء غیرہ لحرى أن یطول حزنه علی ما یباع
واشتوی لک بیان رفیق خطی، ولک راہی رفیق شکب،
ولک قدر و نیک حسد، فأصغر عیب نیک أصغر
عیب فی غیرک!»

تم نے اپنا دین امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، جو کچھ تمہارا
یاس تھا تم نے اسے سے دیا ہے اور اس نے تمہیں ایسی چیز کا دے
دیا ہے جو غیروں کے ہاتھ سے جو کچھ اس نے تم سے لیا ہے وہ
اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے، جو تم نے
اس سے لیا ہے وہ اس سے کم تر ہے، جو تم نے اسے دیا ہے اور
درجے دینے پر مطمئن ہو، جب مصر تمہارے قبضے میں آگیا۔ تو
وہ وہاں تمہارے ورپے ہو گیا کہ تمہیں وہاں سے معزول کرے
اور تمہارے اختیار سے کم کرے، جی کہ تم وہاں سے غرور کو اس کے
آگے بھجیک دو تم نے مصنفین میں اپنے کارناموں کا ذکر کیا ہے مگر

اس روز ہم نے تمہارا بار و محسوس نہ کیا نہ چہرہ تمہارا اور ہوسکا اہم
اگرچہ اس جگہ میں طویل زبان والے اور چھوٹے نیزوں والے
تھے، آغاز جنگ میں تم سب سے پیچھے تھے۔ اور آخر جنگ میں
سب سے پہلے بھاگنے والے تمہارے دو ہاتھ ہیں، ایک ایسا ہے
جسے تم بھلائی کے لئے نہیں بڑھاتے، دوسرا ایسا ہے جسے تم شرم سے
باز نہیں رکھتے، تمہارے دو چہرے ہیں، ایک انس والا دوسرا
وحشت والا، بھلا جو اپنی آخرت کو دوسروں کی دنیا کے لئے فروخت
کرے اسے اپنے سوسے پر طویل عمر کرنا چاہیے تم خطیب ہو، مگر
احقر بھی، تم فاضل ہو مگر قلیل الخیر ہو۔ تمہارا مرتبہ ہے مگر تم حاسد ہو،
تمہارا چھوٹا عیب دوسروں کا بڑا عیب ہے

۴۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی خلافت کے بانی تھے، اسلام میں ملکیت
کو رواج آپ ہی نے دیا اور خلافت کو چھوڑ دینے کے بجائے موروثی بنا دیا، نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور دو رائے تھے، یہی ان کی کامیابی کا راز ہے، فصیح و بلیغ خطیب
خلافت میں تھے، جدید عرب ماہرین میں خطابت انہیں اخیر خطباء العرب بالفیات
الفیات کے ماہرین عرب خطباء میں شمار کرتے ہیں۔

بندیک ولی ہمدی پر نثار من ہوتے والوں میں مروان بن الحکم بھی تھا، والی
دریہ تھا، الکاربیت پر معزول ہو کر دمشق آیا اور غیظ و غضب کے عالم میں وہاں
میں داخل ہوا اور امیر معاویہ نے اس کا دم تھک پڑ کر تسلی دیتے ہوئے کہا:-

«ان الله قد جعل لكل شئی اعدا وجعل لک خیرا ھذا، ثم
جعل فی الکھرم منی محمد والعزیز منی والدا، اختارت من
قوم قاداتہ ثم استلذت سادۃ، فاشتد ابن یتیم الکھرم
فمرحبا بک وھذا من ابن عمی... فان انت نظیروا امیر المؤمنین

بعد جہلی کی شکست و عساکر، واثانی دبد و لی عہدہ یا
فغان و لیکت قوم و اعطمت فی الخراج سہمک اوان
عجز و فذل و محسن و فذل و علی امیر المؤمنین غناک
والنزل عند رضا ۱۱

اللہ نے ہر شے کی ایک اصل بنائی ہے اور ہر عباد کی ایک کسی نہ کسی کو
اہل بنا دیا ہے۔ پھر اس نے آپ کو کرامت و بزرگی میں میری اصل
بنایا، باپ کے رشتے سے آپ میرے عزیز ہیں۔ میں نے ت باپ
سرداروں کو چنانچہ آپ کو کرامت و بزرگی کے سرچشمے سے تعلق رکھتے
ہیں اس لیے علم نادر، خوش آمدید آپ امیر المؤمنین کے ہم پلہ
ہی ہیں، ہر شے میں ان کا سامان اور سہارا میں اور ولی عہد کے بعد
آپ ہی کا درجہ ہے، میں نے آپ کو اپنی قوم کا سرپرست بنا دیا ہے اور خراج میں
آپ کا حصہ بھی بڑھا دیا ہے، آپ کے وفد کو انعام بھی دوں گا اور اچھے عطیات دوں گا،
ایرانیوں کے نمبر پر آپ کی غنی میں اور آپ کی خوشی کا خیال رکھیں۔

۱۸۔ سید الشہداء حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ باب مدینۃ العلم، امام الخلفاء اور شاعر صاحب
دوران تھے، آپ کے ساری عاطفت میں تربیت پانے والے بھی نصاحت و علم
کے رنگ میں رنگے گئے، حضرت سید الشہداء ابو عبد اللہ الحسین بن علی رضی اللہ
عنہما بھی اپنی خوش نصیبیوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے نانا انصع العرب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی اور شہسوار و شہسپر علی اللہ علیہ وسلم کا شرف پایا، اس طرح
والد ماجد کی نصاحت و بلاغت کے علاوہ انصع العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی نصاحت و بلاغت سے بھی متاثر
ہوئے، نصاحت نبوی اور خطابت علوی دونوں میں شہید کر بلا کو دافعت و
خلافت زید کو ترک کر کے اپنے اسلامی جمہوری روح کو حیات و نامشہدی ظہور و استبداد کے گڑھے
والوں کے پیچھے و استقلال اور ثابت قدمی کی ایک ناقابلِ فرسوش داستان رقم کر گئے ہلاق

جاتے ہوئے شہر و شاعر فرزدی آپ سے راستے میں ملا اور استفسار پر کہنے لگا:
الغروب معك والسیوف علیك والنصر فی السماء، یعنی لوگوں کے دل آپ
کے ساتھ ہیں، تلواریں آپ کے غلات اور نصرت قدرت کے ہاتھ میں ہے، مگر اس
آپ کے جوش ایمان اور جذبہ شہادت حق میں اور بھی اضافہ ہو گیا، اس سفر کے وطن
اور میدانِ جہاد میں آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے وہ اہل ذوق کے لئے باعث
تکبیر اور مل ایمان کے لئے سبب تقویت ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خطابت کا ایک پہلو حاضر حیرانی اور قوت استدلال
سے مد مقابل کو جواب کرنا ہے، امیر معاویہ نے جب اپنے بیٹے کی مدح میں بالذہ
سے کام لیتے ہوئے اسے عالم سنت، فارسی قرآن اور علیم الطبع قرار دیا تو جوش ایمان
میں برداشت نہ کر سکے اور تقریر کے لئے کھڑے ہو گئے،

... وفہمت ما ذکرک عن یزید من اصفیاء و سیماستہ

و امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تریدا ان توہم الناس فی یزید
کانت تصفح جوبا و تمتعنا بآل او تخب عما کان مما احتوتہ
بعلہ خاص... وقد دل یزید من نفسه علی موقع مرآیہ
تخذ لیزید فیما اخذ بہ من استقراۃ الکلاب المتخارۃ
عند الخارخ و الحمام السبق لا ترا بہی والقینات ذوات
المعارف و ضرور اللہ وہی تجددہ تا صواء و د ع غنک ما تھول
فما غنک ان تلغی اللہ بوزر هذا الخلق بأحد ثم صا ائمت
لوقیہ... فواللہ ما برحت تقدیم باطراف فی جور و حسانی
ظلم حتی مدوت الرقیۃ و ما بینک و بین الموت الرخصۃ
ترجمہ: آپ نے یزید کے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے کہ وہ صاحب کمال اور راست
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست سے واقف ہیں، میں نے سمجھا ہے،
آپ یزید کے بارے میں لوگوں کو غلط فہم بنا چاہتے ہیں جیسے آپ

کسی پر دے ہیں چھپے ہوئے کی بات کر رہے ہوں یا کسی غیر حاضر شخص کے اوصاف بیان کر رہے ہوں یا کوئی ایسی بات بتا رہے ہوں جس کا علم صرف آپ ہی کے پاس ہے، مزید کا اپنا طرز عمل اس کی ذات پر دلیل ہے۔ مزید کے دہی اوصاف بیان کیجئے جو اس نے خود اختیار کر رکھے ہیں وہ تو شکار کے وقت شکاری کنوؤں کا اندازہ لگانا ہوتا ہے، کنوؤں کا مقابلہ دیکھنا ہوتا ہے گمانے بجانے والی لڑائیوں کو جانتا ہے اور قسم قسم کے دل لگی کے کھیل اسے خوب معلوم ہیں، ان میں آپ اسے کامیاب پائیں گے مگر اپنی اس کوشش کو جانے دیجئے! اس مخلوق کے لوح کی ضرورت کے ساتھ اگر آپ اللہ کے حضور میں پیش ہوئے تو کیا کریں گے، آگے ہی آپ پر روبرو کیا کہم ہیں جو آپ اللہ کے حضور اپنے ساتھ لئے جاتے ہیں... کیونکہ خدا آپ باطل کو جو رکھے ساتھ اور ناراضگی اور غصہ کو ظلم کی صورت میں پیش کر کے کنوئیں بھر چکے ہیں، اب تو موت اور آپ کے درمیان آنکھ جھپکنے کا وعدہ کیا ہے۔

۹: عید الشکر بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر بن عوام قریش کے سردار خطباء میں سے تھے، ان کے والد حضرت زبیر بن عوام بھی خطیب تھے، جا حفظ نے دونوں کے خطبات کے نمونے دئے ہیں، انکی فصیح و بلیغ تقریریں حضرت شہید قرآن ذوالنورین نے فرمایا تھا کہ انکھوا الذاء علی آباءکم و اخوتکم، مروان بن الحکم اور عبداللہ بن مروان کے مقابلے میں خلافت کے دو دیدار ہوئے اور حجاج کے ہاتھوں شہید ہوئے، سولی پر پالنے بیٹے کی لاش دیکھ کر کہا تھا کہ میرا بیٹا زندہ بھی خلیفہ تھا مگر بھی خطیب ہے!

عبداللہ بن مروان کے عمرو بن سعید الاشدق کو قتل کرنے کی خبر سن کر

ابن زبیر خطبہ کے لئے گھر سے ہوئے اور فرمایا:

«إنا أبا الذبّان قتل لطيم الشيطان، كذبت قلوبنا
لبعث الظالمين بعضاً بعداً، أنوا أيكسبون»

ابو ذبان (قتل دار کے پیارے عبداللہ) نے لطیم الشيطان
و الشيطان کا نقشہ کھانے والے عمرو بن سعید کو قتل کر دیا، یوں
ہم ظالموں کو ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں تاکہ اپنے کئے کی
سزا پاتے رہیں!۔

۱۰: الانصاف بن قیس التیمی

جو جو حکیم تھے، مسالار اور خطیب تھا، ہمدانی اور ذہانت میں فرما
تھا۔ تاریخ طبع و جہالت تھا، ہیشیم بن حذی کہا کرتا تھا کہ جسم اور شکل کا کوئی پتلا
پن ایسا نہ تھا جو اس میں نہ ہو، و لکن اذ انصاف حلی عن نفسه، مگر
حبیب بات کرتا تو اپنی شخصیت کو ظاہر کر دیتا، چند لفظوں میں سب کچھ
کہہ جاتا تھا۔

«يا بني، انما اجمعتم كلمتكم و ساذلوا اعتدال أئمتكم
و ابدأوا عباد بظونكم و كبر و جكم بصلحكم و دينكم
و رعتوا بدمكم جهادكم»

بنو تمیم! اتحاد چاہتے ہو تو باہم محبت کرو، اپنی دولت میں توازن چاہتے
ہو تو ایک دوسرے پر خرچ کرو، دین کی اصلاح چاہتے ہو تو اپنے
بیٹوں اور شریکوں کے خلاف جہاد کرو، خیانت سے باز رہنا تمہارا
جہاد جہاد و سلامت رہے گا!

حضرت و محبت پر اس کے خطبے کے چند الفاظ ہیں۔

«يا معشر أئمة و ربعة، انما اخواننا في الدين رشحوا و ثانی
المصر و أشقاءنا في النسب و جيراننا في الدار و ريدنا في العبد»

والله لا زلزال البصوة أحب إلينا من تميم الكوفة ولا زلزال
الكوفة أحب إلينا من تميم الشام قرن استشرى شتانكم
وأبى حنك صدوركم فنى أموالنا وسعة أحلامنا
لشاركم سعة!

قوم از دور بعد اقام ہمارے دین کے بھائی ہو رہے ہیں ہمارے شادیوں کے
بہنیں ہیں ہمارے ہیں، نسب میں بھی ہم ہمارے تھے بھائی ہو چکے
پڑوسی بھی ہو، دشمن کے خلاف ہمارے دوست و بازو بھی، واللہ
از البصوة کوفہ کے جو تہیم سے ہیں زیادہ عزیز ہیں، کوفہ کے ازوی ہیں
شام کے تہیموں سے زیادہ محبوب ہیں، سو اگر تمہاری عداوت بڑھ گئی
ہے اور تمہارے سینوں کی جان مندی کر رہی ہے تو پھر ہمارے مال
دولت بھی ہماری بر دباری کی طرح وسیع ہیں ان میں ہمارے اور تمہارے
کے بہت گنجائش ہے!

۱۱۔ صبر بن شیمان الازدی

قبیلہ ازاد کا سردار تھا اور جنگ جمل میں اس نے اپنے قبیلے کی قیادت
کی تھی، امیر معاویہ کے ہاں حبیب قبائل عرب کے خطبہ جمع ہوئے تو مہرزار کے
خطباء نے زمین و آسمان کے تلابے لادیں، صبر بن شیمان کھڑا ہوا اور مختصر
ترین لکین یا دگا نظریہ کی۔

”یا امیر المؤمنین! إذا حى فعلا ولنناحقى مقال، ونحن نبلغ
بفعلنا أنك من قتال خيونا!“

اے امیر المؤمنین! ہم کام کرنے والا قبیلہ ہیں باتیں بنانے والا
قبیلہ نہیں ہیں، ہم اپنے کارناموں میں بلاغت کا جو مظاہرہ کرتے
ہیں وہ دوسروں کی زبانی بلاغت سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے!

۱۲۔ سحمان وائل

عربی زبان کے علاوہ فارسی وارو میں جو خطیب عرب الفل کی حیثیت رکھتا
وہ ہے سحمان بن زفر بن ایاد وائی جس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام کا زمانہ بھی پایا
اسلام لانے کے بعد حضرت امیر معاویہ کے ساتھ منسلک ہو گیا اور مختلف مواقع پر
ان کے درباری خطیب کا فریضہ انجام دیتا رہا۔ ایک موقع پر خراسان سے وفد
آیا جس میں سعد بن عثمان بن عفان بھی تھے، اس موقع پر سحمان نے جو خطبہ دیا وہ
جمع سے لیکر شام تک جاری رہا، اس دوران میں نہ تو وہ کھانا نہ رکا اور
نہ رفتار گفتار میں سستی آئی، آخر میں امیر معاویہ نے جب کہا کہ خطیب العرب اگر تو
عرب کا سب سے بڑا خطیب ہے تو اس نے کہا تھا کہ انا خطیب العجم والعرب
والعرب!

”إن الدنيا دار بلاء وخ والآخرۃ دار قرار، أيها الناس!
فخذوا من دار ممرکم لدار ممرکم ولا تتهتكوا استقامکم
عند من لا تحفى عليه أسرارکم ولخرجوا من الدنيا قلوبکم
قبل أن تخرج منها أید انکم ففیہا حلیۃ تم ولفیہا حلقۃ
ان الرجل إذا هلك قال الناس: مات! وقال الملائکۃ
ما قدموا بعضا یكون لکم ولا تغلفوا اهل یوم علیکم
یہ دنیا عارضی گھر ہے اور آخرت تو قرار کی جگہ ہے، لوگو! اس گھر کا
وائے گھر سے قرار والے گھر کے لئے کچھ کر لو، اس ذات کے سامنے
اپنے اسرار کا پردہ نہ چاک کر دو جس پر تمہارے اسرار مخفی نہیں رہ
سکتے، اپنے دل دنیا سے اٹھا لو، اس سے پہلے کہ تمہارے جسم دنیا
اٹھائے جائیں، اس دنیا میں تم زندہ رہے مگر پیدا ایک اور دنیا
کے لئے کئے گئے ہو، آدمی عیب مرتبہ تو لوگ کہتے ہیں: وہ کیسے
چھوڑ گیا! بلا کہہ کہتے ہیں: اس نے آگے کیا بھیجا! کچھ آگے بھی بھیجے تو

مہار سے کام آئے سب کچھ مجھے مست چھوڑ جاؤ جو قوم پر ہو بھربن جاؤ

۱۱۳۔ زیادین الی سفیان

زیادین الی سفیان یا زیادین عہد جسے مختلط لوگ کبھی مال کی نسبت سے زیادین کہتے ہیں اور کبھی ابن نمیر، ایک عہد نامی علام کا بیٹا تھا، اس کے بارے میں عمرو بن العاص کہہ کرتے تھے
 "لقد هذا الغلام لو كان اقل من قريش لسان الناس لبعصا" مگر اگر یہ قریش کا بیٹا ہوتا تو لوگوں کی
 لاشی سے بالوروں کی طرح ہنگام لیتا۔

زیاد ایک عہد تک خراسان میں حضرت علی کے امیر تھے مگر بعد ازاں گورنری بھی رہا پھر مدینہ ویرانہ کی طرف سے
 عراق و خراسان کا وائسرائے رہا۔ زیاد کہا کرتا تھا "لو ضاع جبل بني ودين خراسان اعرفت اخذه"
 اگر خراسان کے دور دراز علاقوں میں کسی نئی قوم جو چاہے تو میں چلنے والے کو پکڑ لوں گا اس کی نصاحت کا
 یہاں تک کہ بقول جہان شاہ اشعری کہا کرتے تھے کہ میں نے جب بھی منبر پر کسی خطیب کی بھی آغوش سنی اس
 غوف سے کہ وہ بعد میں بری تقریر نہ کرے اس کے خاموش ہونے کی دعا کرتا تھا سوائے زیاد کے،
 کہ وہ جیسے جیسے زیادہ بولتا نصاحت کے وہی بہتا جاتا تھا۔

وہ اپنے خطبہ بنیاد و حسن میں حمد و ثناء پر مبنی جاتے ہیں کتاب ہے

اما بعد فان الجهاد البهلاء والضلالة العمياء والغالوف
 يا هذه على انار ما هيده سفيها وكم رشيقا عليه حليما وكم
 من الامور العظام يلبث فيها الصغير ولا يخافش عنها
 الكبير كما انكم لم تغفروا وكتب الله ولم تسعوا ما اعد
 الله من اثواب العكبر لثقل طاعته والعذاب الواسع
 لثقل معصيته في السرمد الذي لا يزول ،
 والله لبين منكم والو من طرقت عينه الدنيا وصدت
 مسامعه الشهوات واختار القانية على الباقية۔

سب سے بڑی جہالت، اندھی گمراہی اور لوگوں کو جہنم میں جانے
 والی بے راہ روی وہ ہے جس میں تمہارے احق و ذریعہ ہوتے ہیں
 اور اہل عقل بھی طرقت ہیں، بڑی ٹول سے جھوٹی باتیں پیدا ہوتی ہیں
 اور بڑی بھی پیدا ہو سکتی ہیں، یوں لگتا ہے نہ تم نے کتاب اللہ پڑھی

نہ تم نے وہ قراب عظیم سنا ہے جو اللہ نے اہل اطاعت کے لئے
 تیار کیا ہے اور نہ وہ عذاب الیم جانتا ہے جو اس نے نافرمانوں
 کے لئے تیار کر رکھا ہے، یہ اس غیر فانی دنیا میں ہو گا جسے فنا نہیں
 تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کی نظر کو دنیا اچھی دنگی ہو، ہوس
 نے اس کے کان نہ بند کئے ہوں اور وائی زندگی پر فانی کو ترجیح

نہ دی ہو!

۱۱۴۔ حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج دنیا کے جابر حکمرانوں میں سے ایک، اموی سلطنت کا سہارا اور عرب
 کا عظیم خطیب تھا، بقول احمد الاسکندری: "كان الحجاج آية في البلاغة وفضل
 اللسان وقوة الحجلة" بلاغت، فصاحت زبان اور قوت حجت میں حجاج ایک
 نشانی تھا، قرآن کریم پر نقطے و حرکات لگوائے، عربی کو سرکاری و فنی زبان بنایا۔
 ابن زبیر کو قتل کر کے عبدالملک کی سلطنت کو ثبات و دوام بخشا، اس کے مظالم
 مسکمر گز رہے عمار بن ابو جہات ہے، عراق کا وائسرائے بن کر آیا تو لقب پہنچے ہوئے
 تھا، منبر پر نقاب کھولا اور بولا:-

انا ابن جلاء وطلوع الثنایا منی اصبح العمامة تغرغونی
 میں عبد کا بیٹا اور پہاڑوں کو روندنے والا ہوں، عمامہ اتار دوں گا تو
 مجھے پیمان لوگے پھر کہا:-

يا أهل الكوفة اإنی لثوری رؤساقن أينعت وحن تهاها
 زانی اصاحبها وکأنی انظر إلى الدماء بین العمامم
 واللحم:-

کوئٹہ والو! مجھے کچھ سر نظر آرہے ہیں جو پک چکے ہیں اور انہیں کاٹنے
 کا وقت آگیا ہے اور یہ کام میں کروں گا، مجھے عماموں اور ڈاڑھیوں
 کے درمیان خون نظر آ رہا ہے! اسی خطبے میں حجاج نے کہا:-

إِنِّي وَاللَّهِ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ يَا أَهْلَ الشَّامِ وَالْجَزِيرَةِ وَالْأَنْدَلُسِ وَالْأَزْهَرِ
 وَالْحَقْلِ إِنَّمَا أَتَمُّ قُلُوبِ النَّاسِ وَلَا يَقَعُّعُ لِي بِالْمُتَنَانِ وَلَقَدْ
 نَزَرْتُ عَنْ دُخَانِ وَاسْتَنْتِ عَنْ تَجْرِبَةٍ وَجَرِيَةٍ مِنَ الْفَاقَةِ
 إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَبْ كَشَانَتْهُ شَمِمْ عَمِيدِ أَنْهَا نَوْحُ جِدِّي
 أَمْرَهَا عَوْدًا وَأَصْلَهَا عَمِيدًا فَوَحَّيْتَنِي لِأَنْبِيَاءِكُمْ لِيَا نَكْمِ
 طَالَمَا أَوْضَعْتُمْ فِي الْفَنَانِ وَأَصْطَجَعْتُمْ فِي مِرَاقِدِ الضَّلَالِ
 وَسَنَنْتُمْ سَنَى الْغَى أَمَّا وَادِدٌ لَوْ حَوَّنَكُمْ لِحَوَالِ الْعَصَا وَ
 لَوْ عَصَبَكُمْ عَصَبِ السَّمَةِ وَلَوْ ضَرَبَكُمْ ضَرْبَ غَوَاثِبِ
 الْوَيْلِ !

اے اشرافِ عراق و شام اور اندلس کے مالک عارفانہ تو مجھے بایا جا سکتا ہے نہ دیکھا گیا
 جہاں تک ہے، مجھے بڑی نجات اور تجربے کے بعد تلاش کیا گیا ہے امیر المؤمنین عدنان کی عمر
 دلا کر نے اپنے ترکش کے تھام تیرا پے سائے پھیلانے، ان کی گھڑی کو ٹٹولا تو
 انہیں پتہ چلا کہ میری گھڑی سب سے طبع اور مضبوط ترین ہے چنانچہ
 پیرائے انہوں نے تمہیں دے مارا ہے ! مدتوں سے تم فتنہ پردازی
 میں تیزی رکھتے رہے ہو اور گمراہی کے بستروں پر لیٹے رہے ہو
 اور گمراہی کے طریقے ایجا کر کے ہو ! اللہ کی قسم ! میں تمہیں
 لاشکی کی طرح گھر کر سید کر دوں گا اور تمہاری یوں کھال اتاروں
 گا جس طرح کسی کد کی جھال اتاری جاتی ہے، میں تمہیں اس طرح
 ماروں گا جس طرح مہا گتے ہوئے اونٹوں کو مارا جاتا ہے !

۱۵: قتیبہ بن مسلم الباطنی

اموی عہد خلافت کے عظیم سپہ سالار خطباء میں قتیبہ بن مسلم کا مقام بہت
 بلند ہے، وہ ایک کامیاب جرنیل اور عظیم فاتح تھا، خطابت میں اس کی حاضر جوابی
 اور جوش بیان کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے، خطبہ کے دوران اس کے ہاتھ

سے عصا گر پڑا جسے بد فانی تصور کرتے ہوئے دوست غمگین ہوئے اور دشمن خوش
 ہوئے مگر اس نے حاضر جوابی سے کام لیتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر بات کو کچھ
 سے کچھ بنا دیا۔

فَالْقَتِ عَصَاهُ وَاسْتَفْزِهَا الْمَوَى كَمَا قَرَعْنَا بِالْأَبْيَابِ الْمَسَافِرَا
 سَوَّاسَ نَفْسٍ رَكَّهَ وَيَا أَوْرَاسَ كِي دُورِي وَجَدَانِي خَمْرٌ مَوَكِّي تَوَاسَا
 يُولُ تَرَارَا كَيْسَ طَرَحَ كُوْنِي سَافِرُ وَطَنٍ لَوْ كَرَأْنُكُ حَوَلِي مُخَدَّرَا
 مَحْسُوسٌ كَرْتَا جَا !
 قتیبہ کے ایک مشہور خطبے کا حصہ ہے :

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ وَالسَّيْتِ أَتَعْلَمُونَ النَّاسَ بِكُمْ : أَمَّا هَذَا الْاِحْيَى مِنْ
 أَهْلِ الْعَالِيَةِ فَنَعْمَ الصَّدُوقَةُ وَأَمَّا هَذَا الْاِحْيَى مِنْ بَصَرِ بْنِ
 دَاوُدَ نَعْبُجَةَ نَظَرًا لَا تَمْنَعُ رَجُلِيهَا وَأَمَّا هَذَا الْاِحْيَى مِنْ عِدَائِي
 فَمَا صَوَّبَ الْعَيْبِ بَيْنَهُ وَأَمَّا هَذَا الْاِحْيَى مِنْ الرِّزْدَقِيِّ
 خَلَقَ اللَّهُ وَأَبَاطُهُ : اَيُّمَ اللَّهُ اَلْوَمَلَكُتِ أَمْرَ النَّاسِ لَنَفْسِ
 اَيُّدِ يَسْمُ وَأَمَّا هَذَا الْاِحْيَى مِنْ تَمِيمٍ فَالْفَهْمُ كَمَا نُوْا يَسْمُونَ الْفَكَا
 فِي الْاِحْيَا حَلِيَّةٍ كَيْسَان :

اے عراق والو ! تمہیں مجھ سے بہتر کون جانتا ہوگا ؟ ! یہ قبیلہ حویلی
 علاقے میں رہتا ہے تو بیلوگ صدقے کے لوٹوں کی طرح منتشر کر
 موٹے تازے ہیں ! رہے بنو بکر بن وائل تو وہ اس گدھی کی مانند
 ہیں جو اپنی ٹانگوں کو بھی نہیں سنبھال سکتی ! رہے بنو عبد القیس تو
 وہ بھی جھگی گدھے کی دم کی طرح ذلیل ہیں، یہ قبیلہ ازد و لولؤ
 کی مخلوق کے گدھے اور علی قوم ہیں ! اللہ کی قسم ! اگر میں بربر
 آگیا تو لوگوں کے ہاتھوں پر پہچان کسے سے نشان لگا دوں گا ! یہ قبیلہ
 توروہ میں جو زمانہ جاہلیت میں غدار کی کوتاہی کا نام دیا کرتے تھے !

۱۶۔ عکرم شہزادہ بن ابی اطرش

اس عہد کی ٹو اہم خطباء میں عکرم شہزادہ بن ابی اطرش کا نام بہت نمایاں ہے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیروکار خطباء میں شامل تھے اور علوی افواج کو ہر جگہ قتل میں کودنے پر جوش دلاتے تھے، جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے اپنے خطبے میں کہا تھا:-

«ایہا الناس علیکم أنفسکم و بیضکم من حل اذا
احتد بیتھا ان الجنة لا یورحل من اوطنھا ولا یفر
من مدینھا ولا یموت من دخلھا! فاتباعوہ بدار
لا یدوم نعيمھا ولا تقصروہ عن مہمھا وکونوا قوم
مستبصرین فی دینہم مستغفرین بالصلی علی علیہ السلام
لو انکم انتم ذلک منہ وارجو انکم راہ راست ہو گئے تو نہیں کسی کی گمراہی نقصان
نہیں پہنچا سکے گی۔ جنت ایک ایسا مقام ہے جسے وطن بنانے
والا کبھی کوچ نہیں کرے گا، وہاں کا باشندہ کبھی لوٹنا نہ ہوگا اور
اس میں داخل ہونے والوں کو کبھی موت نہیں آئے گی اس جنت
کو ایسی دنیا کے برے خرید و جس کی نعمتوں کو دوام نہیں جس کے
غم مل ہی نہیں سکتے، تم ایک ایسی قوم بن جاؤ جسے اپنے دین میں
بصیرت حاصل ہو اور اپنے حق کی طلب میں جو صبر سے کام لے کر
غالب آجائیں!

۱۷۔ داؤد بن علی:

عباسی عہد کے خطباء میں داؤد بن علی سب سے نمایاں تھے، وہ حضرت
عبداللہ بن عباس کے پوتے اور پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس السفاح کے چچا
تھے، عباسی خلافت کے قیام کے بعد حج کے موقع پر انہوں نے اپنے
خطبے میں کہا تھا:-

«شکراً شکراً، اننا واثقنا انفسنا فیکم فہم اولاہم
فیکم قصوا، اطلق عدو اللہ ان لن نقدر علیہ ان رخصی من خطا
حقی عشر فی فضل زمانہ! فالان حیث اخذ القوس باربعہ و عادت
القوس اى الفرعة ورجع المدک فی نصابہ فی اهل بیت النبوة والرحمة
واللہ لقد کنا نتوجع لکم ونحن فی نورشدہ! امن الا مسود
القصور لکم ذمۃ اللہ، لکم ذمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم، لکم ذمۃ العیاس، لا ورب ہذا البیتۃ، واولھا
بینا الی الکعبۃ لا نھیج منکم احدا!»

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے! اللہ کی قسم ہم اس لئے نہیں نکلتے کہ تم میں
خون کی ندی بہائیں یا تمہاری بیویوں پر حمل تعمیر کریں! کیا اللہ کے
دشمن نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم اس پر کبھی غالب نہیں آئیں گے!
اگر اس کی تکمیل ہو جیسی ہو گئی تو بالآخر وہ اپنی بہار میں ہی الجھ گیا۔
اب جبکہ کمان کو تیر اندازوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ ان کے قابو
میں ہے، مملکت اپنی جگہ ٹوٹ آئی ہے یعنی اہل بیت نبوت و رحمت
کے پاس! اللہ کی قسم! ہم اپنے بستروں پر بھی تمہارے دروازے کھاتے تھے
اب بیاہ و سفید محفوظ ہے، آپ کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ضمانت ہے، عباس کی ضمانت ہے! اس عمارت و کعبہ کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے! کے رب کی قسم! ہم تم میں سے کسی پریشان
نہیں کریں گے۔

۱۸۔ شہید بن شیبہ المنقری

عباسی عہد کا دوسرا بڑا خطیب شہید بن شیبہ تھا جسے خطیب المعمر کہا جاتا تھا۔
ابو جعفر منصور اور اس کے بیٹے مہدی کا مقرب تھا، اس کے تقریر خطبات حسن اسلوب
اور معانی کی گہرائی کے لحاظ سے پہلے مرتب کے درجے کو پہنچتے ہیں۔ خلیفہ مہدی کی

پیارے بیٹی بانو قہ کی وفات پر جو بصورت خطبہ تعزیت میں کہا۔

”أعطاك الله يا أمير المؤمنين علي ما شئت أجدوا وعقبك
صبراً ولا أجهد الله بلاءك بتقدمه ولا تنزع منك نعمته،
ثواب الله خير لك منها ورحمة الله خير لها منك! وأحسن
ما صبر عليه ما لا سبيل له أن يرد“

امیر المؤمنین (ع) آپ کو اس مصیبت پر اجر دے، اور اس کے بعد
میر عطا کرے! اللہ تعالیٰ ناراضگی سے تیری آزمائش کو جو محل ذنبائے
اور تجھ سے نعمت چھینے، اس بھی سے تیرے لئے اللہ کا عطا کردہ
ثواب بہتر ہے، اور اس بھی کے لئے تجھ سے اللہ کی رحمت بہتر ہے!
تو جس چیز کو داس لانا ممکن نہ ہو اس پر صبر کرنا ہی بہتر ہے!

۱۹۔ ابو الحسن ابن شریح الاندلسی

اسلامی اندلس کا عربی ادبیات میں ایک خاص مرتبہ ہے، دیگر فنون کی طرح
عربی خطابت نے بھی اندلس میں جڑ بکھڑی اور بہت لڑکی کی، اندلس نے جو عظیم خطباء
پیدا کئے ان میں سے ایک قاضی ابو الحسن ابن شریح الخلیب بھی تھے، مرا بطین کے
عہد میں اس عظیم خطیب نے بہت نمایاں اسلامی خدمات انجام دیں۔ اس کا علمی لکھتے
ہیں کہ ابن شریح نے فن خطابت کو نئی آن بان عطا کر دی تھی:

لكنه أجاد جدته وبهاءه، وملك أرضه وسماؤه
انہوں نے آسمان کی جدت اور رونق کو دوبارہ زندہ کر دیا اور اس
کے عرش و فرش کے مالک بن گئے!

امیر المؤمنین علی بن یوسف بن تاشفین کی موجودگی میں اپنے ایک خطبے میں
قاضی ابو الحسن ابن شریح نے کہا تھا۔

فحق على كل مسلم الوقاع لهم بالعهد، وبذل التفخية
على القريب والبعد، والزام طاعتهم بمنة هي الطاقة والجهاد

فحق على كل مسلم الوقاع لهم بالعهد، وبذل التفخية
مرا بطین کا دنیا دار رہنا ہر مسلمان کا فرض ہے، دور و فز و یکب ان
کیسے قربانیاں دینا، انتہائی قدرت اور استطاعت سے ان کی اطاعت
کو لازمی جاننا ضروری ہے۔ ثواب جو اپنا عہد وفا کرے گا جو اپنے
گناہ اور جو عہد شکنی کرے گا اپنی گردن پر گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔

۲۰۔ ابو عبد اللہ ابن الفخار الاندلسی

اسلامی اندلس میں عربی خطابت کا ایک اور قابل ذکر نام شیخ ابو عبد اللہ
ابن الفخار کا ہے، محدثی خطبات یا الامم و مدافعت کے سلسلے میں وکیلوں کی تقاریر
بھی خطبات کے زمرے میں آتی ہیں، یوسف بن تاشفین کے دربار میں انہوں نے قاضی
”القاضی الوحیدی“ کے دفاع میں جو تقریر کی تھی وہ عربی خطابت کے شہ پاروں میں شمار
ہوتی ہے، ابن الفخار نے کہا تھا۔

”لأنه لما مضى يومئذ أيدى بحمد الله، على الذنوب منه وذهبي على
خير أئمة أئمة محمد النعماني الى الصراط المستقيم وعلى آله وصحبه
غفرهم الليل البهيم. أما بعد، فإني بحمد الله الذي اصطفاك
للمؤمنين أميراً، وجعلك للدين الحنيفي نصيراً وظهيراً، و
نزع إياك من أمانتنا في حماك وحيث إياك ما الحقنا من
الضيم ونحو تحت ظل عرشك وبإني الله أن يمد هم من احتمو
بأمر المسلمين وليصاب بضميم من أدرت بحصن الحصون
الشكوى قمت بها بين يديك الذي عطده مؤبداً لتسمع منها ما
تختار من أياك وتقدمه، وإن تاضيت ابن الوحیدی الذي قد منته
مالقة بالحقكام ورضيت بعتك له فممن بها من الغاصد والعوا
لم يزل يدل على حسن اختيارك بحسن سيرتك وبرضى الله تعالى ويرضى الناس
بظاهرة وسريته ما علمنا عليه من سوء ولا ديناً له موقوف على“

وقت خلاصہ

یہ ایک عزت کا مقام ہے، ہم ہمارا اللہ کی حمد سے بات شروع کرتے ہیں۔ اس نے ہمیں اس عظیم علامہ کا قریب بھٹایا، اس کے افضل الانبیاء، ہمارے سرور و شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب پر درود بھیجتے ہیں جو تاریخ و کائنات کے روشن ستارے ہیں، اس کے بعد ہم اس مملکت کی خدمت کر کے رہیں جس نے آپ کو مومنین کا پیلو و پیکر و حنیف کا نام و عدد گار بنایا ہے۔ ہم ان چیزوں سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں جو آپ کی مملکت میں ہمارے لئے پریشان کن ثابت ہوئیں، ہم پر جو ظلم ہوئے ان کے متعلق آپ سے فریاد کرتے ہیں، ہم آپ کے سایہ عالی میں ہیں، ہم پر جو ظلم ہوئے ان کے متعلق آپ سے فریاد کرتے ہیں، ہم آپ کے سارے عالی میں ہیں، اللہ کو یہ گوارا نہیں کہ ایمان والین کی حمایت میں آنے والا پریشان ہو، اور آپ کے محفوظ قلعے کی زبرجوں میں رہنے والا ظلم کا شکار ہو، ہمیں ایک شکوہ بیکر آپ کے حضور میں کھڑا ہوں جس کا تعلق آپ کے اس حکم سے ہے جس کو قوت و تائید حاصل ہے آپ اسے سماعت فرمائیے اور اپنی عقل و رائے سے اس کو جانچیں اور پرکھیں۔ آپ کے قاضی و حیدر جسے آپ نے مالک میں فیصلے کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا اور خاص و عام کے ساتھ اس کے انصاف سے آپ بہت خوش ہوئے تھے، وہ اپنے حسن سیرت سے آپ کے حسن اختیار پر دلالت کرتا رہا، اپنے ظاہر و باطن سے اللہ اور اس کی مخلوق کو راضی اور مطمئن کرتا رہا۔ ہمیں اس کی کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہو سکی جو باعث رسوائی و بدنامی ہو۔

۲۱: ابن نباتہ الفسائی

عربی خطابت میں مسجع و متعقی خطابت کا بھی بہت رواج رہا ہے اس کی

عظیم خطبار کے سجع و قافیہ میں جیسا مثلی کو ہمیشہ ملحوظ رکھا گیا، چوتھی صدی ہجری کے ایک خلیفہ ایسے ہوئے ہیں جو مسجع و متعقی خطابت میں تصنیع و تلمیح کو روکتے تھے، یہ تھے شام کے ایک خطیب شیخ محمد ابن نباتہ القادسی جن کے خطابات جمہر و عیدین کا ایک مجموعہ بہت مقبول ہے اور خطب ابن نباتہ کے نام سے منداول ہے۔

۲۲: جمال الدین افغانی

اتحاد اسلام کی عظیم دعوت کے عظیم علمبردار علامہ جمال الدین افغانی اسلامی خطابت کی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ صرف خطیب ہی نہیں خطیب گرجھی تھے انعام صہ کے دوران فن خطابت کی تربیت کے لئے انہوں نے متعدد کلب اور مجلسیں قائم کی تھیں، سید عبداللہ نعیم، شیخ محمد عبود اور علامہ رشاد وغیرہ اپنے عہد کے عظیم خطباء انہی کے نور شمع ہیں اور تربیت یافتہ تھے جس کی عظیم جنگ انقلاب جو احمد علی پاشا کی قیادت میں برپا ہوئی تھی اس افغانی خطابت کا نتیجہ تھی، شاعر مشرق نے کہا خوب کہا ہے کہ

سید السادات مولانا جمال

زندہ از گذار او سنگ و سفال

۲۳: شیخ محمد عبدہ

جدید مصر کی تعمیر میں جن لوگوں نے اپنا مخلصانہ خون جگر صرف کیا اور معاشرتی مصلعین میں شمار ہوئے ان میں شیخ محمد عبدہ کا نام بڑی عظمت و وقار کا مستحق ہے سید جمال الدین افغانی کے شاگرد، پیر و کار اور بہترین یادگار تھے۔ مصر کے مفتی اعظم ہوئے اور جامعۃ الازہر کی اصلاح کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، وہ جتنے فیصیح و بلیغ کاتب و ادیب تھے اتنے ہی فیصیح و بلیغ خطیب بھی تھے۔

۲۴: مصطفیٰ کامل

جدید عربی خطابت میں جو نام ناقابل فراموش ہیں ان میں سے ایک عظیم

مصری قائد مصطفیٰ کامل (۱۸۷۴-۱۹۰۸ء) ہیں۔ فرانس سے قانون کی تعلیم حاصل کرنے والا بریڈر، جو جوانی ہی میں وفات پا گیا، جب آزاد جمہوری مضا سے واپس آیا تو ایک فولادی عزم اور شعلہ جوالہ بن کر، الحزب الوطنی کے نام سے سیاسی جماعت بنائی اور اجناد اللواء جاری کیا، ۱۹۰۷ء میں اسکندریہ میں تقرر کر کے ہوئے کہا تھا۔

«إن العامل الواثق من النجاح يبري النجاح أصالة كأنه أمر واقع، ونحن نرى من الآن هذا الاستقلال المصري والتمتع به، وقد عولده كأنه حقيقة ثابتة وسيكون كذلك لا محالة؛ فلهما فتحة واليالي وتقاقت الأيام ولأني بعد الشروق شروق واغقب الغروب غروب فإنا لا نمل ولا نغف في الطريق ولا نقول أبداً: لقد طال الخطأ؛ إننا وجهنا قلوبنا ونفوسنا وقواتنا وأعمارنا إلى اشرف غاية اغتنت اليها الأمم في ماضى الأيام وحاضرها وأعلى مطلب نرى إليه في مستقبلها فلو الد سائنس تخيفنا ولا المتمد يد انت تعفنا في طريقنا ولا الشنائع توشقنا ولا الحنانات تزعجنا ولا الموت نفسه يحول بيننا وبين هذه الغاية التي تصغربحانها كل غاية»

«ہیں کہ رکن کو اپنی کامیابی کا پختہ یقین ہونا ہے وہ کامیابی کو تمہیں اپنے سامنے ایک نامراد قہ کی طرح دیکھ لیا کرتا ہے، اس لئے ہمیں تو مسرہ کی میلازدی و استقلال ابھی سے نظر کر رہا ہے اور ہم اس پر خوشیاں منا رہے ہیں، ہم تو اس کی دعوت اس طرح دے رہے ہیں کہ جیسے یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے اور لامحالہ یہ یونہی ہونے والا ہے، اراٹیں خواہ کتنی ہی بڑھتی جائیں، مگر دش ایام کتنی ہی

تیز ہوتی جائے، کتنی ہی سورج نکلیں اور کتنی ہی سورج ڈوبیں مگر ہم ٹھٹک کر اپنی راہ آزادی میں رکنے والے نہیں ہیں! ہم یہ سہرگزن نہیں کہیں گے کہ انتظار کی گھڑیاں طویل ہو گئیں! ہم نے اپنا دل و جان اپنی تمام قوتیں و صلاحیتیں اور زندگیاں ایک ایسے اعلیٰ ترین مقصد کے لیے وقف کر دی ہیں، ماضی و حال میں کئی اقوام اس مقصد کے لیے کوشاں رہی ہیں، یہی مدفن مل جتی جو قوسوں کے قبیل کا مرکز و میدان ہے، یہ سہرگزن نہیں درانگتیں و مہمکیاں ہماری راہ نہیں روک سکتیں، گالیاں ہمارے کچھ نہیں لگا سکتیں، نظاریاں ہمیں پریشان کر سکتی ہیں اور موت ہمارے اور اس مقصد کے درمیان حائل ہو سکتی ہے جس کے مقابلے میں تمام مقاصد میع ہیں!

۱۲۵۔ آنسہ محی

میدانِ مصر نے جو فاضل اور باہمت خوانین پیدا کی ہیں ان میں مشہور سماجی کارکن اور خطیب آنسہ محی کا مقام بہت بلند ہے وہ ایک مؤثر اسلوب کی مالک خطیب بھی تھیں اور کپش انداز تحریر رکھنے والی ادیب بھی، اخوت کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا،

«إن حكمة الأخاء بنادى بهادعاة الإنسانية في عصرنا ليست ابتداء اليوم فحسب بل هي ابتداء جميع العصور وقد برزت إلى الوجود منذ شعروا بشان بأن بينهم وبين الآخرين اشتراك فكرية أو عاقلية أو منفعة، وبأنهم يشبهونه رغبات واحتياجات وميول يجب أن يأكل المرء يدرك عدو له الحنان يجب أن يحتاج إلى الآخرين ليتم لهم يحتاج غير إليه يجب أن يرى حقوقه مضمونة يندري بها يفتهم أن حقوق الغير مقدسة يجب احترامها يجب أن يرى نفسه وحيداً امتناعاً على الجراح ليعرف نفسه أولاً ثم يعرف غيره»

فیسفخرج من هذا التفاوت العميق معنى القانون والتعاقد
 كذا لث ارتفع معنى الإصغاء بارتقاء الإنسان
 اخوت كاللفظ جس كإرچار ہمارے زمانے میں انسانیت کے علو پر
 کیا کرتے ہیں آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ تو تمام زمانوں میں
 موجود رہا ہے یہ لفظ تو اسی وقت سامنے آگیا تھا جب سے انسان
 نے پیرسوس کر لیا تھا کہ اس کے اور دوسرے انسانوں کے درمیان
 فکری، جذباتی اور مفاداتی اشتراک پایا جاتا ہے اور یہ کہ وہ بھی
 جیسی خواہشات، ضروریات اور میلانات رکھتے ہیں انسان کو درد
 میں مبتلا ہونا چاہیے تاکہ وہ تڑپ کی لذت کا ادراک کر سکے اسے
 دوسروں کا محتاج ہونا چاہیے تاکہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ دوسرے
 اس کے کس قدر محتاج ہیں وہ اپنے حقوق کو کھینچا اور تحقیر کا شکار
 ہوتا دیکھے تاکہ وہ یہ بات سمجھ سکے کہ دوسروں کے حقوق بھی قدر
 ہیں اور ان کا احترام کیا جانا چاہیے اسے تنہائی کی جلن اور غم
 بہتے ہوئے زنجیروں سے دوچار ہونا چاہیے تاکہ وہ سب سے پہلے
 تو خود کو پہچانے پھر دوسروں کو جانے اس گہرے تعارف و واقفیت
 سے ہی تعاون اور باہمی بہارا دینے کا مفہوم برآمد ہوگا بظرف
 یوں انسانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ اخوت کا مفہوم بھی ترقی
 کرتا رہا ہے ۱۵

۲۴۔ سعد زاعلول پاشا:

مصر کی جدید سیاسی تاریخ کے سب سے بڑے لیڈر اور آزادی مصر کے مندر
 مجاہد سعد زاعلول پاشا جدید عرب دنیا کی سیاسی و پارلیمانی خطابت میں بہت
 اونچا مقام رکھتے ہیں وہ مصر کے وزیر اعظم بھی رہے مصری پارلیمان سے
 خطاب کرتے ہوئے بادشاہ نے ایک لفظ استعمال کیا جس کی وضاحت

مالکی گئی تو سعد زاعلول پاشا نے حاضر جماعت سے کام بیتے ہوئے
 اپنی تفسیر میں کہا تھا :-

۱۵۔ اريد أن أقول إننا نحن الوزراء لسنا أجناب عنكم بمعنى قسم
 مدخكم قسم من البرلمان تخصص لتسهيل أفكاركم وآرائكم
 والتعبير عنها فهو في خطبة العرش إنما يعبر عن أفكاركم
 أي أي الوزراء في خطبة العرش تعبر عن أفكار البرلمان وإرادة
 لأن كانت أحدث التعبير فيها وليست إرادة من قد أحسن
 التعبير في البرلمان يرد بهياد على أمهاتكم تحسنه هذا الرد
 قد يكون نقد بل وقد يكون تفسير وقد يكون تأويل
 كل هذه عبارات معناها أي الوزارة التي تولت وضع هذا
 الخطاب وتولت التعبير عن أفكار البرلمان قد أساءت التعبير
 عنه، فإذ كان الأمر كذلك فالوزارة التي تخصصت
 للتعبير عن أفكار البرلمان وتنفيذ آرائه لا يمكنها أن تبقى
 بعد هذا في مصراكنها ۱۶

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم وزراء آپ کے لیے مکرر فی الصبی نہیں
 ہیں ہم بھی آپ ہی میں سے ہیں ہم بھی پارلیمان کا حصہ ہیں جو
 پارلیمان کے احوال و آراء کو عملی شکل دینے کے ذمہ دار ہیں اور
 اس کے ترجمان ہیں، شاہی خطاب میں بھی ہم نے آپ کے خیالات
 کی ہی ترجمانی کی ہے یعنی بادشاہ کی تفسیر میں وزارت نے پارلیمان
 کے خیالات و آراء کی ترجمانی کی ہے تو اب اگر ترجمانی اچھی ہوئی ہے
 تو بہتر ہے اور اگر اچھی ترجمانی نہیں کی تو پارلیمان کو یہ کہنے کا حق
 ہے کہ وزارت نے ترجمانی درست نہیں کی یہ بات تصحیح و تفسیر یا
 تاویل کہلا سکتی ہے یہ سب اظہار کے طریقے ہیں جس کا مطلب

یہ ہے کہ جو وزارت یہ تقریر تیار کرنے کی ذمہ دار تھی اور پارلیمنٹ کی ترجمانی کا کام اس کے سپرد تھا اس نے صحیح صحیح ترجمانی نہیں کی اس کے اگر بات یہی ہے تو جس وزارت کا کام پارلیمنٹ کے خیالات و ارادہ کی ترجمانی تھی اور انہیں عملی شکل دینا بھی اس کے سپرد تھا اسے اپنے جملوں پر کام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲۷۔ علامہ مصطفیٰ المصطفیٰ

الادھر یونیورسٹی نے جو علماء پیدا کئے اور وہ علم و فضل کی دنیا میں زندہ نقوش چھوڑ گئے ان میں سے ایک علامہ محمد مصطفیٰ المصطفیٰ بھی تھے وہ ادیب خطیب مفسر قرآن اور شیخ الاسلام بھی تھے، جامع الاسلام کے نمبر پر انہوں نے ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۶ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔

”إِنَّ الدِّينَ إِذَا مَلَاحَ الْمُسْلِمُونَ؛ هُمَا مِلَّةٌ تَأْتِي فِيهَا الْمَتَأَلُونَ لَا يَحْتَمِلُ هَذِهِ الْبَوَائِقُ وَلَا هَذَا الْوَلَدُ وَلَا هَذِهِ الْأَهْلِيَّةُ لِمَا حَمَلَتْ وَلَا هَذِهِ الشَّهَوَاتُ الَّتِي لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ، وَإِنَّمَا يَحْتَمِلُ مِلَّةً فَاضِلَةً تَقُومُ عَلَى عَمَلٍ كَامِلٍ وَعَمَلٍ صَالِحٍ وَخَلْقٍ فَاضِلٍ كَرِيمٍ يَحْتَمِلُ التَّعَبَ بِنِزَاجَةِ اللَّهِ، وَحَاضِلًا لِعِبَادَةِ مَنِ طِيبَاتٍ، يَا مَرْهُمَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَحِلُّ لَهُمُ الطِّيبَاتُ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِمُ الْبِائِثَاتُ، هَذَا هُوَ الْإِسْلَامُ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ، فَتَدَارَعُوا إِلَى مَعْرِفَةِ مَنْ رَبِّكُمْ وَأَنْفَعُوا النَّاسَ مِنْ أَسْبَابِ الدَّمَارِ وَالْمَقْصُودَةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَهْلَكَ الْقُلُوبَ الْعَابِدِينَ وَأَقْبَلَ مِنْ هَذِهِ الشُّرُورِ وَأَرْقَى شَامٍ“

مسلمانو! یہ دین اسلام (اس کے آفاق خواہ کتنے بھی وسیع ہوں اور تاویل میں کرنے والے اس میں کیسی ہی تاویلیں کر لیں) اس کی ان کو مشورہ اس الحاد، اس منہ زور اباحت اور ان ہوس پرستیوں کا تحمل نہیں ہو سکتا جن کی کوئی حد نہیں، یہ دین اگر تحمل ہے تو فاضلانہ تمدن کا

جس کی اس سس علم کامل عمل صالح اور کریمانہ حسن اخلاق ہو، یہ دین لئذ کی زمینت اور ان طلیبات کا تحمل ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے لپٹا کر دی ہیں اللہ ان بندوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے بدی سے روکتا ہے، اس نے طلیبات کو ان کے لئے حلال کر دیا ہے اور ضابطہ یا گندمی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ گو یہ ہے اسلام نے ایمان والوں اس لئے اپنے رب کی بخشش کی جانب تیزی سے پکڑا انسانیت کو تباہی اور ہلاکت سے نکالو اور جان کو کہ اللہ تعالیٰ ان مشرور اور گناہوں سے کم گناہوں پر بھی گزشتہ اقوام کو ہلاک

کرتا رہا ہے
۲۸۔ محمد حسین میکیل

جدیدہ مصر کی سیاسی، فکری اور ادبی تعمیر میں جن عظیم شخصیات کا حصہ نمایاں ہے ان میں سے ایک محمد حسین میکیل پاشا مرحوم بھی تھے جن کی بعض نگارشات کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے، میکیل پاشا ایک صاحب طرز انشاء پرور، ادیب و محقق، صحافی اور سیاست دان تھے، انہوں نے مصر کے ۳۸ء اور کے انتخابات کے موقع پر ایک دوست کے حلقہ نیابت میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

”لَاخْوَانِي إِذَا اتَّخَذْتَ لِحُكْمِ هَذِهِ الْحَدِيثِ عَنْ نَا بِيكُمْ فَوَيْ اتَّخَذْتُمْ لِلثَّوَابِ الْآخِرِينَ الَّذِينَ يَشَارِكُونَهُ مَبَادِئُهُ الْفُتُورِيَّةُ، فَارْتَبِدْ مِنْكُمْ أَنْ تَسْأَلُوا الْقُحْرِينَ أَمِنْ مِنْكُمْ رَجُلٌ كَعَبْدِ الْحَيْدِ وَمَبَادِئُ كَعَبَادَتِهِ! وَالْوَاقِعُ إِذَا نَصَرْتِ الْمَبَادِئُ فَمَبَادِئُ نَابِيكُمْ هِيَ الْمَثَالُ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يَحْتَدِيَ فِيهِ تَنْطَوِي أَوْ لَوْ عَلَى الْفَرَاغَةِ نَزَاةِ الْقَلْبِ وَالْبَيْدِ وَالنَّفْسِ، الْفَرَاغَةُ فِي الْوَحْدَةِ مِنَ الْمَلِكِ وَالْوَطَنِ ثُمَّ الْقُرْبَى وَالْغُرَاضُ وَالْفُلَايَاتُ، وَالرَّجُلُ الْفَرِيقُ عَادِلٌ بِطَبْعِهِ لَا يَعْرِفُ كَيْفَ يَغْلِبُ بِلِغْلِبِهِمْ هُوَ إِذَا كَانَ فِيهِ عَدَالٌ وَمَسَاوِيَةٌ لَدُنْهِ“

جہیعا، وہو عجیب الخیول الناس، و یحبہم اکثر ما یحب نفسه،
 میرے بھائیو! میں جو باتیں آپ کے نمائندے کے متعلق آپ سے کرنے
 لگا ہوں انہیں میں دوسرے نمائندگان کے لئے ایک نمونہ بنانا چاہتا ہوں
 جو آپ کے نمائندے کے قیمتی اصولوں پر یقین میں ان کے ساتھ شریک
 ہیں، میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ فیروں سے خود دریافت
 کیجئے اور پوچھئے کہ آیا عبد البعید حبیب کوئی امیدوار اور اس کے اصولوں
 حبیبے اصولی کسی اور کے پاس ہیں، کسی کامر و گرام ان حبیب ہے حقیقت
 یہ ہے کہ میں جب اصولوں یا منشور کی بات کرتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ آپ کے
 نمائندے کا منشور ایک ایسا مثالی منشور ہے جس کی سب کو تقلید کرنی
 چاہیے کیونکہ اس منشور میں سرفہ رست پاکیزگی اور سخاوت ہے، دل،
 ہاتھ اور لہجہ کی پاکیزگی، ایسی پاکیزگی جو بادشاہ اور وطن کے لئے
 اخلاص کی حامل بھی ہے اور اخلاص و مفاہات میں بھی اخلاص کا پہلو
 رکھتی ہے، یہ پاکیزہ خواہی طبعی طور پر زیادتی کرنا جانتا ہی نہیں
 بلکہ اگر سب لوگوں کے لئے عدل و مساوات کی بات چہ تو وہ اپنے آپ
 پر زیادتی برداشت کر لیتا ہے، وہ لوگوں کے لئے محبت کا طالعیت
 اور اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کو پسند کرتا ہے!

فصح العرب حضرت محمد
 ﷺ

افصح العرب حضرت محمد ﷺ

انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ پر وسیع نظر ڈالنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خطابت نبوت کے لوازمات میں ہمیشہ شامل رہی ہے اور یہ منصب نبوت کا طبعی اور فطری نقصان ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عہد اور جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے اس کا خاصہ ہی شعر و خطابت میں فصاحت و بلاغت تھی۔ اس لئے یہ بات بھی طبعی اور قدرتی تھی کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کے تمام خصائص لوازمات اور مظاہر پوری جامعیت و کمال کے ساتھ عطا کئے جاتے یہی وجہ ہے کہ نبی امی افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غیر فانی معجزہ عطا ہوا وہ بھی فصاحت و بلاغت کے متعلق ہے۔ قرآن مجید پہلے بھی اور آج بھی اپنے لفظ و معنی کے تمام خصائص و محاسن کے ساتھ عربوں اور تمام انسانیت کیلئے ایک کھلا چیلنج ہے اور رہے گا!

فصاحت و بلاغت کا نبوت سے جو تعلق ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خطابت کی جو اہمیت ہے وہ اس بات سے عیاں ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے دوران بار بار اس لفظ کو دہرایا :-
 اَلَمْ يَجْعَلْنَا عَرَبًا ۚ یعنی کیا میں نے بات کو واضح طور پر پہنچا دیا ہے؟ ظاہر ہے پیغام حق کو واضح طور پر پہنچانا اور کھول کر بیان کرنا خطیب کے لئے ہی ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کا منصب بھی یہی بیان فرمایا ہے :-

فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

سۃ المائدہ (۹۲/۵)

نوحان لو کہ ہمارے رسول کا منصب تو بات کو کھول کر واضح طور پر پہنچانا ہے!

آپ کو حکم ربانی یہ تھا :-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ يَنْزِلْ عَلَيْكَ رَدًّا ۚ

اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے واضح طور پر پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گریا اس کے پیغام کو اچھی طرح نہیں پہنچایا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا فرمایا تو اس منصب کو نبھانے کے آداب بھی متعین فرمائے۔ چنانچہ کہیں تو حکم ہوا کہ :-
 وَعِظُهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ۚ

انہیں ایسا وعظ و نصیحت فرمائیے جو ان کے دلوں میں اثر جائے بقول امام راغب اصفہانی قول بلیغ کی دو تہیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ کلام بذاتہ فصیح و بلیغ ہو جس کے لازمی اوصاف تین ہوتے ہیں :-

لغوی لحاظ سے کلام درست ہو۔

معنی مقصود سے مطابقت رکھتا ہو۔

اور یہ کلام فی ذاتہ صحیح و صادق ہو!

قول جمہلیغ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بات کہنے والا بھی بلیغ ہو اور مخاطب پر اس کا اثر بھی ہو تو کلام بلیغ کہلائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قول بلیغ کا حکم ہے اس میں یہ دو قسمیں شامل ہیں :-

داعی حق کو جب دعوت اسلام کا منصب سپرد ہوا تو فصاحت و بلاغت

سۃ المائدہ (۶۴/۵) سۃ النساء (۶۳/۴)

سۃ البیان والتبيين ۲۸/۲

کے ساتھ ساتھ حکمت و عظمت اور حسن استدلال کا بھی حکم ہوا۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَعْقَلِ وَالْحَسَنَةِ وَخَيِّرْ لَهُمْ
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

اے رسول! اپنے رب کے سنے کی طرف دعوت دیجے تو حکمت اور
اچھے عقل و نصیحت سے اور ان لوگوں سے اگر بحث و استدلال
کی لغت آئے تو اس طریق سے استدلال فرمائیے۔

فصاحت نبوی کے عناصر ترکیبی

اس پس نظر میں جا حلف کا یہ قول مناسب توجہ کا مقتضی ہے اور حقیقت حال
کی تصویر بھی کہ:

وَالَّذِينَ بَعَثَ فِيهِمْ أَخْبَرُوا مَا يَمْدُونَ عِلْيَهُ الْبَيَانِ وَاللَّسَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس
کے ہاں کمال کا معیار ہی بیان و بلاغت اور فصاحت لسانی تھی؛
لیکن سراسر فصاحت و بلاغت کے ان قار و نزل میں سے کسی کو نبی
اتمی صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں کبھی حرف گیری کا موقع
نہ ملا اس ضمن میں جا حلف کا یہ بیان ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

لَيْسَ أَحَدًا مِنْ أَعْدَائِهِ شَاهِدَ هَذَا طَرَفٍ مِنَ الْعَجْزِ وَلَوْ كَانَ

فَلَيْتَ مَرِيئًا وَمُسَوِّعًا حَتَّى يَأْتِيَ فِي الْمَدَى وَلَتَنَاجُوا بِهِ فِي الْحَدِّ

وَلَتَصْلَحَ بِهِ خُطْبَاهُمْ وَلَقَالَ فِيهِ شَاعِرُهُمْ فَتَدْعُو عَرَفَ النَّاسِ

كَثْرَةُ خُطْبَاهُمْ وَكَثْرَةُ شِعْرِهِمْ

آپ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپ کی فصاحت و بلاغت میں کسی

قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا، اگر کوئی ایسی بات دیکھنے یا سننے

میں آئی ہو تو وہ لوگ مجاہد میں اسے بطور ذلیل قرار دیتے اور اپنی

ملہ البیان والتبيين ۲/۲۸۰ کے حوالہ سابق۔

خلوت گاہوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے، اس سلسلے میں
ان کے خطیب بات کرتے یا ان کے شعرا اس کا تذکرہ کئے بغیر نہ رہتے
کیونکہ دنیا کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں
خطیب بھی بکثرت تھے اور ان کے شعراء تو ایسی باتوں میں بہت تیزی
دکھایا کرتے تھے۔

انصحر بنی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت اور خطیبانہ کمالات کے پتے
میں متعدد عناصر کا زہر مانتے، ان میں سے بعض کا تعلق ماحول سے ہے اور بعض
رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور فیض ربانی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان میں
مناہان افریقہ ربانی کا تھا، ارشاد ربانی ہے کہ: «إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ خَلْقًا وَبَعْدًا يَرَى
حُجْمَ بَنِي بَنِي كَرْمَ شَيْءٍ كَوْنَهُ لَيْسَ مِنْهُ مَيْدَانٌ يَرَى» اور بقول شاعر:

عہ کے راہر کار سے ساختہ

اور آؤ اراؤ اللہ بیکہا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ اللہ تعالیٰ کوئی کام انجام دینے
کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لئے اسباب پیدا کر دیتے ہیں کہ وہی ذات سبب الاسباب
ہے فصاحت نبوی کے لئے بھی خالق کون و مکان نے چند در چند اسباب مہیا
فرمادئے تھے کہ انسانیت کی امارت آپ کے سپرد ہونے والی تھی اور ضعف و کمزوری
کا آخری نسخہ کیا آپ کے قلب اظہار و زبان مقدس پر نازل ہونے والا تھا، تامل
عیاض اور یہی ہے کہ شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتب صحابہ کرام نے
عرض کیا: «وَرَأَى الَّذِينَ هُوَ أَفْضَحَ مِنْكَ» ہم نے آپ سے بڑھ کر فصاحت و بلیغ
شخص کسی نہیں دیکھا، آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا:

وَمَا يَنْعَى؟ وَرَأَى الْقُرْآنَ يَلْسَنَانِي عَرِيَّةً مَيْسَرِي

وَرَأَى مَرَّةً أُخْرَى: «أَنَا أَفْضَحُ الْعَرَبِ» مَيْسَرِي مَرَّةً أُخْرَى

وَلَمْ تَلْمْ فِي بَنِي سَعْدِ

ملہ القمر ۴/۴۸۴ ملہ الشہدۃ

میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے! قرآن مجید میری زبان
میں نازل ہوا جو لسان عربی میں یا کبھی ہوئی عربی زبان ہے! پھر ایک
اور موقع پر فرمایا: میں فصیح العرب ہوں مگر اس پر مستزاد ہے کہ
میرے قریب قریش سے تعلق رکھتا ہوں اور میری نشوونما قبیلہ بنو سعد میں
ہوئی ہے!

طبرانی کے الفاظ یوں ہیں:

«أَنَا أَقْرَبُ الْعَرَبِ، وَلِدْتُ فِي قُرَيْشٍ، وَنَشَأْتُ فِي بَنِي سَعْدٍ
فَأَنِّي يَا بَنِي اللَّهِ أَحَبُّ؟» میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات
کرنے والا ہوں، میں قریش میں پیدا ہوا، میری پرورش بنو سعد
میں ہوئی تو اب میرے کلام میں محن کہاں سے آئے! میری فصاحت
و فصاحت میں نقص کہاں سے آئے!

ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ تمام عرب کے بچے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے
ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں، یہ علم و ادب آپ کے کس طرح
حاصل ہوا! آپ نے جواب میں فرمایا:

أَدَبِي رِقِّي مَخَاحِشِي قَادِرِي

میرے رب نے مجھے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے اور میری خوب خوب
قرابت دلائی!

ایک مرتبہ بلا دین کا ایک بدو حاضر ہوا اور سوال کیا کہ آیا سفر میں روزہ رکھنا
نیکی کا کام ہے، عربی میں تو اسے یوں کہنا تھا: أَمِنَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ مَرْفَأَ الشُّوْ
مگر اس کے قبائلی بچے میں حرف تعریف الف لام کے بجائے الف میم تھا دَامُ
بجائے اَلْ، چنانچہ کہتے لگا: أَمِنَ الْبَيْتَ الْمُحِصِيَا مَرْفَأَ الْمُتَّقِيَا، تو آپ نے

صلی اللہ علیہ وسلم الشفاہا ۱۴۸

اسی کے بچے میں جواب دیا: نَعَمْ مِنْ أَهْلِ مَصِيَامٍ فِي الْمَسْجِدِ الْقِبْلِيِّ بَنُو سَعْدٍ
والے عربی کو ان سے بدلتے تھے مثلاً اعطی کو انطی کہتے تھے، معطی کو منطی
کہتے تھے، اس قبیلے کا ایک شخص عطیہ السعدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ
نے اسے اس قبیلے کی زبان اور بچے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

مَا أَغْنَاكَ اللَّهُمَّ قَوْلُكَ أَلِ النَّاسِ شَيْئًا فَإِنَّ أَلِيكَ الْعُلُوبَا
ہوئے المتعطیۃ و الیہ الشغلی ہوئے المتطافۃ:

اگر اللہ تعالیٰ تجھے بے نیاز کر دے تو تو لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگا،
کیونکہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نیچلا ہاتھ عطیہ لینے
والا ہوتا ہے!

اس طرح لعیط بن عامر العامری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہہ پوچھنے
کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بنو عامر کے بچے میں بات کرتے ہوئے اس سے فرمایا:
مَنْ لَمْ يَنْفَكْ حِينَ كَاعَرِي مَبِينٍ مِّنْ مَّطْلَبٍ هُوَ؛ اپنے آپ سے پوچھ لیکن بنو عامر کا یہ
یہ محاورہ سَلْ مَا شِئْتَ، جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ لَا يَسْرُدُ الْكَلَامَ كَسَرْدِكُمْ هَذَا، كَانَ كَالْوَحْمَةِ
لَسِيًّا أَوْ أَتْلُكُمْ تَنْشُرُونَ الْكَلَامَ مَشْرَأً:

آپ کا کلام اس طرح نہ تھا جس طرح تم لوگ گفتگو کیا کرتے ہو آپ
بہت کم گرتے، جب کہ تم اپنا کلام بکھرتے رہتے ہو۔

آپ نے خود بھی ایک موقع پر فرمایا تھا کہ: إِنَّا مَعْشَرُ الْقَبِيلَةِ بَنُو سَعْدٍ، ہم
گروہ انبیاء کو کہتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ بصوت
اور شیریں آواز بنایا تھا، آپ کی آواز میں وکشیہ تھی کہ سننے والے ہر متوجہ گوش
ہو کر آپ کے خطبات میں غور و غما کیا کرتے تھے، اور بلند آواز اسے تھے کہ دور

دور تک پہنچنے والے آپ کی آواز نہ مگر تھے تھے حضرت ام ہانی سے مروی ہے۔

كَذَلِكَ نَسْمَعُ قَوْلَكَ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَبْرِ
الْبَيْتِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ قَوْلًا عَلَى عَرْشِ نَبِيِّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسی رات کے وقت کعبہ کے پاس
علاوت فرماتے تھے اور ہم اپنی چھت پر آپ کی آواز سن لیا
کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رحمہ اللہ فرماتی ہیں:-

كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى النَّبِيِّ قَوْلًا لِلَّهِ، رَاجِلًا لِمَنْ
عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رُوحِهِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِمْ فَمَنْ فِي مَكَّةَ بِهِ:-

ایک دن جمعہ کو آپ خبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے کہا:
”بیٹھ جاؤ!“ تو عبداللہ بن رواحہ آپ کی آواز سن کر اپنی جگہ بیٹھ گئے
حالانکہ اس وقت بنو غنم کے علاقے میں تھے جو مسجد نبوی سے بہت
فاصلے پر ہے!

حضرت عبدالرحمن بن معاذ اہلبی روایت کرتے ہیں:-

كَذَلِكَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلِهِ فَقَالَ اللَّهُ آمَنَ
فَمَا حَقَّ أَنْ كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطاب دیا
تو اللہ تعالیٰ نے ہماری قوت سماعت بڑھا دی چنانچہ اپنے گھروں
میں ہی آپ کی باتیں سنتے رہے!

قاضی عیاضی نے حضرت ام مہاجر کا قول نقل کیا ہے جو آپ کے انداز
ہبان کی شیرینی اور عین روانگی کیفیت بیان کرتی ہیں:-

جَاءُوا الْمَلِكَ قَبِيلَهُمْ وَأَوْشَرَهُمْ وَكَانَ هَذَا مِنْ مَنَاطِقِهِ

لے انھوں نے ان کے قبیلہ کے بادشاہ کو خوشخبری دی کہ وہ اس کے علاقے میں

خبر ذات لطیف، کہ ان جلیل القوت حُسن النفسیہ

آپ کی زبان میں شیرینی تھی، آپ ہر بات واضح طور پر بیان کرتے،
تفصیل کلام تھے اور نہ کثیر الکلام تھے، آپ کی گفتگو گویا موتی تھے
جو زری میں برور سے گئے ہوں، آپ کی آواز بہت بلند تھی اور
اس میں عمدہ لہجہ پائی جاتی تھی:-

قَاضِي عِيَاضٍ نَصَاحَتِ نَبِيِّ كَايَكِ جَامِعِ عَاكِمِشِ كَرْتِ مَحْمَدِ كَلِمَتِ
جَمْعِ كَلِمَتِ لَكَ قَوْلُهُ عَارِضُهُ الْبَادِيَةُ وَحَقِّقَ الْكَلِمَاتِ، وَ

نَصَاحَتُهُ الْفَاطِيَةُ الْخَاضِرَةُ وَتَرْتِيقُ كَلِمَتِهِ إِلَى التَّائِيدِ
الْوَقَائِيَّةِ الْمَدْدَةِ كَالْوَحْيِ الْبَدِيَّةِ لِيُجَيِّدَ بِعَيْنِهِ بَشَرِيَّةً

اس طرح (قریش میں پیدا ہونے اور بنو سعد میں پرورش سے) آپ کی نصاحت
و بلاغت میں صحرا نشینی کی قوت بیان و مقابلہ اور عمدہ لفظی اسلوب کے ساتھ شہرہ
علاقے کے الفاظ کی چمک دمک اور انداز گفتگو کی رونق ایک ساتھ جمع ہو گئی تھی،
اس کے علاوہ وہ تائید الہی بھی آپ کے شامل حال تھی جس کی امداد اس دلی بانی
سے مولیٰ تھی جس کا احاطہ انسانی قدرت علم سے باہر ہے!

گذشتہ تفصیل سے نصاحت نبوی کے جو عناصر ترکیبی نمایاں طور پر سامنے
آئے ہیں وہ چارہاں ان میں سے دو کا تعلق ماحول اور معاشرتی حالات سے ہے
جبکہ دو عطیہ قدرت اور تائید الہی سے تعلق رکھتے ہیں:-

۱۔ قریشیت:

دراستاد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کتب حدیث و سیرت کے علاوہ
کتب ادب میں بکثرت نقل ہوا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں: أَنَا أَصْحَابُ الْقَدْرِ
بَيْنَهُمْ أَتَى قَبِيلِي قُرَيْشِي، میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں مگر میں قریش
سے تعلق بھی رکھتا ہوں! ”علمائے بلاغت و بدایع کے نزدیک اس جملے میں آپ

لہ الشفا ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷

نے اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار تو کیا ہی ہے یہ مجاہد سجا کے خود علم بدیع کی ایک صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے جسے مَدَحٌ مَجْدٌ بَدَائِشِہُ الذِّمَّہِ بمعجم جو صنعت کے مشابہ نظر آتی ہے، میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کے بعد نبیؐ (مگر علم کا استعمال پر مشدد لانا ہے کہ مگر کے بعد والی بات آپ کی فصاحت میں کسی کمی کے اظہار کے لئے ہوگی حالانکہ یہ تو پہلے والی بات سے بھی بڑھ کر آپ کی فصاحت و بلاغت کا ثبوت ہے کہ آپ قریش سے تعلق رکھتے ہیں، آپ الفصح العزیز ہوتے اور قریش سے نہ ہوتے تو یہ بات ایک کسی کا باعث ہوتی کیونکہ قبیلہ قریش بحقیقت مجموعی لسانی فصاحت و بلاغت میں تمام عرب میں سب سے بلند مقام کا مالک تھا، ان کی زبان، لسان عربی میں یعنی مغربی عربی زبان میں نہ صرف قرآن کریم نازل ہوا بلکہ تمام قبائل عرب کے خطباء و شعراء قریش کی سکہ بند زبان کو ہی اظہار کا قابل محذور و تصور کرتے تھے، دور جاہلیت کے مشہور ترین محبوب و تصانیف معلقات سبعہ کے شعراء بھی اسی زبان میں شعر کہتے تھے، سوتی مکانات میں جمع ہونے والے خطباء اور شعراء کی بھی یہی زبان ہوتی تھی تمام قبائل عرب قبیلہ قریش کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ہر تسلیم کرتے تھے، قریش کے ماذون لوگ شعراء عرب کے کلام کے بارے میں جو رائے زنی کرتے تھے اسے سند کی حیثیت حاصل ہوتی تھی، اس لئے رسالت مصلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں الفصح العرب بھی ہوں اور قریش سے بھی تعلق رکھتا ہوں آپ کی فصاحت و بلاغت کے انتہائی کمال کی طرف اشارہ ہے۔

طبرانی کی روایت کے مطابق اس ارشاد نبوی کے الفاظ یہ تھے :-

أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ وَلَيْدَتِي قَدِيشٌ كَمِیْنِیْ تَمَامِیْ عَرَبُیْنَ مِیْنِ سَبِّیْ
عمدہ طریقے سے انہما خیاں پر قادر ہوں اور میری پیدائش قبیلہ قریش میں ہوئی ہے یہاں واضح طور پر اور عام فہم انداز میں آپ نے اپنی فصاحت و بلاغت کے اس کاہل معجزہ مزید پرکاش یا انگریزی میں Have over ہے۔

کے عنصر اول یعنی قریشیت کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ قریش میں اور وہ بھی سادات بنی ہاشم میں آپ کی ولادت با سعادت الفصح اللسان ہونے کی ضمانت ہے، جاحظ نے حضرت امیر معاویہؓ کے دربار کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے قبیلہ قریش کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے، جاحظ لکھتا ہے :-

« وَقَالَ مُعَاوِيَةُ يَوْمًا: مَنْ أَفْصَحُ الْعَرَبِ فَقَالَ قَائِلٌ: قَوْمٌ
ارْتَفَعُوا عَنْ خُلُقَانِيَّةِ الْفُرَاتِ قَبِيلَةً مُنَوَّاعِينَ عَنَعَتِهِ قَبِيلَتُهُمْ
قَبِيلَتُهُمْ سُرُورًا عَنْ كَسَنَتِهِ بَصُرًا كَيْسَتْ لَهُمْ عَمَلَتُهُ
قَبِيلَتُهُمْ وَلَوْ طَمَطُطَانِيَّةٌ حَبِيبَتُهُ قَالَ مَنْ هُمْ؟ قَالَ
قُرَيْشٌ! »

معاویہؓ نے ایک دن سوال کیا: الفصح العرب کون لوگ ہیں؟ تو کسی کہنے والے نے کہا: ایک ایسی قوم ہے جو ابن فرات کے نغماتیہ (گنگا گامبی انداز) سے بلند تر ہے، قبیلہ تنیم کے عنعنہ رائے میں الف کوعین سے بدلنا، سے وائیں طرف رہے اور بنو بکر کے کسکسہ (کاف کو سین سے بدلنا جیسے اِثَاث سے اِثْن) سے بایں طرف رہے، نہ تو ان میں بنو قنعا کا عنعنہ (غیر واضح انداز گفتگو) تھا اور نہ قوم حمیر کا طمطمانیہ (غیر عربی الفاظ کی کثرت ہونا) تھا، حضرت معاویہؓ نے فرمایا: تو یہ کون لوگ ہوئے؟ اس نے کہا: یہ قریش ہی تو ہیں! تو قریش کی یہ فصاحت آپ کو روکنے

میں ملی!

۲۔ بنو سعد اور دیگر قبائل کا ماحول

علمائے لغت و ادب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا دو سرا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زبان نبوت کو پاکیزہ و سلیس بیان کے بیان والی زبان میں ۲۱۶/۳ - الرضی الاولف ۱/۰۹، حمزۃ الشاہ العرب ص ۲۶۵۔

اور شستہ انداز کلام سے مزین کرنے کے لئے آپ کی تربیت کا بندوبست قبیلہ بنو سعد میں فرمایا تھا۔ یہ بنو سعد بن مکر بن ہوازن عرب کے مدوی قبائل میں سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور قریش کے شرفاء و سادات اپنے بچوں کی رضاعت اور پرورش کا بندوبست عموماً اسی قبیلہ میں کرتے تھے۔ یہاں آپ نے حضرت حمیدہ بن مہزیہ کی گود میں پرورش پائی اس سے آپ کے اس ارشاد میں جس کی تشریح اوپر گزری ہے ان الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے کہ **وَلَمْ يَكُنْ لِي فِي بَنِي سَعْدٍ مِثْرَةٌ** پرورش نہیں کیا بنو سعد میں مِثْرَتی ہے۔ طبرانی کے الفاظ میں:

كَانَ اسلوب العوب وِلْدَتِ وَقَوَّيْشَ وَشَاكْتَ فِي بَنِي سَعْدٍ قَاتِي يَابِلَتِي
الجبلی۔

میں عربوں میں سب سے بہتر اظہار خیال پر قادر ہوں، میری پیدائش قریش میں ہوئی اور میری پرورش بنو سعد میں ہوئی،
نواب میرے کلام میں سخن کہاں سے آئی؟

بنو سعد کے علاوہ آپ کے تھیں بنو زہرہ اور آپ کے سسرال بنو اسد کی فصاحت و بلاغت بھی مسلم تھی، ان کا بھی آپ کی تربیت اور اسلوب کلام پر اثر پڑا، بنو اسد کی فصاحت کا اگر مزہ دیکھنا ہو تو آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ پر غور فرمائیے جو انہوں نے اپنے عظیم شوہر کی ذات کے بارے میں فرمائے تھے کہ:

كَتَبُوا وَخَيَّرُوا اللَّهُ أَبَدًا! إِنَّكَ لَمَقْصَلُ الرَّحِيمِ وَكَفَرِي
الضيف وَتَكْسِبُ الْمَعْدُ وَتَوَدُّ تَحْمِلُ الْكَلَّ

۳۔ قرآن کریم

قرآن مجید کے بارے میں ہمارا تو غیر متردد ایمان ہے کہ یہ اللہ کا آخری پیغام ہے جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ ہمیں بلکہ یہ تو نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جاوید مجزہ ہے جس کے پیچھے

کلام اب پر مشتمل چودہ صدیوں کے دوران دنیا نہیں دے سکی اور کبھی نہیں دے سکے گی۔ قرآن مجید کا لفظی اسلوب بیان بھی ایک مجزہ ہے اور اس کی مختصر سے مختصر آیت میں معانی و مقاصد کا جو بھر پور بیان موجود ہے وہ بھی ایک مجزہ ہے۔ گو یہ کتاب اللہ کے لفظی اور معنوی دونوں قسم کے معانی و عبارات نبوت محمدی کی شہادت ہیں!

فصاحت و بلاغت قرآنی تو ایک ایسا مجزہ ہے جس کے سامنے ہر عرب کے عرب فصحاء و طبنا و مسلم و غیر مسلم تسلیم ختم کرتے رہے ہیں بلکہ خطیب کے کلام کی قرینت اور لادب کی انشا پر داری کی رونق آیات قرآنی کے اقتباس و استعمال پر وقوف سمجھی جاتی رہی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وَلَمَّا نَسُوا مَا فِي الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ كَانُوا فَاحِقِينَ
الْعَذَابُ لَهُمْ بِهِمْ وَهُمْ كَانُوا كَانُوا
الْعَذَابُ لَهُمْ بِهِمْ وَهُمْ كَانُوا كَانُوا

عرب خطباء و اس بات کو مستحسن تصور کرتے تھے کہ اجتماعات و محافل میں خطیب کے کلام میں قرآنی آیات ہوں، کیونکہ اس سے کلام میں رونق، وقار، نزاکت اور حسن تاثیر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ عمران بن حطان خارجی عرب کے ان خطباء میں سے تھا جو شعر پر بھی قدرت رکھتے تھے، وہ کہتا ہے کہ میں نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاں سب سے پہلے خطبہ دیا تو لوگوں نے اسے بہت پسند کیا، اس موقع پر میرے والد اور چچا بھی موجود تھے، چچا نے کہا کہ یہ عربی کلام کی ایک فصل پر ہوا تو ایک بزرگ عرب کہہ رہا تھا۔

هَذَا الْعَقِي اخُطِبَ الْعَرَبُ لَوْ كَانَ فِي خُطْبَتِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ
اگر اس نوجوان کے خطبے میں قرآن مجید کی کوئی آیت ہوتی تو
یہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوتا۔ گو قرآن مجید کی آیات و اقتباسات سے

خطیب کے کلام کا خالی ہونا ایک بہت بڑا عیب تھا، اسی لئے
تو ایسے خطبے کو عرب اکتشوفتھا، مگر بعد خطبہ قرار دیتے تھے !

اگر کوئی معمولی عرب یا تفراتی اور افتباسات جانی حفظ کرے اور اپنے کلام
میں ان کا استعمال شروع کر دے تو اس کا انداز خطابت فصاحت و بلاغت کا
رنگ اختیار کر لیتا ہے اور اس کے اسلوب بیان میں رونق و چاشنی پیدا ہوتی
ہے، اگر عام اور معمولی عرب کی یہ حالت ہو سکتی ہے تو وہ ذات القدس جو مہبط
رحمی تھی جس کا ثلب اطہر اور زبان شیریں و صا یطلق عن المہولی کے معنی ہیں
آتی تھی اس پر قرآن مجید کی مجراۃ فصاحت و بلاغت کے اثرات کی حد کیا ہوگا
یہی تو وجہ ہے کہ خطابت نبوی فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھی، اور اسی لئے
تو آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں فرمایا : میں نے
عرب میں آپ سے بڑھکر کوئی فصیح شخص نہیں دیکھا، فرمایا تھا۔

وہا یمنعی ؟ اور انما انزل القرآن بلسانی و لیس ب عربی جہن
تو اس میں مجھے کیا چیز مانع آ سکتی ہے ؟ آخر قرآن کریم بھی تو عربی
زبان پر ہی نازل ہوا ہے جو لسان عربی میں یعنی عرب کی صاف
ستھری اور بھنی ہوئی شقی یا نہ زبان ہے !

۴۔ فطرت محمدی کا عطیہ ربانی

کون و مکان کے خالق کی منت یہ ہے کہ وہ ظرف کے مطابق منظور
عطا کرتا ہے، اس نے جس سے کچھ کام لینا ہوتا ہے اس میں اس کی صلاحیت
خود و ولایت کرتا ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب
بھی خود پیدا کرتا ہے، وہ ہمیشہ نبوت و رسالت کے منصب کے لئے اپنے بندوں
کو خیرا ہے، کبھی آدم کو، کبھی نوح کو، کبھی آل ابراہیم کو اور کبھی آل عمران کو منتخب
کر تا رہا ہے، ظاہر ہے جب سب سے بڑی اور آخری ذمہ داری سونپنے کا وقت
آیا تو اس کے لئے جس ذات کو چاہا ہوگا اس میں ان تمام صلاحیتوں کو ولایت

کر دیا ہوگا جو جس ذمہ داری کا تقاضا کرتی ہیں !

سنت النبیر ہی ہے کہ جس دور میں جس چیز کا زور ہوتا تھا اسی کے متعلق
انبیاء کو مجرہ خطا ہوتا تھا، حضرت موسیٰ کے عہد میں ساحری کا چرچا تھا چنانچہ
یدہ یفیا مار و عصا سے موسیٰ اس کا جواب تھا، جس نے سب کو لا جواب کر دیا
تھا، مسیح کا عہد طلب و حکمت کا عہد تھا چنانچہ آپ کو بھی اعجاز مسیحی عطا ہوا
لیکن فصاحت و بلاغت کے رسیا عربوں میں قرآن کریم اعجاز سے کام لیا گیا اس
صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ثلب اطہر اور زبان القدس کو فصاحت و بلاغت
کے تمام لوازمات کمال سے نوازا گیا، آپ کی فطرت و خلقت میں خطابت کا
اعجاز اور کجوائع الکلم کا کمال و ولایت کر دیا گیا، لذرت ربانی نے فطرت
محمدی کو اپنی چشم بینا کے سامنے محفوظ و مامون رکھا قیامت باعینا کی
بشارت کا مقصد یہی تو ہے ! لہذا کی حضار ہندی قدرت کا اپنا منصب ہے
چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ

لقد طفت فی العرب و سمعت فصحاء ہم قہا سمعت

أفصح منک فسن الذبک ؛ قال أذنبی رقی فاحسن تادیبہ

یا رسول اللہ ! میں تمام عرب میں پھرا ہوں ان کے فصیح و بلیغ خطباء

کو سنا ہے مگر آپ سے بڑا فصیح و بلیغ میں نے نہیں دیکھا، تو آپ کو

یہ ادب کس نے سکھایا ؟ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ مجھے تو

میرے رب نے ادب سکھایا ہے اور کیا خوب ادب سکھایا ہے !

تو یہ تھے فصاحت نبوی کے عناصر ترکیبی ! اور جیسا کہ شروع میں عرض

کیا جا چکا ہے ان تمام عناصر میں قوی ترین یہی آخری عنصر تھا، کہ یہ اللہ کا

عطیہ تھا جس کے فیضان نے زبان نبوت کو پاکیزگی، طہارت اور شائستگی

کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کے تمام اعلیٰ اوصاف سے نوازا تھا،

ورنہ ماحول کوئی چیز نہیں ہوتی ! اگر قدرت کا عطیہ نہ ہو تو قریش و مدینہ کی حالت

و بلاغت کا ناموں کوئی کمال پیدا نہیں کر سکتا، یہ کمال تو ازل سے فطرت محمدی میں قدر تک دست اعلیٰ نے ودیعت کر دیا تھا!

فصاحت و بلاغت کا نظریہ نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے، ہمیشہ خطیب تھے اور آپ کی فصاحت و بلاغت اور اسلوب خطابت ایک نمونہ بنا، اس کے ساتھ ساتھ آپ سے جو ارشادات منقول ہیں انہیں ایک جا کر کے فن خطابت اور فصاحت و بلاغت کے متعلق ایک نقطہ نظر بھی قائم کیا جاسکتا ہے جسے ہم فن خطابت اور فصاحت و بلاغت کے نظریہ نبوی کا نام دے سکتے ہیں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ انداز کلام اور اسلوب خطابت میں ہمیشہ اعتدال و میانداری اختیار فرماتے تھے، حسب موقع اور بقدر ضرورت گفتگو فرماتے، جب تقریر فرماتے تو نہایت موزوں الفاظ اور جملہ مگر پر اثر انداز اختیار فرماتے، بات ختم کر چکے تو سامعین کی تشنگی باقی نہیں رہتی تھی، آپ کے خطبات اکثر مختصر مگر جامع ہوتے تھے البتہ اگر کوئی خاص اور بڑا اہم موقع ہوتا تو آپ اپنے خطبات کو طویل بھی دیتے تھے مگر یہ طویل بیزاری کا باعث نہ ہوتا، نہ بے لوث اور نہ کوئی بات حسرت و زوائد میں شمار کی جاسکتی تھی۔

فصاحت و بلاغت اور فن خطابت کے متعلق آپ کے جو اقوال و ارشادات ملتے ہیں وہ بھی آپ کے اسی عمل کی تفسیر ہیں، آپ کثرت کلام اور باتوں فی ہن سے ہمیشہ اجتناب فرماتے تھے اور آپ کا ارشاد بھی یہی تھا کہ اِنَّ مَثْعَشَرَ اَوْ اَنْبِیَاوِیْکَا، ہم گروہ انبیاء و کثرت کلام سے اجتناب کرنے والے اور کم گو ہوتے ہیں آپ ہمیشہ موقع و محل کی مناسبت سے بات کرتے تھے اور آپ کا ارشاد بھی یہی ہے کہ:

اِنَّ اَمْرًا مَثْعَشَرَ اَوْ اَنْبِیَاوِیْکَا نَحْنُکُمْ فَاَسِیْ عَلٰی مَقَادِیْرٍ

ملہ لغت و التشریح ص ۸۶

عَقُوْلَیْہِمَا

ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کیا کریں۔

آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ہمیشہ یہی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ عَلِمُوا اَنَّ مَنْ عَلٰی قَدْرِ عَقُوْلَیْہِمَا، لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کیا کرو!

فصاحت و بلاغت کی خوبی کو آپ انسانیت کا ذریعہ قرار دیتے تھے، چنانچہ آپ کا ایک قول جاحظ، ابن قتیبہ اور ترمذی بن جعفر کے علاوہ اور علماء نے بھی نقل کیا ہے کہ:

وَسَالَّمَ الْعِبَانُ: فَيَسِّرَ لِلْعَدَالِ بِارِسُولِ اَللّٰہِ: فَقَالَ: فِی الْبَسَانِ:-

حضرت عباسؓ نے آپ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! احسن و جمال کا دار و مدار کس چیز پر ہے! تو آپ نے فرمایا تھا: زبان پر!

جاحظ نے البراء بن الحسن کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر تھرمز کی اور بڑے اختصار سے کام لیا لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کچھ مزید ارشاد فرماتے تو کیا ہی اچھا ہوتا! حضرت عمارؓ نے فرمایا:

طَا مَثْرَدًا رَسُوْلًا، اَللّٰہُ صَلٰی اَللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِاِطَالَةِ الصَّلَاةِ رَقَصَ الْخَطْبُ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نماز کو رسول دیا کریں اور خطبات کو مختصر کیا کریں!

ملہ لغت و التشریح ص ۹۱، البیان ۱۵۰، عیون الاخبار

ملہ البیان ص ۳۱۳، لغت التشریح ص ۹۱

کسی مجبور کی ترجمانی کے لئے گفتگو کرنے کو آپ نے صدقہ قرار دیا ہے۔
 "فَقُلْ لِّسَانُكَ تُعْتَمِدُ عَلَىٰ عُنُقِ الْأَعْيُنِ وَلَا تَسْلُكُ لَهُ صَدْرُكَ"
 اگر تم اپنی فاضل تر ت گویائی اپنے کسی ایسے بھائی کی ترجمانی میں صرف کر دو
 جو اظہار و بیان پر قادر نہ ہو تو یہ بھی صدقہ ہے!"

اس کے برعکس کامیابی کی سی مسجع و مقفی لفظی، زبان و رازی، باجھیں
 کھول کر اور کھلا مپاؤ کو تقریر کرنا تکلف اور تصنع سے کام لینا بات کا تشکر کرنا
 آپ کو سب گروپ نہ تھا، ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"إِنَّ اللَّهَ يَغْضُضُ الْبَلِيغَ الَّذِي يَخْلُقُ بِلِسَانِهِ تَحْلُلَ
 الْبَاسِطَةِ بِلِسَانِهِ"

اللہ تعالیٰ کو وہ فصیح و بلیغ خطیب ناپسند ہے جو اپنی زبان سے
 یوں چرتا ہے جس طرح گائے چرتی ہے!"

ابن اللعابی نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گفتگو کی تو دوران گفتگو امتحان اور ہجو رہ گئیں
 کرتا چلا گیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا عَطَى الْعَبْدُ شَرًّا مِنْ صِلَاقَةِ الْإِنْسَانِ
 انسان کو زبان کی چیز سے بڑھ کر کوئی بری چیز نہیں دی گئی
 ایک موقع پر کسی شخص نے آپ سے سوال دریافت کیا تو مسجع اور مقفی
 الفاظ میں بات شروع کر دی، آپ نے اسے سختی سے منع فرمایا چنانچہ حافظ
 اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں نقل کرتا ہے:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ! أُرَايْتَ مَنْ لَوْ شَرِبَ ذَلِكَ أَكَلَ وَاصَاحَ
 وَاسْتَهْلَ أَيْسَ مِثْلَ ذَلِكَ يُطَلَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبَحَ كَسَجْعِ الْجَاهِلِيَّةِ"

سہ البیان ۲۵۸/۱، سہ البیان ۱۹۴/۱، سہ البیان ۱۹۴/۱
 سہ البیان ۲۸۷/۱، لغز النثر ص ۵۱

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا
 ہے جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ چلا یا بس صرف حرکت کی، تو کیا ایسے
 شخص کی بھی ریت لی جائے گی، یعنی جن میں یا نا مکمل سچے ضائع کر لے
 پر ریت ہے یا نہیں، مگر آپ نے جواب دینے کے بجائے اس
 کی سمجھ و تانیہ والی عبارت کو ناپسند فرمایا اور کہا: کیا تم
 زمانہ جاہلیت کے کامیابی کی سی مسجع عبارت میں بات کرتے ہو؟
 ارشاد نبوی یہ ہے کہ انسان پر سفیر آفات زبان کی بدولت آتی ہیں حتیٰ کہ
 سب سے بڑی آفت یعنی جہنم میں داخل ہونا بھی زبان و رازی کا نتیجہ ہوگا، آپ
 فرماتے ہیں۔

"وَكُنْ يَكْتُمُ الْقَامِ عَلَىٰ مَخَارِجِهِ فِي نَاحِيَةِ صَدْرِهِ حَصَاةٌ
 لِّسَنِهِ"

کیا انسان کو ناک کے بل جہنم میں گرانے والا عمل ان کی زبانوں
 کے تشکر کے سوا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے؟

نصاحت و بلاغت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقطہ نظر حافظ
 کے اس بیان سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

وَمَا فَدَتْ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ نَهَى عَنْ الْمِرَاءِ وَنَحْوِ التَّزْيِيدِ وَالتَّكْثُفِ
 وَعَنِ كُلِّ مَا ضَارَّ بِالسَّامِعِ وَالْمُسْمَعِ وَالْمَنْفَعِ وَالْمَنْفَعِ وَعَنِ الْتَهَانِ
 وَالْقِشَاقِ وَعَنِ الْمُمَاتَةِ وَالْمُفَاتَةِ وَالْمُفَاتَةِ وَالْمُفَاتَةِ
 فَكَيْفَ يَنْهَى عَنْهُ!

میں اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ریاکاری، تکلف سے تیار کی گئی اور ہر اس چیز سے منع فرمایا ہے
 جو دیکھنے سے مشہرت حاصل کرنے، تکبر اور برائی دکھانے کے مشا

سہ البیان ۱۹۴/۱، سہ البیان ۲۷۳/۱

ہو، اسی طرح ایک دوسرے کو جھٹلانے، جھگڑنے، مقابلہ کرنے اور
ایک دوسرے پر غالب آنے کے لئے خطابت کو استعمال کرنے سے
منع فرمایا ہے، مگر یہاں تک نفس بیان و بلاغت کا تعلق ہے تو مجازاً
اس سے آپ کس طرح منع فرمائے گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصحاء و بلغاء کی راست گوئی اور اپنی فطرتی
اعتراف بہت پسند تھا حتیٰ کہ مار لگتی خوشنودی میں بدل جاتی تھی اور شکر کی وار
لئے بغیر نہیں رہتے تھے، اس سلسلے میں عمرو بن الہثم اور زبیر بن عبد ربیع
دافعہ بطور شہادت کافی ہو چکا، جو اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عمرو بن الہثم سے زبیر بن عبد ربیع کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا: "مَدَّ لِي
لِحْوَثِي مَطْلَعِي أَذْيِي" کہہ اپنا مال دینے میں بخیل اور کنبہ پرور ہے اور زبان
نے پست کر کہا کہ اس نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس سے کہیں زیادہ میرے
متعلق جانتا ہے مگر اسے میرے شرف و نسب پر حسد آگیا ہے، اس پر عمرو بن الہثم
نے کہا:-

«أَعْلَيْتَ قَالَ مَا قَاتَلَ فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ إِلَّا ضَيْقَ الصَّدْرِ
فَصَارَ الْمَرْءُ حَلِيمٌ خَالِ حَدِيثَ الْغَنِيِّ»-

تو اگر یہ اس طرح کہتا ہے تو پھر خدا کی قسم میں تو اس کے بارے میں
سوائے اکل کے اور کچھ نہیں جانتا کہ یہ تنگ سینے والا ابے مروت
انسان ہے، ماموں کے ساتھ بخل کرنے والا ہے اور نو دولتیا تھا
مگر عمر و کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ پہلے تو اسے کنبہ پرور کہہ چکا ہے اور اب
اسے ماموں کے ساتھ بخل کرنے والا کہہ رہا ہے جو پہلے قول کی تردید ہے اور ساتھ
ہی اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں ناپسندیدگی کے آثار بھی نظر آنے لگے
تو فوراً بولی اٹھا:-

سَلِّهِ الْبَيَانُ ۱/۵۳-

يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَرِهْتُكَ قَعْلَتُ احْسَنَ مَا عَلِمْتُ، وَغَضِبْتُ
فَقُلْتَ اتَّبِعْ مَا عَلِمْتُ، وَمَا كَذَبْتُ فِي الرَّوْلِ وَلَقَدْ
صَدَقْتُ فِي الرَّحْمَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ ذَلِكَ: «إِنَّ مِنْ الْبَيَانِ لَسُحُورًا»!

اے اللہ کے رسول! میں خوشی کی حالت میں تھا تو اپنی معلومات کی
بنیاد پر بہترین بات کہہ گیا اور جب غصے کی حالت طاری ہوئی تو
اپنی معلومات میں سے بدترین بات کہہ ڈالی، ورنہ پہلی بار بھی تجھ
پہنیں بولا اور دوسری مرتبہ بھی سچ ہی بولا ہے!

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ بعض اوقات خطابت
میں جادو کا کام کرتی ہے!!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر اور امور اوسطہا
کہ میانہ روی بہترین بات ہے، فصاحت و بلاغت اور فن خطابت کے متعلق
میں آپ کا معمول اور نقطہ نظر یہی تھا، آپ کی طرف ایک قول منسوب کیا جاتا
ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہودہ گوئی اور خطابت منافقت کے شعبے ہیں جبکہ
سچا اور بات نہ کر سکتا ایمان کے دو شعبے ہیں۔ جاحظ اس قول کی تشریح
کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

«وَقَالَ زَيْدُ بْنُ مَرْثَدَةَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

شُعْبَانُ مِنْ شُعْبِ الْبَيَانِ، الْبَيَانُ وَشُعْبَانُ مِنْ
شُعْبِ الْإِيمَانِ الْحَيَاءُ وَالْعَقْلُ، وَتَحْنُ نَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يَكُونَ
الْقُرْآنُ مِثْلَ عَلِيٍّ الْبَيَانِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَحْتَجُّ عَلَى الْعَقْلِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يَجْعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْبَيَانِ وَالْبَيَانِ، وَنَبَا وَقَعَ الْبَيَانُ عَلَى

سَلِّهِ الْبَيَانُ ۱/۵۴-

كُلُّ شَيْءٍ قَصْدٌ عَنِ الْمَقْدَارِ، فَمَا هِيَ مَذْمُومٌ
وَالْخَطْلُ مَذْمُومٌ وَدِينُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
بَيْنَ الْمَقْصُورِ وَالْغَالِي ۱۱

”اسے شعوب جو اتم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفاق کے شعبوں میں سے دو شعبے یادہ گوئی اور خطابت ہے اور ایمان کے شعبوں میں سے دو شعبے ہیں حیاء اور بات نہ کر سکنے کی کیفیت (یعنی تقریر کرنے سے عاجز رہنا اور ہم اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ قرآن کریم تو اعجاز بیان اور بلاغت پر اچھا رہتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کرنے سے عاجز رہنے پر اچھا رہتے ہوں، نفوذ باللہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یادہ گوئی کو خطابت کے ساتھ ملا سکتے ہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر اس چیز سے منع کیا گیا ہے جو حد مقدار سے بڑھ جائے چنانچہ عتی یا تقریر نہ کر سکنے کا اطلاق ہر اس شئی پر ہوگا جو حد مقدار سے کم ہو اس لئے عتی (تقریر نہ کر سکرنا، بھی قابل مذمت ہے اور یادہ گوئی بھی مذموم ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا دین تو قاصد رہنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے کے درمیان ہے جو اعتدال و میانہ روی کہلاتی ہے ۱۱

تور یہ ہے خلاصہ ان ارشاد نبوی کا جو فصاحت و بلاغت اور فن خطابت کے متعلق وارد ہوئے ہیں، ان سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ صلاحیت کو قابل ستائش قرار دیا لیکن ساتھ ہی نفاظی، بہبودہ گوئی اور مبالغہ آرائی کو ناپسند فرمایا، آپ نے ہمیشہ مَتَّقُوا قَوْلَكُمْ (باجچیں کھول کر بات کرنے والوں) اور كَرِّتُوا رِثْقًا (باتوں کی کڑواہٹ کو گھٹانے والوں) کو ناپسند فرمایا، آپ فرمایا کرتے تھے: اَيُّهَا النَّشَاطُونَ! نَجِّهِ بَاتِ كَرْنِے وَتَمَّتْ بَاچچیں کھولنے سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے!

شعر افصح العرب کی نظر میں

ہمارا یہ باب نامکمل رہ جائے گا اگر ہم نے شعر و شعراء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف نہ بیان کیا، کیونکہ انسانی فنون اور اصناف سخن میں اسے ایک نہایت اہم اور نمایاں حیثیت حاصل ہے، عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسلام نے اس فن کی کوئی قدر نہیں کی بلکہ تحقیر کی ہے، لیکن حقیقت یہ نہیں ہے! کتاب اللہ کے بارے میں ارشادِ باری ہے کہ

وَمَا هُوَ يَقُولُ شَاعِرٌ قَلِيلًا مَّا تَوَسَّوْنَ وَلَا يَقُولُ كَافٍ
قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (۴۲/۶۹)

یہ قرآن مجید کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم اسے شور مچاتے ہو، ایمان لاتے ہو، اور نہ کسی کا بے قول ہے، لیکن تم میں نصیحت پکڑنے والے بہت کم ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اسمی نفی فرمادی ہے کہ قرآن مجید نہ کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ کسی کا سن کی کہانت ہے! یہ تو کتاب اللہ کی بات ہے جو بہت بڑی بات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شاعری کی ہم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم ہی نہیں دی بلکہ یہ آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ شعر و شاعری کرتے، ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ
جَبِيْنٌ ۝

ہم نے تو اسے (اپنے رسول کو) منحصر رکھا یا کسی نہیں اور نہ ہی یہ اس کے شایان شان ہے، یہ تو صرف ذکر اللہ اور قرآن مجید ہے (آپ پر نازل ہوتا ہے اور آپ اس کی تلاوت فرماتے ہیں)

یہاں منہی طور پر اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے چلتا بر محل ہو گا کہ اس آیت میں
بیشمارہ بھی موجود ہے کہ نبی اٹی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ سکھانا تھا یا آپ کو تعلیم کیا
گیا وہ سب میں جانب اللہ تھا، خیر البشر کی زبان سے صرف وہی ادا ہوتا تھا اور
موجودہ عالمین نے بدریہ وحی والہام آپ کے قلب اطہر سے نازل فرمایا، یہاں
سے آپ کے اس قول کی صداقت بھی اطہر من اللہ ہو جاتی ہے جو اس صادق و امین
نے صدیق اکبر کے جواب میں فرمایا تھا کہ آذکبئی رتبی دمجھے علم و ادب عطا فرمائے والا
تو میرا رب ہے اور کوئی نہیں! اسی لئے تو آپ کو یہ حکم تھا کہ علم و عرفان کی دعا حاضر
اسی قادم مطلق سے مانگتے رہا کریں اور کسی سے نہیں! حکم ہوا کہ کہا کیجئے: رتبی
زدنی علماً: اے میرے پروردگار! میرے علم و عرفان میں اضافہ فرما یہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بلاغت و خطابت کے متعلق فرمایا تھا کہ **كَرَانَ مِنَ الْيَمَانِ لَسِيحًا** بعض اوقات خطابت جاوہر بن جاتی ہے، اسی طرح شاعری کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ: **وَإِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةً**؛ بعض اوقات شاعری سراپا حکمت ہوتی ہے، گویا آپ کا موقف یہ ہے کہ خطابت تو بعض اوقات جاوہر کا اثر دکھاتی ہے ہمیشہ نہیں، اسی طرح شاعری میں بعض اوقات حکمت و دانش کی بات ہوتی ہے مگر ہمیشہ نہیں، تو خطابت تو زیادہ قابل تصریح و تفسیری صورت بعض صورتیں قابل مواخذہ ہیں جبکہ شاعری کا اکثر حصہ حکمت و دانش کے سچائے کچھ اور باتوں پر مشتمل ہوں لہذا آئندہ وار متا ہے۔

ایک موقع یہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

الشعر كلام من كلام العرب اجل، تتكلم به في
بواديهما وتسلية الضعفاء من بينهما؛

شعر کلام عرب کا ایک حصہ ہے، جو پر مغز ہوتا ہے، جسے عرب اپنے صحراؤں میں کہتے ہیں۔ دل کی آکاشوں کو اس کے ذریعے کیسے نکالتے ہیں یا اپنی بھر اس نکال لیتے ہیں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :-
 إِنَّمَا الشَّعْرُ كَرَمٍ فَمَنْ الْكَرَمُ خَبِيثٌ وَطَيْبٌ :-

شعر بھی ایک کلام ہی ہے چنانچہ کلام میں سے بعض تو خبیث اور نقصان دہ ہوتا ہے جبکہ بعض طیب اور پاکیزہ ہوتا ہے۔
آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ور

وَتَدْعُ الْعَرَبُ بِشَفْعِ حَقِّي تَدْعُ الْإِسْلَامَ الْحَسِينَ
 عرب اس وقت تک شکر و ترک نہیں کریں گے جب تک اسٹیفان
 اپنے بچوں کے لئے شفقت و امتیاز کو نہیں چھوڑ دیتیں یہ دونوں
 باتیں محالات میں سے ہیں !

شاعر دربار نبوت حضرت عیسیٰ بن مریم ثقات الفاری رضی اللہ عنہما کی طرف
سے شعر اقرش کو جواب دیتے تھے۔ آپ کا اور اہل اسلام کا دفاع کرتے تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے ہمیشہ دعا فرماتے اور ان سے کہا کرتے
آجبت عنی وروح القدس معک (میری طرف سے جواب دیتے جاؤ)
روح القدس حضرت جبرائیل تمہاری مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہیں آپ حضرت
حسان سے اکثر مسجد نبوی میں اشعار سناتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو آپ ان سے اشعار سن
رہے تھے، میں نے عرض کیا: اَشْفَعُوْا وَاَسْأَلُکُمْ اَکْثَرَ شَیْءٍ اَوْ اَسْأَلُکُمْ اَلْاَوَّلَیْنَ
تو انہوں نے فرمایا: هٰذَا اَمْرٌ لَا وَهْلَیْکَ اَمْرٌ لَا وَهْلَیْکَ اور کہیں یہ

۱۰۰ مقدمہ زیور الہی حسن ص ۴۴

شعر میں اگر کذب بیانی اور مصیبت کی بات نہ ہوتی تو آپ اسے یقیناً پسند فرماتے تھے، اسی طرح آپ شعراء کو عطیات سے بھی لوازتے تھے اور ان کے لئے دعا بھی فرماتے تھے، نابغہ جدیدی اسلامی دور کا شاعر تھا ایک مرتبہ اس نے قصیدہ سنایا تو آپ اس کے اشعار کی داد بھی دیتے گئے اور دعا بھی فرماتے گئے، نابغہ نے جب یہ شعر سنایا۔

بذلک السماء مجدنا وجدودنا

فراہ لنرجو فوق ذلک منظرنا

ترجمہ: عزت و خوش بختی میں ہم آسمان پر پہنچ گئے ہیں اور ہمیں

اس سے آگے کے مرتبہ کی بھی امید ہے!

یہ شعر سن کر آپ نے فرمایا: نابغہ! آگے کہاں کا ارادہ ہے؟ تو نابغہ نے

جواب دیا: جنت کا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: انشاء اللہ! اور جب نابغہ نے یہ دو شعر پڑھے:

والخیر فی حلم اذا سم یکن لہ

والخیر فی جہل اذا سم یکن لہ

۱۔ بروباری میں کوئی مہلانی نہیں اگر اس کے صاف شفات حوش کو

گدلا ہونے سے بچانے کے لئے اقدامات کرنے والے موجود نہ ہوں۔

۲۔ اکھڑ میں بھی کوئی مہلانی نہیں اگر ایسے لوگوں میں کوئی بروباری

موجود نہ ہو جو بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو!

تو آپ نے داد دیتے ہوئے دعا فرمائی: لَوْ فَضَّ اللَّهُ ذَاكَ! اللہ تعالیٰ

نیر سے منہ کو جاگ نہ کرے! اسی دعا سے نبوی کا نتیجہ تھا کہ نابغہ ایک سو بیس سال

کا مہر فوت ہوا مگر اس کے منہ کے تمام دانت سلامت رہے اور چہرے کی رونق بھی

تمام رہی۔

نابغہ محدث دیوان حسان ص ۴۴۴۔

یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں انداز میں کبھی کوئی شعر زبان مبارک سے ادا نہیں فرمایا، جب بھی شعر پڑھتے اور پورا یا شکستہ نظر آتے تھے، آپ نے حضرت ابی بن ربیعہ عامری کا ایک مصرعہ

الرحمن شئ ما خلوا اللہ باطل

کہ اللہ کے سوا ہر شئی باطل ہے

پڑھا مگر مکمل شعر زبان سے ادا نہ فرمایا۔

طرفة بن العبد کا مشہور شعر ہے

ستدای ذلک الزمان ما صنتا جاهدک

و یا تبتک یا لثغبار من لم تنزود

ترجمہ: زمانہ تجھے وہ چیزیں دکھلا دے گا جن سے تو آشنا ہی نہ تھا اور

تیرے پاس خبر ہے کہ وہ شخص آجائے گا جسے تو نے اس مقصد

کے لئے روانہ ہی نہ کیا تھا،

جب آپ نے پڑھا تو پہلا مصرعہ تو ٹھیک پڑھا مگر دوسرا مصرعہ

کلمات آگے پیچھے کر کے پڑھا، پھر ایک موقع پر آپ نے حضرت

عبدال بن مرثد اس کا یہ شعر پڑھا۔

اتجمل نہیں نهب العسید

تو دوسرے مصرعہ میں الاقرع و عیینہ پڑھا بعض صحابہ نے عرض کیا

کہ میں عیینہ والاقرع ہے مگر آپ نے دوبارہ بھی بین الاقرع و عیینہ ہی کہا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی مروی ہے کہ دو مختلف مواقع پر آپ کی

زبان سب سے ساختہ بحر جز کے دو شعر ادا ہوئے مثلاً۔

اذا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

دہلی کی ہوں، اس میں جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا پوتا ہوں،

لہ الحجاز القرآن لاریضی ص ۳۳۹،

اور دوسرا شعر ناقول نبوی یہ ہے۔

هل أتيتك إلا بصبغ دميث وفي سبيل الله ما لقيت
تو ایک انگلی ہی تو ہے جس کا مخزن بہہ نکلا ہے، اور اللہ کی

راہ میں ہی تجھے یہ صورت پیش آئی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رجز کے علاوہ دوسرے اشعار تو آپؐ کسی کے بھی پورے نہیں پڑھے تھے لیکن رجز کے دو بیت خود اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے، تو کیا آپؐ کو رجز پڑھنے کی اجازت تھی اور اس کے علاوہ شعر پڑھنے کی اجازت نہ تھی؟ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ انصحر العوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا کہ آپؐ معاذ اللہ وزنی شعر سے واقف نہ تھے جو شعر کو صحیح الوزن پڑھ نہ سکتے تھے، بالکل غلط ہے، اصل بات یہ ہے کہ آپؐ کو شعر سے زبان آکر دیکھنے کی اجازت ہی نہ تھی مبادا آپؐ کی طبیعت شعر میں لگ جائے یا لوگ آپؐ کو بھی ایک شاعر ہی تصور کر لیں کیونکہ یہ بات منصب نبوت کے لئے مناسب ہی نہیں تھی، رہے دو رجز یہ بیت اولیٰ تو اہل عرب رجز کو شعر قرار ہی نہیں دیتے بلکہ وہ تو اسے ہم قافیہ مسجع عبودیت سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے، اسی لئے رجز کہنے والے کو شاعر نہیں رجا کر کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ دو بیت زبان نبوت سے منقطع اور انہیں ہونے جو رجز کے وزن پر پورے اترتے ہیں، اس سلسلے میں مصطفیٰ صادق الرفع کا بیان قابل غور ہے لکھتے ہیں:-

”ہمارے نزدیک جو مسلم ہے وہ یہ ہے کہ شعر کو صحیح وزن کے ساتھ آپؐ نے صرف اس لئے نہیں پڑھا تھا کہ آپؐ کو شعر پڑھنے سے روک دیا گیا تھا، اگر آپؐ ایک بیت بھی صحیح الوزن ادا فرمادیتے تو ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی فطرت تو یہ شعر سے غالب آجاتی اور آپؐ شعر پڑھتے رہتے

سہ اعجاز القرآن الراجعی ص ۳۲۲۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا کہ آپؐ شعر کہنے لگتے اور شاعر بن جاتے۔ اگر آپؐ شاعر بن جاتے تو ماحول کے مطابق عرب شعراء کی رکوش پر پڑ گئے ہوتے، شعر کہنے میں محنت کرتے لگتے، دوسروں کا مقابلہ کرتے، ان پر غالب آنے کی کوشش کرتے اور جہزہ جمیت عربی میں کسی سے پیچھے نہ رہتے، کیونکہ جیسا کہ آپؐ دیکھ رہے ہیں ایک بات سے دوسری بات کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ آپؐ دعوت حق سے — معاذ اللہ — منہ پھیر لیتے۔ نبوت کے پاکیزہ مشن اور قرآن کے بلند ترین مقصد سے مٹ جاتے ایسی صورت میں یہ لازم ہوتا کہ آپؐ اس میدان میں عربوں کی خاطر دور تک نکل جاتے، چنانچہ کسی بات پر تو انہیں برقرار رہنے کو کہتے اور کسی بات پر ان سے مقابلہ بھی کرتے اور یوں آپؐ کی شاعری خدا نخواستہ تفران مجید کی ہر بات کو توڑ کر رکھ دیتی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا تھا کہ: ہم نے اسے شعر سکھایا ہی نہیں، اور نہ یہ آپؐ کے شایان شان تھا وحی محمدی تو بس ذکر اللہ اور قرآن مسبین ہی ہے!“

خلاصہ بحث یہ ہے کہ انصحر العرب نہ صرف شعر نہیں اور شعر خوانی پر تدار تھے بلکہ شعر گوئی پر بھی تدار تھے لیکن حکمت ربانی کا تقاضا یہ تھا کہ آپؐ کو اس سے دور رکھا جائے کیونکہ یہ منصب نبوت کی شان کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ مفید اور پاکیزہ اشعار کو پسند کیا بلکہ ایسے شعر کہنے کی اجازت بھی عطا فرمائی اور حوصلہ افزائی بھی کی حقیقت یہ ہے کہ شاعری کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر سورہ الشعراء کی ان آیات میں واضح طور پر پیش کر دیا گیا ہے۔

”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ
بَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا الَّذِينَ أَكْمَلُوا
عَمَلَهُمُ الصَّالِحَاتِ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
مَّا ظَلَمْنَاهُمْ شَيْئًا ۚ

یہ شعر اہل ان کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تو نے دیکھا
نہیں کہ یہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں وہ ایسی باتیں کہتے ہیں
جو وہ کہتے نہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک کام کئے
اور اللہ کو بکثرت یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد فتح پائی ۱۱
ان آیات کریمہ میں شعر و شاعری کی تین باتوں کو ناپسندیدہ
اور مذموم قرار دیا گیا ہے۔

۱۰۔ یہ شاعر لوگ معاشرے میں گمراہی پھیلانے کا سبب ہیں گویا انسانیت
کو فتنہ پہنچانے کے بجائے نقصان اور تباہی سے دوچار کرتے
ہیں یہ بات منشاء کے ربانی کے خلاف ہے۔

۱۱۔ ان کے فن میں ٹھوٹ اور مبالغہ آمیزی پر زور ہوتا ہے، سچائی
اور حقائق زندگی سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

۱۲۔ ان کے قول اور فعل میں تضاد ہوتا ہے، وہ فن برائے فن کی رو سے
شعر تو کہہ دیتے ہیں مگر اپنے اشعار میں جو بلند بانگ دعوے کرتے
ہیں ان کا عمل اس کی تردید کرتا ہے۔

ان اوصاف ثلاثہ سے جو ادب متصف ہوگا وہ مردود و مسترد ہے، اسی
شاعری کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نکتے سے بھی زیادہ ناگوار قرار
دیا ہے، ایسا فن انسانی معاشرے کے لئے مہلک ہے، اس لئے اس کی
اجازت نہیں ہے۔ اس کے برعکس شعر و ادب کی ایک قسم کو ان آیات
میں پسند کیا گیا ہے جس میں مندرجہ ذیل تین اوصاف ہوں گے۔

۱۔ ایمان اور عمل صالح سے متصف شعراء کے کلام سے یقیناً ایمان
اور عمل صالح کی ترغیب ہوگی، اس لئے شعر و ادب سے اگر انسان
کے ضمیر میں ایمان کی دولت اور عمل صالح کی تلقین ہوتی ہو تو وہ
قابل ستائش ہے اور پسندیدہ ہے۔

۱۲۔ اس ادب سے خالق حقیقی سے رشتہ کٹ جانے کے بجائے یہ
رشتہ عبودیت مضبوط ہوتا ہو اور اللہ کی عظمت و ربوبیت کا
احساس زندہ ہوتا ہو۔

۱۳۔ یہ ادب و شعر حقیقت بیانی اور برحق کی ترجمانی کا علمبردار ہو، اس
ظلم کے خلاف جہاد کا جذبہ پیدا ہو تا ہو۔

اگر ایسا ادب اور شعر تخلیق ہو تو نہ صرف یہ کہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے
بلکہ شریعت مصطفویٰ انسانی عظمت کے علمبردار ادب کی حرد و عورت دیتی ہے!
شعر و شاعری اور عربوں کے متداول علوم و فنون سے آپ کی زبان کو
آلودہ ہونے سے جو محفوظ رکھا گیا تو اس کی حکمت حاصل کے بیان سے اور بھی
واضح ہو جاتی ہے، وہ اس ضمن میں سب سے پہلے تو ایک مصری بزرگ کا قول
نقل کرتا ہے اور پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتا ملے۔

«وكان شيخ من البصريين يقول: ان الله انما جعل بئيه أمياً
لا يكتب ولا يحجب ولا ينسب ولا يقرض الشعر ولا يفتنف
ولا يعتمد البلاغة لينفرد الله بتعليمه الفقه والحكام
الشرعية وليقتصر على معرفة مصالح الدين دون ما تنافى
به العرب من قيانة الاثر والبشر ومن العلم بالانواع
بالخيل والارباب والاحبار وتكلف قول الشعر ليكون
اذا جاء القرآن الحكيم تركتم بالكله العجيب كان
ذلك أدل على أنه من الله! وزعم أن الله تعالى لم يمتعه
معرفة أخبارهم وأخبارهم وأشعارهم ليكون أنقص حفظاً
من الحاسب الكاتب ومن الخطيب الناسب ولكن
ليجعل بنياء ليتولى من تعليمه ما هو أركى وأثمن
فإنما نقصه ليتبينه ومنعه ليعطيه وحجبه من

القلیل لیجمل لہ الکثیرۃ

۱۰ اجزیوں میں سے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو
امی صرف اس لئے بنایا آپ حساب کتاب، نسب شناسی، شعر خوانی
خطابت کے خلف اور بلاغت کے ارادے سے دور رہے تاکہ
اللہ تعالیٰ ہی آپ کو دین کی بھلائی کی معرفت تک محدود رکھتے ہوئے
عرب کے ان غنوں سے دور رکھے جن پر وہ باہم فخر و مباحثات کرتے
تھے، جیسے قیادہ شناسی، پتھر و دل کا علم، گھوڑوں، انسان اور حوال
عرب کا علم اور شعر گوئی کا خلف، تاکہ جب آپ پر قرآن حکیم نازل
ہوا اور عجیب و غریب کلام آپ کی زبان پر جاری ہو تو یہ اس بات کی
واضح ترین دلیل ہو کہ یہ عجائب اللہ ہے! بزرگ مذکور نے یہ بھی بیان
ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عربوں کے آداب، اخبار اور
اشعار کی معرفت سے اس لئے نہیں روکا کہ آپ ایک حساب کتاب
جلد سے والے اور نسبت شناسی خطیب سے ناقص الخط ہوں بلکہ
اس لئے کہ آپ کو اپنا نبی بنانا تھا اور زیادہ پاکیزہ اور مفید تعلیم کا
زور لینا تھا۔ یہی اس لئے تھی کہ آپ کو زیادہ دینا تھا، یہ روکنی مطلق
کرنے کے لئے اور محفوظی شی آپ سے چھپا کر مہبت زیادہ کو آپ کے
سامنے جلوہ گر کر دیا۔

جاہل کو اس بزرگ کی یہ رائے جو نیک نیتی پر مبنی ہے اور جو اس نے اپنے
علم اور سمجھ کے مطابق کہی ہے، پسند نہیں ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے۔

«ولوزعم ان اداة الحساب والكتابة واداة قرض الشعر ورواية
جميع النسيب قد كانت فيه تامة وانفة وجميعه كاملة واخذ
صلى الله عليه وسلم صرف تلك القوي وثلاث الاستطاعة
إلى ما هو أركى بالنبوة وأشبه بمرتبة الرسالة - وكان

إذ احتاج إلى البلاغة طرد أبلىع البلاغة وإذا احتاج إلى
الخطابة فكان الخطيب الخطباء، وأنسب من كل ناسب
وأثرف من كل ثائف، ولو كان في غاهرة والمعروف من شأ
أنه كاتب حاسب وشاعر ناسب ومفرد ثائف، ثم اعطاء
الله بها نوات الرسالة وعمومات النبوة ما خصان الله به بال
من وجوب تصديقته ولزوم طاعته والانقياد له ومروءة على
مخطوئهم ورضاهم ومكرهم ومحبوبهم ولا يمكنه أراد
الأن يكون لشأنه متعلق بعتاد عام له حتى لا يكون دون
المعروفة بحقه حجاب وإن رقت وليكون ذلك أخف في التو
وأسهل في المحنة فلهذا صرح نفسه من الأمور التي كانوا
يتكلفونها ويتناشون فيها فلبها طال هجرته لقرض
الشعر وروايته، صار سائت لا يخلط بيه والعادة توأم
الطبيعة، فأما في غير ذلك فبأنه إذا شاء كان الطبق من
كل منطبق وأنسب من كل ناسب وأثرف من كل ثائف
وكانت أفعه أوفر وأداته أكمل إلا أنها كانت مصونة
إلى ما هو أركى

اگر یہ بزرگ یہ کہتے کہ حساب و کتاب، شعر خوانی اور تمام انساب کی
روایت آپ کی ذات میں تمام ووافر تھی اور کامل طور پر اکٹھی ہو گئی
تھی مگر آپ نے اپنی ان تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو ایسے امور
کی طرف موڑ دیا تھا جو نبوت کے طفیل پاکیزہ تر اور مرتبہ رسالت
کے مشابہ تر تھے حالانکہ جب بھی آپ کو ضرورت ہوتی آپ سب سے
بڑے بیخ اور سب سے بڑے خطیب، سب سے بڑے نسب شناس
اور سب سے بڑے قیادہ شناس تھے! اگر بظاہر یہیں مشہور ہو تو کہ آپ

حساب کتاب جاننے والے ہنر والے گوشت اور صاحب اثر است قیاد
مشاس میں پھر اللہ تعالیٰ آپ کو برہمیں رسالت اور علامات نبوت
عطا فرماتا تو بھی آپ کی تصدیق کے واجب ہونے، اطاعت
کے لازم ہونے اور خوش و ناخوش اور پسند و ناپسند ہر صورت
میں لوگوں کو آپ کا مطیع ہونا ہی پڑتا مگر اللہ کا یہ نشانہ تھا کہ آپ
شور و غضب اور تشاؤ آرائی کرنے والے کی بجائے پر لپیک نہ کہیں
تاکہ آپ کی صداقت کو سچا نہ سمجھیں بلکہ سب سے باریک پردہ بھی
حائل نہ ہو ذمہ داری اٹھانے میں یہ بات خفیہ تر اور آزمائش
میں سہل تر ہو اس لئے آپ نے اپنی توجہ کو ان امور سے ہٹا لیا تھا،
جس میں وہ محنت و مشقت سے باہم مقابلہ کرتے تھے چنانچہ شعر خوانی
کو ترک کرتے اور اسے روایت کرنے سے اجتناب کی مدت طویل
یکو لگی تو یہ آپ کی زبان پر روانی نہ ہو سکا اور عادت تو فطرت
کے ساتھ جڑواں بچے کی حیثیت رکھتی ہے اور نہ بصورت دیگر
آپ جب چاہتے ہر لہنے والے سے زیادہ گویا اور ہر نسب
شناس سے زیادہ نسب شناس اور ہر قیادہ شناس سے بڑے
قیادہ شناس تھے، آپ کی صلاحیت بھی وافر تھی اور وسائل بھی
کامل ترین تھے مگر وہ زیادہ نفع بخش باتوں کی جانب مبذول
خطابت کا اسلوب نبوی اور اس کے مختصائص

نبی امی انصع العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت سے جس طرح قبائل عرب
کو ایک امت ہونے اور مختلف ایچوں سے عبارت عربی زبان کو مشہد عام اور
بقائے دوام رکھنے والی متحدہ زبان بننے کا موقع ملا اسی طرح فصاحت و بلاغت
اور خطابت عربی کو بھی ایک منفرد اور قیادہ مقام نصیب ہوا عربی خطابت کو جو
عروج و کمال اور مقبولیت و اہمیت بعثت نبوی سے سمیرائی وہ اسے عرب کے تمام

خطباء سے بھی سمیرا اس کی جو حسن و رغبتی و صداقت و صفائی اور سادہ ست و
روانی آپ کے اسلوب خطابت میں ہے اسے عرب کے تمام خطباء کے کمالات
کے ساتھ قولا جائے تو اسلوب نبوی کا بیڑا بھاری رہے گا۔

عرب کے تمام نصحاء و بلغاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت
و بلاغت کی ستائش کی ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان و
ادب کی تاریخ میں کلام اللہ کے بعد فصاحت و بلاغت میں کلام نبوی کا مقام
پہلے ہے، آپ کا اسلوب خطابت و بلاغت چونکہ فیضان الہی کا نتیجہ تھا اس لئے
اس میں وحی الہی کے اثرات نمایاں تھے، آپ کے اسلوب تکلم و خطابت
میں تکلف و تصنع نہیں تھا بلکہ سادہ و سلیس مگر رکش اسلوب لفظی کے
ساتھ نازک سے نازک معانی بیان فرماتے تھے، جہاں خطبے لکھے گئے۔

ثم راو فی جمیع دھور فی غایۃ التمدید والصواب التام
والعصمة الفاضلة والتائید الصریح، علما ان ذلک
من شریک الحکمة وتناج التوفیق وان تملک الحکمة من
شریک التوفیق وتناج الوجود من۔

لوگوں نے آپ کو ہمیشہ انتہائی راست گو، صاحب کامل، صاحب
فضیلت و معصومیت اور شرف ربانی کی تائید سے منصف پایا
تورہ جان گئے کہ یہ حکمت کا پھل اور توفیق الہی کا نتیجہ ہے اور
ہر حکمت تقویٰ کا پھل اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔

شعرا نے بھی فصاحت نبوی کا اعتراف کیا اور مدح سرائی کی
ہے، محمد نبوت کے مشہور شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں۔

سنة الخباہة العریة من ۴۸، الادب العربی و تاریخہ من ۴۴۔

سنة البیان ۳/۴، سنة البیان ۱۰، غیون الاخبار، ۱/۴۴۴

لَوْ كُنْتَ تَخْشَىٰ فِئَتَهُ ۤأَيُّهَا مَبِيتُهُ
كَهَاتُ بَدَا هَتُهُ تَبِيتُكَ بِالْخَبَرِ

اگر آپ کے پاس اعجاز قرآنی کی واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں
تو آپ کی خطیبانہ بلاغت گوئی تجھے حقیقت حال کی خبر دے دیتی
اہم بوجہ یہی فصاحت نبوی کا اعتراف کرتے ہوئے یوں فرمایا حقیقت
پیش کرتے ہیں۔

كَفَّكَ بِالْعَلِيمِ فِي الثَّوْبَتِ مَعْجَزُهُ
فِي الْمِيَاهِلِيَّةِ وَالْأَدْبَارِ فِي الْيَتْمِ

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معجزہ کافی تھا کہ درجہ جاہلیت
کی تاریکیوں کو علم سے روشن کر دیا اور یتیم ہوتے ہوئے بھی
آپ کو درست قدرت نے ادب سکھا دیا۔
مصری شاعر احمد شوقی خطابت نبوی کے اثر انگیز اسلوب کا نقشہ
پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَإِذَا خَطَبْتُ فَكَلِمَتَا بِرِّ هَرَّ
تَعَرُّوْ الشَّدَى وَبَلَقْتُوبُ بَصَاءُ

جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے تو میر بھی ٹھوم اٹھتے تھے، محض
پر لرزہ طاری ہو جاتا اور دل رونے لگتا۔

آپ کے اسلوب خطابت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کے کلام کے
الفاظ کی تعداد کم ہوتی تھی مگر معانی کی مقدار زیادہ ہوتی تھی، الفاظ میں
کفایت شعاری سے کام لینا، قناد کلام خطیب کے اہم خصائص میں سے متصور
ہوتا ہے آپ کے کلام میں یہ کیفیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ کے خطبات
میں تکلف و تصنع کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا، باجمیں کہول کر گفت گو کرنا
رشیق لگنے کی گہرائی سے آواز نکالنا و تعصیب اور بالونی پن (شرشرہ)

سے آپ کو نفرت تھی چہ جائیکہ ان چیزوں کا آپ کے خطبات میں کوئی شائبہ نظر آنا،
جہاں بات کو طول دینا اور تفصیل پیش کرنا ہوتا آپ مشرع و بسط سے کام لیتے اور جہاں
اجمال و اختصار سبب ہوتا وہاں موقع کے مطابق اختصار و جامعیت سے کام لیا جاتا۔
آپ کے کلام میں ناموس اور سوقیانہ الفاظ کبھی نہیں ہوتے تھے، آپ جب بھی تقریر
فرماتے حکمت و دانش کے موتی برستے ہوئے نظر آتے تھے، آپ کی بات اس قدر
واضح اور عام فہم ہوتی کہ کسی سطح ذہنی کے مالک انسان کو دوبارہ سننے کی حاجت
محسوس نہیں ہوتی تھی آپ کا کلام ہر لغزش اور لغزش سے پاک ہوتا تھا خطابت میں
ایسا مدلل انداز اختیار کرتے کہ بات سامعین کے دلوں میں اتر جاتی تھی طویل تقریر
بھی مختصر مگر میغز جلوں پر مشتمل ہوتی ہمیشہ حتی و صداقت کی بات کرتے۔ الفاظ کے
ہر پیر کا سپارہ کبھی نہ لیتے، اسلوب بیان میں نہ توسست روی کا نظام ہوتا اور نہ
بیزی و جلد بازی کا، اس میں لفظ و معنی کا توازن بھی ہوتا تھا اور اثر انگیزی اور
کی بلندی بھی، کلام نبوت سے پہلے ترکہ ساتھ ہی فصیح ترین کلام کسی کا نہ ہوتا تھا،
محمد بن سعد نے یونس بن حبیب کا قول نقل کیا ہے کہ فصاحت و بلاغت کے جو
اعلیٰ نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے میسر آتے ہیں وہ کسی اور خطیب کے
کلام سے میسر نہ آسکے، جا حظه نے کیا خوب نقشہ پیش کیا ہے۔

«إِنَّ خَالَ الصَّلَاةِ وَفَصْرَ عَزَّةُ كُلِّ مَطِيلٍ وَطَرِيقَ قَصْرِ الْقَوْلِ أَلَىٰ عَلَىٰ
غَايَةِ كُلِّ خَطِيبٍ وَمَا عَدَمْنَهُ إِلَّا الْخَطَّ وَأَقَامَةُ الشَّعْرِ»۔

ترجمہ: اگر آپ تقریر کو طویل دیتے تو اس انداز سے کہ کلام کو ہر طویل دیتے والا
اس سے عاجز تھا اور جب اختصار سے کام لیتے تو ہر خطیب کے آخری
درجہ کمالی کو بھی شکست دے دیتے تھے لکھنے اور شعر کو موزوں پڑھنے
کے علاوہ کلام نبوت میں فصاحت و بلاغت کی ہر ایک خوبی موجود تھی
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے

لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں بولتے تھے، بلکہ آپ کا کلام تو بالکل واضح اور صاف
 ہوا کرتا تھا، مجلس میں آپ کی باتیں سننے والا آسانی سے انہیں حفظ کر سکتا تھا۔
 اہم سخاری کی روایت کے مطابق عام گفتگو میں آپ اپنی بات کو تین تین مرتبہ دہراتے
 تھے تاکہ آپ کے الفاظ سننے والے کے ذہن نشین ہو جائیں حتیٰ کہ اگر کوئی آپ کی گفتگو
 کے الفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ آپ کا کلام ہمیشہ سادہ اور سہل سمجھنا تھا جس
 میں ترتیب اور سلیقہ نمایاں ہوتا تھا۔

جہانگیر کا بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہم مواقع پر بھی بہ کرام فی اللہ
 کے ساتھ طویل خطبات بھی ارشاد فرماتے لیکن محض بات بڑھانے یا طویل گفتگو
 پر اپنی قدرت کے اظہار کے لئے کسی طویل خطبہ نہیں دیا۔ بعض اوقات کسی کوئی
 گھنٹے بھی آپ نے خطبہ و خط نصیحت کا سلسلہ جاری رکھا، صحابہ کرام سے منقول ہے
 کہ ایک موقع پر آپ نے اتنی طویل تقریر فرمائی کہ مسلسل کئی نمازیں تقریر میں وقفہ ڈال
 کر ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی بات کا سلسلہ جہاں سے چھوڑتے وہیں
 سے دوبارہ آغاز فرمادیتے تھے۔ اس خطبہ میں آپ نے ماضی و مستقبل
 (مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَاشِفٌ) کی تمام باتیں اپنے صحابہ کو سمجھا دیں
 حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ
 نے نماز عصر کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا شروع کیا اور غروب آفتاب
 تک جاری رکھا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ وقفہ دو گھنٹے کے قریب بنتا ہے
 جو آپ نے تقریر پر صرف کرتے۔

۱۔ الجامع الصحیح الترمذی۔

۲۔ صحیح البخاری کتاب العلم، بیاء علوم الدین ۲/۲۷۴، طبقات ابن سعدی ۱/۲۵۵

۳۔ ابوالحدیث النبوی ۱۰۶

شما کی ترمذی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت ہے
 جس کے مطابق انہوں نے ہند بن ابی مالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
 ”تکلم اور اسلوب بیان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ مسلسل کچھ دیر
 اور ہمیشہ لگے رہے (متواصل الاحداث) دائم الفکرة) آرام نہیں فرماتے
 تھے، طویل مدت تک خاموش رہتے اور صرف ضرورت کے وقت بات کرتے تھے،
 بات کا آغاز کرتے یا بات ختم کرتے وقت ہی من کھولتے تھے، آپ کا کلام جامع
 الکلمہ مشتمل ہوتا تھا جو واضح اور فیصلہ کن اسلوب کا رنگ لئے ہوئے ہوتے تھے۔
 ان میں نہ تو ذوق بات ہوتی اور نہ کسی کی یا کوتاہی کا احساس ہوتا، نہ تو آپ سخت
 طبیعت تھے اور نہ ناقص مزاج، چھوٹی سے چھوٹی نعمت ربانی کی بھی قدر کرتے
 تھے اور کسی بھی نعمت کو برائے کہتے تھے، البتہ کھانے پینے کی چیز کی نہ تو اچھا پی
 بیان کرتے اور نہ برائی، دنیا اور اس کی باتوں پر آپ کو کبھی غصہ نہ آیا، مگر جب
 حق و صداقت پر حرف آنے لگتا تو پھر آپ کے غیظ و غضب کو کوئی نہیں روک سکتا
 تھا، جب تک حق کا بدلہ نہ لے لیتے چین سے نہیں بیٹھتے تھے، اپنی ذات کیلئے
 نہ تو آپ ناراض ہوتے اور نہ لڑتے جھگڑتے تھے جب بات کرتے ہوئے اشارہ
 کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے، جب تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے تو
 ہتھیلی کو الٹ کر اشارہ کرتے، بات کرتے وقت دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں
 ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر دینی جھتے سے ملاتے تھے، جب ناراض ہوتے تو
 مزہ دوسری طرف کھینچتے جب خاموشی کا اظہار مقصود ہوتا تو آنکھیں موند لیتے تھے
 آپ کے منہ کی انتہائی حد ایک مسکراہٹ تھی۔ آپ مسکراتے ہوئے یوں لگتے
 تھے جیسے بادل کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔

خطابت میں آواز کو بڑا دھل ہے سامعین کے لئے آواز کی گھٹک کے ساتھ

ساتھ حسن صوت یا خوش آواز ہونا ہے حدیث انکبیر میں ہے انبیاء کرام علیہم السلام

۱۔ شما کی ترمذی ص ۱۶۵

کو اللہ تعالیٰ نے زور خطاب کے علاوہ حسن صوت سے بھی نوازا، نبی اللہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فصل خطاب سے متصف انداز خطاب بھی مشہور تھا لیکن اس کے ساتھ ہی حسن داؤدی کا پیرا اثر و پرہیز اسلوب بھی ایک عطیہ خداوندی تھا جس سے جن دنوں، چیزند و پرند کیادشت و درجی هجوم اٹھتے تھے، نبی امی افضل العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم اور فیصلہ کن اسلوب خطاب کے ساتھ ہی حسن صوت سے بھی نوازا تھا، آپ جلیل الصوت (خوش آواز) بھی تھے اور جلیل الصوت (بلند آواز) بھی، چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صوت کے ساتھ ساتھ حسن صوت کی نعمت سے بھی نوازا تھا، اس لئے ساعین کو آپ سے فاصلے پر بھی آپ کی بات صاف سنائی دیتی تھی اور آپ کی آواز کی شیرینی سے اہل ایمان کو حلاوت بھی نصیب ہوتی تھی، صحابہ کرامؓ بہترین گوش ہو کر آپ کے ارشادات سننے رہتے اور ملکوت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔

موقع کی مناسبت سے آگاہی اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا خطیب کی حاضر جوابی اور کمال ہمارت کی دلیل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابت کی محفوظ روایات سے یہ عیاں ہے کہ موقع کی مناسبت سے بات کر کے اثر ڈالتے اور سماعین اور ان کے ماحول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال عطا کیا تھا، تقریر کو اثر انگیز بنانے کے لئے قدرت بانی نے آپ کی طبیعت میں ایک خاص حکم و ولایت کیا تھا، مخاطبین کو اپنی طرف بہترین متوجہ رکھنے اور اپنے پیغام کو ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اتارنے میں کوئی تکلیف آپ ساہیل نہیں ہوا اور نہ ہوگا، ان شاء اللہ! مکہ کے لوگ آپ کی صداقت و امانت پر مکمل اعتماد رکھتے تھے اپنے اولین خطبہ میں آپ نے اسی اعتماد کے سہارے پیغام بانی کو ان کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کی، مغزوہ حنین کے موقع پر انصار مدینہ کی

قیامت پسندی کو غور بنا کر سوال و جواب کے انداز میں اپنے خطبہ کو پراثر بنایا، خطیب حجتہ الوداع میں بھی کچھ اس قسم کی کیفیت نظر آتی ہے۔

موتیہ و محل کی مناسبت سے فائدہ اٹھانے ہوئے اپنی بات کو مؤثر بنانے میں انصاف العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نظیر نہیں، حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت اچھی گزری ہے جس کے مطابق آپؐ نے عصر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا کی بے ثباتی اور قرب قیامت کے بارے میں وعظ فرمایا، تقریر کرتے کرتے جب انگوٹھ بترت لے ڈرتے ہوئے سورج کو ملاحظہ فرمایا تو فوراً ارشاد ہوا: اِنَّهٗ لَم یبقِ مِنَ الدُّنْیَا فِیْہَا مَظْنٰی اِلَّا مَکَّاءُ بَاقِیَ مِنْ یَوْمِکُمْ۔

ہذا فیما مضی :-

ترجمہ: دنیا کی گزشتہ عمر کے مقابلے میں اب اس کی عمر کا حصہ اتنا ہی باقی رہ گیا ہے جتنا آج کے دن کے گزشتہ وقت کے مقابلے میں اب غروب آفتاب کے وقت پر تقریر رہ گیا ہے!

قرب قیامت اور دنیا کی ناپائیداری کے متعلق یہ عمدہ ترین اور برہم عمل استدلال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھنے میں آیا۔

خطابت نبوی کے اسلوب بلاغت کے متعلق استاذ عباس محمود العقاد نے ایک اٹوکھا مکتہ پیدا کیا ہے کہ ابلاغ و تبلیغ آپؐ کے شن و منصب کا دوسرا نام تھا اس لئے فصیح و بلیغ ہونا بھی آپؐ کے منصب کا حصہ تھیں اور اسی لئے بلاغت آپؐ کے کلام کی نمایاں خصوصیت تھی چنانچہ جہی وجہ ہے کہ خطبہ حجتہ الوداع میں آپؐ بار بار یہ الفاظ دہراتے چلے گئے: اِلَّا اَھلَ بَکَکُمْ، کیا میں نے پیغام حق واضح طور پر پہنچا دیا ہے!

علامہ محمد عطیہ الانبلاشی نے خطابت نبوی کے فصیح و بلیغ اسلوب پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلوب خطابت ملہ عبقریت محمد ص ۱۰۸

فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مدارج پر تھا جو واضح الفاظ اور عمدہ عبارات پر مشتمل ہوتا تھا جس میں مختلف نہیں ہوتا تھا بلکہ جو امع الکلم کا آئینہ دار ہوتا تھا آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام قبائل عرب کی لغات و لہجات کا علم عطا فرمایا تھا اس لئے آپ پر قلیب کے لوگوں سے ان کے اپنے لب و لہجہ میں گفتگو کرتے تھے، قریش کہ: الصا مدبر اور ان نجد و نجد کے ساتھ آپ جو انداز تکلم اختیار کرتے تھے وہ اس سے مختلف ہوتا تھا جو آپ یمن و حجاز اور خطائی عربوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اختیار کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے تو آپ فرمایا کرتے:

یہ تو میرے رب نے مجھے سکھادیا ہے اور قرآن مجید بھی میری زبان پر ہی نازل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کبھی میدانِ جہاد میں مجاہدین اسلام سے خطاب فرماتے تو اپنی فوس (کمان) کا سہارا لیتے تھے کبھی پتھر توڑش پر پتھر کسی سہارے کے بھی خطبہ ارشاد فرماتے اور کبھی اونٹنی پر سوار ہو کر خطاب فرماتے تھے، تنہا ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں ایک عرصہ تک آپ کھجور کے ایک تنے کے سہارے پر تقریر فرماتے تھے جب اس اسلام کی تعداد میں اضافہ ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے لئے ایک منبر بنوایا تھا تاکہ خطبہ کے دوران رخ نبوی کو دیکھنے کی سماعت سب کو نصیب ہو، آپ نے محض وہ دلائی اور قضیب رکھڑی، کے سہارے بھی خطبہ دیا، کبھی کبھی آپ عصا کے سہارے بھی خطبہ دیتے تھے، جاہل نے لکھا ہے کہ یہی عصا سے نبوی بعد میں خلفائے راشدین کو منتقل ہوتا رہا اور وہ خطبہ کے دوران اسی سنت نبوی پر عمل کرتے رہے، یہ عصا بعد میں اموی، پھر عباسی اور سب سے آخر میں عثمانی خلفاء کو منتقل ہوتا رہا، کہا جاتا ہے کہ آخری اموی خلیفہ نے اپنا انجام دیکھ کر اپنے غلام کو

۱۵۸، الشفا ۱/۱۷۷، سیرۃ النبی ۲/۳۳۲

حکم دیا تھا کہ چادر نبوی اور عصا سے نبوی کہیں دفن کر دے مگر اس نے یہ دونوں چیزیں دفن کرنے کے بجائے عباسیوں کے سپرد کر دی تھیں۔

حدیث و سیرت کی کتابوں میں خطبہ کے دوران آپ پر جوش و جذبہ کی کیفیت طاری ہوتی تھی اسے بھی راویوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے، موقع کی مناسبت سے جب آپ جوش میں آتے تو آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، آواز گرجدار اور بلند ہو جاتی تھی، اللہ کی قوت و جبروت اور اس کی بیعت کے سامنے کائنات کی حقیر حیثیت کا ذکر ہوتا تو آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے، جوش خطاب کے عالم میں انگلیاں اٹھتی جاتی تھیں اور لہریں لگتا تھا جیسے آپ شکر اسلام کو جہاد کے لئے ہاتھ کے اشاروں سے جوش و لارہ ہیں، اجسم مبارک جھومنے لگتا تھا کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی کھول دیتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ایک خطبے کے دوران جوش خطبہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ میں نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برسبر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ خالق بخیر اس زمین و آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لے گا۔ پھر ساتھ ہی آپ نے اپنی مٹھی کو بند کر لیا پھر کبھی اپنی مٹھی بند کرتے کبھی کھول دیتے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ منبر پر کبھی دائیں جانب جھکتے اور کبھی بائیں جانب جھک جاتے حتیٰ کہ میں نے منبر نبوی کو لڑتے ہوئے دیکھا تو یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ منبر دائیں یا بائیں گر پڑے گا!

فصاحت نبوی سلف اور خلف کی نظر میں

جس طرح قرآن مجید ایک اعجازِ محمدی کی حیثیت سے چودہ صدیوں کے دوران نہ صرف دنیا کے علم و دانش کے لئے ایک چیلنج رہا ہے بلکہ اس کے الفاظ و معانی

۱۵۹، حقائق ابن سعد ۱/۹۰، البیان والنبیین ۱/۷۹

۱۶۰، زاد المعاد ۲/۲۸۸، سیرۃ النبی ۱/۲۳۵، صحیح مسلم ۱/۲۸۲

۱۶۱، سنن ابن ماجہ ۲/۲۳۷، سیرۃ النبی ۲/۳۳۳

تشنگان حق کی پائس کھاتے رہے اور اس کے معجزانہ اسلوب کے سامنے فصحاء و بلغاء سرسجود رہے، اسی طرح فصاحت نبوی بھی چودہ سو سال سے ایک منفرد مثال رہی ہے اور ہر دور میں اہل علم نے فصیح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم اور اسلوب بلاغت کو خراج تحسین پیش کیا ہے جس سے آپ کی خطیبانہ اور عربی فصاحت و بلاغت کی تاریخ میں مقام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت سعید بن السیب رضی اللہ عنہ کا علم و فضل کی دنیا میں بہت بلند مقام ہے کسی علمی محفل میں ان سے سوال کیا گیا تھا:

”مَنْ أَتَمَّ أَنْتَ؟“ قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کون ہے؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے!

حضرت ام سعید رضی اللہ عنہا نے آپ کے طیفانہ انداز تکلم اور اسلوب خطابت کی بہت خوبصورت الفاظ میں نہایت عمدہ تصویر پیش کی ہے، فرماتی ہیں: ”علو المنطق، فصل، لا نزر، ولا نذر، كأن منطقه طرقات نطق۔“ وکان جہر الصوت حسن النغمۃ؟ آپ شہر کی کلام تھے، ہر بات نہایت واضح جوتی تھی، نہ تغیل الکلام تھے نہ فضول الکلام تھے، آپ کا کلام معجز نظام تو موتی تھے جو لڑی میں پروئے گئے ہوں، آپ کی آواز بلند و گرجدار تھی جس میں خوبصورت نظم کی پائی جاتی تھی!

قاضی عیاض ایچھی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نبوی کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جو نہایت خوبصورت اور بے حد پیاری کتاب ہے جس کا نام ہے: ”الشفاعہ تعریف حقوق الصلحی صلی اللہ علیہ وسلم“ اس کتاب کی ایک فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت اور جوامع الکلم

کے لئے مختص ہے اس میں قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

”وأما فصاحة اللسان وبلاغة القول ففند كان صلى الله عليه وسلم من ذلك بالمحل الوفضل والموضع الذي لا يحل؛ سلاسة طبع وسراعة منزع وبخار مقطع و نصاعة لفظ وحذالة قول وصحة معاني وقلة تكلف؛ وفي جوامع الكلم وخص ببدائع الحكم وعلم السنة العرب؛ فكان يخاطب كل أمة منها بلسانها ويحاورها بلغتها ويباريها في منزع بلاغتها، حتى كان كثير من اصحابه يسألونه في غير موطن عن شرح كلامه وتفسير قوله؛ من تأمل حديثه وسيره علم ذلك حقيقة وليس كلامه مع قريش والنصارى أهل الحجاز ونجد كلامه مع ذى المعشار المهدى وطهفة النهدي وقطن بن حارة العليمي والاشعث بن قيس وواثل بن حجر الصنعدي وغيرهم من أقبال حضرموت وهاثل اليمن“

جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت زبانی کا تعلق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے، آپ کا مرتبہ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہ تھا، طبیعت کی سلاست و روانی، معانی پیدا کرنے کا کمال، جامع و مختصر جملے بولنا، مستحکم اور چمک رک والے الفاظ، صحت معانی اور ہر بات بے امکان اپنے تکلف و تصنع بولنا آپ کی فصاحت و بلاغت کا حصہ تھا آپ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے، انوکھی پرکشت باتیں آپ کے خصائص میں سے تھیں اور آپ کو عرب کی تمام زبانوں کا علم دیا گیا تھا، چنانچہ آپ ہر قبیلے سے اس کی اپنی زبان اور لہجے میں بات کرتے تھے

ان کی ہی زبان کے محاورات استعمال کرتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کے مطابق معنی پیدا کر کے بہتری ثابت کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے بہت سے صحابہ اکثر مواقع پر آپ سے آپ کے کلام و اقوال کی تشریح و تفسیر دریافت کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و سیرت کو دیکھتے و لکھتے اس بات کو معلوم کر سکتا ہے اور ان کی حقیقت کو جان سکتا ہے؛ چنانچہ قریش، انصار، اہل حجاز اور اہل نجد کے ساتھ آپ کا انداز گفتگو اس سے مختلف نہوتا تھا جو آپ ذی القدر الہمدانی، طحطہ النہدی، قطن بن عاذرہ العلیی، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی اور دیگر امراء حضرت موت اور شاہان یمن کے ساتھ اختیار کیا کرتے تھے۔

صاحب اعلام النبوة علامہ ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں:
 "أَنَّه أَفْضَحُ النَّاسِ سَانًا وَأَصَحُّهُمْ بَيَانًا وَأَوْجَزُهُمْ كَلَامًا وَأَجْزَلُهُمْ لَفَظًا وَأَصَحُّهُمْ مَعَانِي؛ لَا يَنْظُرُ فِيهِ عَجَبَةٌ أَلْهَفٌ وَلَا يَخْلُفُهُ فِي حَقِّهِ التَّصْفِ... وَأَنَّ كَلِمَةً جَامِعَةً الشَّرْطَ وَالْبَلَاغَةَ وَمُعَرِّبَةً عَنْ نَهْجِ الْفَصَاحَةِ وَلَوْ مَزَجَ بَعْضُهَا لَمْ يَمِزْ بِأَسْلُوبِهِ وَلَظَهْرِيَّةً أَثَارَ التَّنَافُرِ فَلَمْ يَلْتَبِسْ حَقُّهُ مِنْ بَاطِلِهِ وَلِيَانٌ صَدَقَهُ مِنْ كَذِبِهِ هَذَا أَوْ لَمْ يَكُنْ مُتَعَاظِيًا لِلْبَلَاغَةِ وَلَا مُخَالَطًا لِرَهْلِهَا مِنْ خُطْبَاءٍ أَوْ شُعَرَاءٍ أَوْ نَصَحَاءٍ، وَإِنَّا هُوَ مِنْ غَرَائِزِ فِطْرَتِهِ وَبِلَاهَةِ جَبَلَتِهِ وَمَا ذَلِكَ إِلَّا لِنَايَةِ تَرَادُ وَحَادِثَةِ تَشَاعٍ!"

آپ سب سے زیادہ فصیح اللسان، واضح البیان، مختصر الکلام تھے، آپ کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی ہوتے اور آپ کے معانی بھی سب سے زیادہ صحیح ہوتے۔ نہ تو آپ کے انداز کلام یا اسلوب خطابت میں تکلف کا عیب نظر آتا اور نہ اس میں لفاظی کی زبردستی کا حمل ہوتا تھا، آپ کا کلام بلاغت کی تمام شرائط کا مجموعہ تھا جس سے فصاحت کے ایک خاص اسلوب کا اظہار ہوتا تھا، اگر آپ کا کلام کسی اور کے کلام سے ملا دیا جائے تو دوسرے شخص کا اسلوب الگ نظر آنے لگے گا، اس میں باہم بیٹھ ہونے کے آثار بھی نظر آئیں گے اور اس طرح اس کا حق اس کے باطل سے غلط ملط نہ ہو سکے گا اور جھوٹ سچ گھل کر سامنے آجائے گا۔ اس کے علاوہ نہ تو آپ نے بلاغت سیکھی تھی اور نہ اہل بلاغت خواہ خطباء و شعراء ہوں یا نصحاء و بلغاء سے آپ کا کبھی میل جول ہا تھا، آپ کی بلاغت تو وہی ہے جو آپ کی فطرت کی خاصیت اور آپ کی جبلت کا لفظ غازی تھا۔ اور یہ صرف کسی غایت مقصود اور کسی اہم واقعہ کے ظہور کے لئے ہوتا رہا تھا۔

حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فصاحت ہیوی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وَكَانَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَحَ النَّاسِ مِنْطَقًا وَأَحْلَاهُمْ كَلَامًا، وَيَقُولُ: أَكُنَّا أَفْضَحَ الْعَرَبِ وَأَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَكَلَّمُونَ فِيهَا بِلُغَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ نَزْرُ الْكَلَامِ سَمَحَ الْمُتَالِقَةِ إِذَا نَطَقَ لَيْسَ بِمَهْذَارٍ وَكَانَ كَلَامُهُ خَرَفًا لَظْفِيًّا؛ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: كَانَ لَا سِيرَ"

الکلام کسر دکم هذا، کما ان کلامه نزل وانتم تشره
 الکلام نثرا، قالوا وکان ارجزا للناس کلاما وبذا الق
 جملہ جبریل، وکان مع الارجاز یجمع کل ما اراد، وکان
 یتکلم بجوامع الکلم، لا فضول ولا تقصیر، کانه یتبع
 بعضه بعضا بکلامه توقفا، بحفظه سامعه وبعیه،
 وکان جمیع الصور احسن الناس نغمة، وکان طویل النکوت
 لا یتکلم فی غیر حاجة، ولا یقول الذکر ولا یقول فی الرضا
 والغضب الا الحق، وبعرض عن تکلم بقی جبریل، ویکنی عما
 اضطرب الکلام الی ما یکره، وکان اذا سکت تکلم جلیلا
 ولا یتأزع عندک فی الحدیث ویعظ بالجد والنصیحة و
 یتقبل، لا تضربوا القیآن بعضه ببعض فانه انزل
 علی وجوه !

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح تھے، آپ کا کلام سب سے زیادہ شیریں تھا اور کہا کرتے، میں الفصح العرب ہوں۔ اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں گفتگو کریں گے، آپ کم بولنے والے آسانی سے گفتگو کرنے والے تھے، جب بھی بولتے تو نہ آپ فضول بات کرتے نہ بیکار، یوں لگتا تھا کہ آپ کا کلام موتی میں جوڑی میں پروئے گئے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ سب سے زیادہ مختصر کلام کرنے والے تھے، یہی کچھ آپ کے لئے جبرائیل لاتے تھے۔ اختصار کے ساتھ آپ کا کلام حسب ضرورت جامع بھی ہوتا تھا، آپ جوامع الکلم کے انداز میں بات کرتے تھے جس میں نہ ناگواری نہ کوتاہی نہ کوئی نقص، یوں لگتا تھا جیسے الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے چلے آ رہے ہیں، آپ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا جس سے

سننے والا آپ کی بات کو جھٹکا کر لیتا، آپ بلند آواز اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے، آپ کافی دیر تک خاموش رہتے تھے، بغیر ضرورت آپ بات نہ کرتے تھے، ناپسندیدہ بات آپ کبھی نہ کرتے، خوشی اور ناراضگی میں حق بات ہی کہتے تھے جو شخص اچھی بات نہ کہتا اس سے آپ کٹا کر کشی اختیار کرتے، مجبوراً کسی ناپسندیدہ چیز کا نام لینا پڑتا تو گناہات سے کام لیتے تھے، آپ جب خاموش ہوتے تو آپ کے ہم نشین بات کرتے تھے، آپ کے سامنے گفتگو میں جھگڑا نہیں ہوتا تھا، وعظ فرماتے تو بڑی توجہ اور اخلاص سے، آپ فرمایا کرتے تھے: آیات قرآنی کو ایک دوسرے سے مت ٹکرایا کرو، کیونکہ یہ تو مقدس لفظوں سے نازل ہوا ہے !

امام ادب العربی ابو عثمان عمرو بن سحر الجاحظ الفصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

”وهو الکلام الذی قلّ تعدد حروفه وکثر عدد معانیه
 وجل عن المصنعة ونزک عن التکلف، وکان کما قال اللہ تعالیٰ
 قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وما آفام من المتکلفین،
 فکیف وقد غاب التشدید وجانب أصحاب التقجیب، و
 استعمل المبسوط فی موضع البسط والمقصود فی موضع القصور
 وهجو الغریب الوحشی ورغب عن المجهین السوقي ندم ینطق
 الا عن میراث حکمة ولم یتکلم الا بکلام قد حفر
 بالعصمة وشید بالتأید وسیر بالتوفیق، وهو الکلام
 الذی ألقى اللہ علیہ الحجة وعشک بالقبول وحبج له بین
 المهابة والحلاوة، وسین حسن الإفهام وقلة عددا کلام
 مع استغناء عن إعادته وقلة حاجة السامع الی معادته

لَمْ تَقْلُدْهُ صُلَاحَةً وَلَا زِلْفًا بِهِ قَدَامٌ وَلَا بَارِتًا لَهُ حِجَّةً وَلَا لَمْ
يَقْدُمُ لَهُ خَيْرٌ مِنْهُ وَلَا خَصْمٌ خَلِيبٌ؛ بَلْ يَدُ الْخَطْبِ الطَّوَالُ
بِالْكَلَامِ الْقَصَارُ وَلَا يَلْتَمِسُ إِسْكَاتُ الْخَصْمِ إِلَّا بِمَا يَعْرِفُهُ
الْخَصْمُ، وَلَا يَجِزُّ إِلَّا بِالصَّدْقِ وَلَا يَطْلُبُ الْفَلَاحُ إِلَّا بِالْحَقِّ
وَلَا يَسْتَعِينُ بِالْخُذْبَةِ وَلَا يَسْتَعْمِلُ الْمَوَارِيثَ وَلَا يَهْمُزُ
وَلَا يَلْمِزُ وَلَا يَطْلِي وَلَا يَجْعَلُ وَلَا يَهْبُ وَلَا يَحْصِي وَلَا يَنْسِي لَمْ
يَسْبِغِ النَّاسُ بِكَلَامٍ قَطُّ أَحْمَرُ نَفْعًا وَلَا أَفْضَلُ لَفْظًا وَلَا
أَعْدَلُ وَزِنًا وَلَا أَجْمَلُ مَذْهَبًا وَلَا أَكْثَرُ مَطْلَبًا وَلَا أَحْسَنُ
مَوْعِدًا وَلَا أَهْلُ مَخْرَجًا وَلَا أَفْضَعُ مَعْنَى وَلَا أَثْبَتُ
مَعْنَى مِنْ كَلَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا ۝

ترجمہ: کلام نبوی ایک ایسا کلام ہے جس کے حروف کی تعداد تو
قلیل ہے مگر اس کے معانی کی مقدار کثیر ہے، یہ تصنع سے بلند
تراور تکلف سے منزوع ہے، یہ کلام تو بالکل ایسا ہی جیسا کہ اللہ تبارک
و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہتے تھے کہ میں
تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں! سمجھا کہوں نہ ایسا
مبونا جبکہ آپ نے باجمیں بچاؤ کر بات کرنے کو معیوب قرار دیا
اور گلے کی گہرائی سے آواز نکالنے والوں سے کنارہ کشی کی ہے،
آپ بات کو پییدہ کرنے کے موقع پر بات کو پھیلانے اور مختصر بات کی
جگہ مختصر بات ہی کرتے تھے، آپ انوکھے اور نامانوس الفاظ کو نہ
کرتے اور ردی و بازاری الفاظ سے نفرت کرتے تھے۔ آپ کا
کلام کیا تھا سراپا حکمت و دانش کی میراث تھی، آپ کی گفتگو کو طفا
خداوندی اپنے جلو میں لئے ہوئے تھی۔ اس کلام کی تعمیر کو تائید الہی
اور توفیق ربانی کی مہولت میسر تھی، یہ کلام نبوی ایک ایسا کلام ہے

حبر میں اللہ نے محبت کی رنگت دکھار دی ہے اور اسے شرف
قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے، اس میں ہیبت کے ساتھ شیرینی و
علاوت اور حسن اہتمام کے ساتھ قلت کلمات ایک ساتھ نظر
آئے گی، یہ کلام دوہرنے یا اعادہ کرنے سے مستغنی ہے اور اسے
سننے والا بار بار دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، اس کلام
میں سے نہ تو کوئی لفظ ساقط نظر آتا ہے اور نہ اس میں غلیب کی
کوئی اغزش یا نظر آتی ہے، نہ تو اس کی حجت باطل ہوئی، نہ اس کے
مقابلے میں کوئی دشمن ٹھہرا اور نہ اسے کوئی خطیب لاجواب کر سکا،
بلکہ طویل خطبات مختصر جملوں سے برتری حاصل کرتے ہوئے نظر آتے
ہیں، اس کلام میں دشمن کو کسی ایسی بات سے لاجواب نہیں کیا جسے
وہ جانتا نہ ہو، اس کی دلیل سہل پادھتی ہے اور اس کی کامیابی کا
لازم صرف حق ہے، اس میں نہ تو لطافت کلام سے دھوکہ دینے کی کوشش
نظر آتی ہے اور نہ چالاک کا سہارا لیا جاتا ہے، اس میں نہ تو کسی کی
غائبانہ عیب جوئی پائی جاتی ہے نہ موجودگی میں کسی کی مکنت صلیٰ نظر
آتی ہے۔ اس میں نہ تو سست روی ہے اور نہ جلد بازی، اس میں نہ
اسباب رانی باتیں کرنا کہ بے کچھ نہ رہے، ہے اور نہ حصر بالکل
بات کو ہی نہ سکتا ہے، پھر یہ بھی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے علاوہ کوئی ایسا کلام کبھی نہیں سنا جو
اس قدر زیادہ نفع بخش، لفظی لحاظ سے اس قدر مفید، توازن میں
اس قدر مکمل اور روش کے لحاظ سے اس قدر حسین و جمیل، مفاد کے
لحاظ سے اتنا محترم، اثر میں اتنا خوبصورت، ادائیگی میں اس قدر
آسان، معنی کو اس قدر کھول کر بیان کرتا ہو اور جس میں مدعا
اس قدر واضح کیا گیا ہو! ۝

جاہل کا یہ بیان اگرچہ طویل ہے مگر انا دینت و اہمیت کے لحاظ سے خصوصیت کا حامل ہے، وہ علم بلاغت کا ایک امام اور مستند صاحب فن ہے۔ لکچر عربی بیان و بلاغت کا اولین مؤرخ ہے وہی سب سے پہلے عربوں کی خطابت کے واقعات اور نونوں کو ضبط تحریر میں لایا، جاہل نے فن خطابت کا کوئی محسن نہیں چھوڑا جو اس خطابت میں فصاحت نبوی کے لئے ثابت نہ کیا ہو اور بلاغت کا کوئی عیب نہیں کیا کلام نبوت میں جس کے وجود کی یہاں نفی نہ کی گئی ہو اس لئے صاحب فن کا یہ بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔

استاذ عباس محمود العقاد اپنی کتاب "عقبرۃ محمد" میں فصاحت نبوی کے بارے میں دلچسپ بات کہتے ہیں:

"فصاحت ایک ایسی صفت ہے جو کلام کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ انداز گفتگو اور سببیت و حکم کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہے اور گفتگو یا کلام کے موضوع کے لئے بھی آسکتی ہے، اس لئے ہو سکتا ہے کہ کوئی کلام فی ذاتہ تو فصیح ہو مگر صفت لفظ و حکم فصیح نہ ہو، یا ہو سکتا ہے کہ کلام بھی فصیح ہو اور سببیت گویائی بھی فصاحت کا رنگ لے ہو، مگر موضوع میں فصاحت کا رصف موجود نہ ہو، جس سے کلام کا نول کے لئے علاوت و شیرینی کا سامان کرتا ہے اور نول کے لئے سا حرائر انگریزی کا سامان باندھتا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت میں یہ تمام اوصاف بیک وقت مکمل شکل میں موجود ہیں، آپ کے کلام کو سببیت لفظ و حکم اور موضوع کلام سب میں فصاحت بدرجہ اتم موجود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ افصح العرب تھے جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہیں قریش سے ہوں اور بنو سعد بن بکر میں میں نے پرورش پائی ہے، آپ کے لفظ و گویائی کا جمال فصاحت بھی آپ کے کلام بلیغ کے جمال فصاحت کی طرح کوشش اور نمیناں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے لفظ و گویائی کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ما کان رسول اللہ یسرد کلمہ و یدکھم ہذا اول کلمہ کا فایہ تکلم بین فصل، یحفظہ من جلس الیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یونی بانوں میں نہیں گئے رہتے تھے جس طرح تم لوگ باتیں کرتے چلے جاتے ہو، بلکہ وہ ایسے انداز میں کلام کرتے تھے جو واضح و گہرا نکھر جاتا تھا جسے آپ کے پاس بیٹھنے والا حفظ کر لیتا تھا!

ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص لفظ و گویائی بھی فصیح و بلیغ رکھتا ہو اور اس کا کلام بھی فصاحت و بلاغت پر مبنی ہو مگر موضوع کے اعتبار سے اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جسے سننے والا قابل توجہ سمجھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت اس عیب سے بھی منزہ اور پاک تھی۔ آپ کا محفوظ قول یا حدیث اس بات کی دلیل صادق ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو اجمع الکلم عطا فرمائے تھے اور آپ کو فصاحت لسان اور فصاحت کلام کی طرح فصاحت موضوع بھی عطا فرمائی تھی۔

استاذ عقاد کا یہ قول تو فصاحت نبوی کی تشریح کے سلسلے میں آپ ذرا سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

رائفت الروایات علی نازیہ نطقہ من غیوب الحروف و

مخارجھا و قدرتہ علی ایتقاعھا فی احسن موافقہا:

تمام روایات متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علی وسلم کی لفظ و گویائی حروف اور ان کے مخارج کے غیوب سے پاک تھی اور یہ کہ آپ ان حروف کے خوبصورت ترین اور مؤثر ترین طریقے سے ادا کرتے تھے قدرت کاملہ رکھتے تھے!

مصر کے ممتاز عالم استاذ محمد عطیۃ اللہ برہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی عظمت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے "عطیۃ الرسول" کے نام سے ایک عمدہ کتاب تصنیف کی ہے اس کی ایک فصل کا عنوان ہے "عظمت

الرسول فی فصاحتہ" فصاحت میں آپ کی عظمت، اس کا آغاز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں

كان الرسول صلى الله عليه وسلم فصيح اللسان بليغ القول
ناصح اللفظ، جزل العبارة قليل التكلف، أوتي جوامع الحكم
وخص بهدائع الحكم وعلم أسنن العرب، يجتنب كل قبيلة
بلسانها ويخارها بلغتها وله جتهاد، ليس كلامه مع فريش
ولا أنصار وأهل الحجاز ولا نجد ولا مكة مع أهل قحطان،
وإن بلغ إذا قلنا إن الرسول الأُمِّي كان فصيحاً فصحاء وأبلغ
البلغاء وأذكي الأذكياء، أسلوبه سهل عذب جميل يفقهه
كل من يسمعه أو يقرؤه ويعجب بسأقيته من فصاحة
وبلاغته.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فصیح تھی، کلام بلیغ تھا، الفاظ
پر رونق، عبارت عمدہ اور تکلف نہ تھا، آپ کو جوامع الکلم عطا ہوئے
انوکھی حکمت بھری باتیں آپ کی خصوصیت تھی، عرب کی زبانوں کا
آپ کو علم عطا ہوا تھا، آپ ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے،
اس کی اپنی زبان اور لہجہ میں سوال و جواب ہوتے تھے چنانچہ قریش
انصار، اہل حجاز اور اہل نجد کے ساتھ گفتگو میں جو انداز بیان اختیار
کرتے وہ اس اسلوب کلام سے مشتق ہوتا تھا جو آپ لوطانی عربوں
کے ساتھ گفتگو کے دوران اختیار کرتے تھے، اگر ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ
ہوگا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مضملاء سے بڑے فصیح، تمام
بلغاء سے بڑے بلیغ اور تمام ذکی لوگوں سے زیادہ ذہین تھے
آپ کا اسلوب آسان، شیریں اور خوبصورت ہوتا تھا جسے ہر سننے
اور پڑھنے والا سمجھ لیتا اور اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف
اندوز ہوتا تھا۔

خطابت نبوی کے اثرات

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول قرآن سے عرب
توہ اور عربی زبان و ادب پر وسیع اثرات مرتب ہوئے۔ قرآن مجید کی بدولت ہی عربی
زبان کو ایک متحدہ زبان کا شرف حاصل ہوا اور ساتھ ہی شہرت عام اور بقائے
دوام بھی عربی زبان کا مقدر بن گیا، شکسپر کے ادب کو انگریزی زبان کے توسط
سے شہرت نصیب ہوئی جبکہ پنجابی میں لکھنے کے سبب وارث شاہ کی ہیر آج
تک گوشگنما می میں ہے مگر عربی زبان منتشر قبائل کے متضاد رجحانات و رجحان سے ایک
زندہ و پائندہ اور متحدہ زبان بن کر ابھری اور دنیا پر چھا گئی، صدیوں کی سیاسی
و سماجی غلامی بھی اس زبان کا کچھ نہ بگاڑ سکی اس زبان کو یہ شرف ایک کتاب
نے دیا، قرآن مجید نے عربی زبان کو یہ عظمت و اہمیت عطا کی!

اسی طرح خطابت نبوی نے بھی عربی زبان پر نمایاں اثر ڈالا۔ بلکہ یوں کہنا
چاہیے کہ اس نے عربی خطابت کا رخ موڑ دیا، خطابت لفظوں کی ایک شعبہ
بازی تھی جس کا مظاہرہ دنیا تو کہ بہنوں کی ملیح سازی اور پر تکلف صحیح و قافیہ سے ہوتا
تھا اور یہ اسے منافرت و منافرت کا ہتھیار سمجھا جاتا تھا مگر بعثت محمدی اور خطابت
نبوی نے اس صورت حال کو بدل کر رکھ دیا، صحیح و قافیہ اور ابہام کی ملیح سازی کو
ایک ظلم منور و شہرہ آفاق بنایا گیا۔ منافرت و منافرت کے ہتھیار کو معاشرے کا مفید
اور برائے تعمیر وسیلہ بنا دیا گیا، خطابت کا ایک ایسا اسلوب رواج پا گیا جو
سادگی و سادہ سادگی کے ساتھ رونق و درغنائی کا رنگ بھی لئے ہوئے تھا۔ یہی
اسلوب خطابت منبر مسجد کا خاصہ بن گیا اور بلند گانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی، وعظ
و نصیحت، تلقین جہاد اور احکام شریعت کی تعلیم کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔
اس طرح خطابت نبوی نے قرآن مجید کے بعد عربی زبان پر سب سے زیادہ اثر ڈالا
کیونکہ اثرات میں کتاب اللہ کے بعد ارشادات نبوی کا مقام ہے۔

”بصارۃ فی الخطبۃ النبویۃ وجوامع الکلم فی الفصاحتہ
والبلوغۃ والوجاز والیان بالدرجۃ الثانیۃ بعد النسخ آن
ولیکان تأثیرہا فی اللغة والأدب بالمتنزلۃ التالیۃ
لکلام اللہ تعالیٰ ولایسب احکامہ وجوامع کلمہ اللہ فی
القدوس والجلۃ لہ الخیر علیہ والعلیۃ الہی یزدانی بہا علیہ
الکاتب والخطیب : ۳

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابت اور جوامع
الکلم فصاحت و بلاغت اور ایجاز و بیان میں تشران کریم کے بعد
دوسرے درجے پر ہیں، اسی سے عربی زبان و ادب پر اثر ڈالنے کے
لحاظ سے اس کا درجہ کلام اللہ کے بعد ہے خصوصاً آپ کی حکمت
بھری باتیں اور جوامع الکلم جو ادیب کے لئے خوبصورت نمونہ ہیں اور
ایک ایسا زبور میں جس سے ہر انشا پر دانا اور خطیب کا کلام زیلت
پاتا ہے !

مسجد نبوی میں جس نمبر سے خطابت نبوی کا آغاز ہوا تھا وہ اسلامی مدارس
میں مسجد کی ایک لازمی روایت بن گئی، نمبر نبوی سے سیاسی و فوجی احکام فقہی
و دینی مسائل کی تشریح، وعظ و نصیحت اور تذکرہ و تبلیغ کا کام خطابت سے لیا جاتا
تھا۔ بعد میں یہ ایک روایت بن گئی جو اموی اور عباسی خلفائوں کے علاوہ دیگر
اسلامی حکمرانوں کا بھی لازمی رہی، زوال و انحطاط کے باعث سیاسی و فوجی
احکام کا رشتہ تو نمبر سے منقطع ہو گیا مگر باقی موضوعات آج تک نمبر و محراب کی
ایک لازمی روایت بنی چلی آتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں مسجد ہر جہاں
مسلمان جمید اور عیدین کے لئے جمع ہوتے ہوں وہاں نمبر بھی لازمی ہوگا اور
نماز جمعہ اور عیدین کا خطبہ بھی لازمی ہوگا، جو نماز جمعہ یا عیدین کے لئے چلے گا
خطبہ شناس بھی اس کے لئے لازم ہوگا !

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ کی حمد و ثناء سے خطبہ کا آغاز نہیں
ہوتا تھا، یہ روایت بھی آپ سے قائم ہوئی جو آج تک قائم و دائم چلی آتی ہے
ہر خطیب کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی تقریر یا خطبے کا آغاز الحمد للہ سے ہی کرے
حمد و ثناء اور صلوة و درود کے بعد دعا و شہد کی طرحت منتقل ہونے سے پہلے
”أما بعد“ کے الفاظ بھی خطابت کی تاریخ میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہی استعمال فرمائے جو بعد میں اسلامی خطبات کی ایک لازمی روایت
بن گئی اور آج بھی یہی معمول ہے، خطبہ عیدین کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
”اللہ اکبر“ سے فرماتے تھے اور آج تک امت کا بھی یہی معمول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اپنے خطبات میں کتاب اللہ
کے اقتباسات بکثرت استعمال فرماتے تھے، آج تک امت اسلامیہ کے خطباء و بھی
آیات قرآنی کے علاوہ آپ کے جوامع الکلم خطبات اور ارشادات کے اقتباسات
بھی استعمال کرتے ہیں، بلکہ مکتوب نگار اور انشا پر دانا بھی اپنی تحریروں کو آیات
و جوامع الکلم سے مزین کرتے ہیں، احاطہ نے مسلم خطباء کی متعدد مثالیں دی ہیں
جنہوں نے موت کے جوامع الکلم سے اپنے کلام کو مؤثر و مزین بنایا، مزید یہ کہ
المہذب کے قتل کے موقع پر مشہور خطیب الحارث بن عدان تقریر کرتے کیلئے
کھڑا ہوا تو اس نے کہا تھا :

”یہا الناس ! اتقوا الفتنة، فإضہا تغیل بشبهة وتدبیر
ببینان، وإن المؤمن لا یلیع من سجد مرتین -

”اے لوگو! فتنے سے بچو! کیونکہ اس کا آغاز تو شبہ سے ہوتا ہے
مگر اس کا انجام بہت واضح ہوتا ہے، اور مومن تو ایک سواخ
سے دوبار لمس نہیں جاتا !“

یہاں حارث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ایک

مشہور قول کو استعمال کیا ہے، اسی طرح کی اور متعدد مثالیں عرب فصحاء وبلغاء کے ہاں دستیاب ہیں۔

ابن عبد ربہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں لوگوں کو تقویٰ اللہ، ذکر اللہ اور احکام الہی کی بجا آوری کی تلقین و توجیہ فرماتے تھے۔

«عباد اللہ! اوصبکم بتقوی اللہ و احکم علی طاعتہ»
 اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت پر ابھارتا ہوں!

آج بھی اگر آپ عرب و عجم کے کسی اسلامی ملک کی کسی مسجد میں جمعہ یا عیدین کے لئے چلے جائیں تو خطیب کی زبان سے یہ الفاظ آپ سنو و سنیں گے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبات میں جن امور کا التزام فرمایا ان سے انحراف کرنا اہل علم کے نزدیک خطابت کے عیوب میں شمار ہوتا ہے۔ بقول جاحظؒ۔

«و علی أن خطباء اسلفت الطیب و أهل البیان من العین
 یا حسان ما زالوا یسمون الخطبة التي لا تبند أبا التحمید
 تستفتح بالتمجید، البتراء و یمون التي صا تو شیع بالقرین
 و ترین بالصلاة علی المپی صلی اللہ علیہ وسلم: الشواہد
 علاوہ ازیں خطبائے سلف صالحین اور مصلحانی کے ساتھ اتباع کرنے والے بلغاء اس خطبے کو البتراء و دم کٹا ناقص کہتے رہے ہیں جو تمجید و تمجید سے شروع نہ کیا گیا ہو، اور جو خطبہ آیات قرآنی اور درود و صلاۃ سے مزین نہ ہو اسے شواہد (مکڑی ہوئی شکل) والا کہتے رہے ہیں۔

دعوتِ اسلام میں کلام اللہ کی تائید کے بعد سب سے مؤثر طریقہ انصاف العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابت تھی۔ وہی خطابت کافن جو عرب میں پہلے بھی موجود تھا

مگر اعلیٰ ترین اقدار زندگی کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا مگر آپ نے اسے شرک و بت پرستی کی جڑیں کاٹنے اور انسانی معاشرے کی اصلاح کے لئے ایک کامیاب نتیجہ کے طور پر استعمال کیا، توحید و رسالت اور حق و صداقت کی تبلیغ، عمل صالح و صلح ذات البین، تخریق علی الجہاد اور انسانیت کی فلاح و ابرین کے لئے آپ نے خطبات کو استعمال کیا۔

«فکان العمل الوکبر لصاحب الذھوة العظمی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بادی امرہ، غیر تبلیغ القرآن، و ارشاد من طریق الخطابة، و اوص ما جعلها الشارح شاعر کل ایمام فی حقہ دینی و سیاسی کالجمعة و العیدین و موسم الحج الاکبر و یوم السبت و کل امرحہ مع لشرف فضیلة او نفی عن رذیلة او اعلان عن نصر او تاکید و صیة لای غیر ذلک من الامور ذوات البیان، و ذلک کان دعاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رسلہ الی الملوک و امراء حیویشہ و سواہ شہ خلفاؤہ من بعدہ و عداہم کلہم مخطباء مصداق ولسنا مقاول! چنانچہ صاحب دعوتِ عظمی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ تبلیغِ قرآن مجید سے آغاز کر کے علاوہ آپ نے خطبات کو بھی ایک وسیلہ بنایا، اس لئے شریعت نے خطابت کو تمام خلفاء کا شعار بنا دیا، مجلسِ دینی ہو یا سیاسی جیسے جمعہ، عیدین اور موسمِ حج اکبر، یومِ صفت آرائی ہو یا کوئی اجتماعی کام جس سے منفاً کل کو عام کرنا اور رذائل سے روکنا مقصود ہوتا۔ فتح کا اعلان ہوتا، وصیت کی تاکید مقصود ہوتی تو ایسے تمام اہم کام کے لئے خطابت کو ذریعہ بنایا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغ اپنے آپ

خلفاء اور ان کے عامل و حکام سب فصیح و بلیغ خطیب اور ترجمان
بدعا ہوتے تھے !

اگر موصوف کو وسعت دیتے ہوئے ارشادات بنوئی کی تمام انواع کے اثرات
پیش نظر ہوں تو معلوم ہوگا کہ ان کے اثرات کا دائرہ بے حد وسیع ہے، محدثین نے
احادیث کی شرحیں لکھیں اور ان میں حکمت و ہدایت کے خزانوں کو عام کیا، فقہاء
نے احکام کا تشبیہ کیا، اہل لغت نے ان کے الفاظ و ترکیب سے فائدہ اٹھایا
اور علماء ادب و بلاغت کو ان میں فصیح محاورات اور زینۂ جاوید چلنے اور
کلمات کے بلند نونے میسر آنے رہے۔

کلام اللہ اور کلام بنوئی میں فرق

علمائے نقد و بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فصاحت و بلاغت میں کلام اللہ
کے بعد کلام نبوت کا مقام ہے۔ کتاب اللہ کا اسلوب معنوی و لفظی ایک اسلوب ہے
جس کی نظیر پیش کرنے سے زمانے عاجز ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کسی انسان کا
کلام نہیں بلکہ قادر مطلق کا پیغام ہے جو اس نے اپنے بندے پر اپنے آخری پیغام
کے طور پر نازل کیا تاکہ انسانیت کو جہالت اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال
کر علم و عرفان اور ایمان و تقویٰ اللہ کی روشنیوں پر راہوں پر لایا جائے، یہ
ایک حقیقت ہے کہ ظہور قدسی اور اقدس آیات اللہ ہی تخلیق کا دروہ
ایک ایسا نقطہ ہے جس کے پس منظر میں جائیں تو تاریکی ہی تاریکی ہے اور آگے کی طرف
تجلی تو آفتاب نبوت کی کرنیں چہار رنگ عالم میں پھیل چکی ہیں۔ انسانی
تمدن و تہذیب کا قافلہ روشن سے روشن ترمیدانوں کی طرف بڑھتا ہوا نظر آتا ہے
ظہور قدسی ایک ایسی روشنی ہے جس کے بعد علم و دانش کا بولی بالا اور اجالہ ہی
اجالہ ہے !

معاندین اسلام یہ کہہ کر تے ہیں کہ قرآن مجید کلام اللہ نہیں بلکہ معاذ اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا رہا ہے کہ

جس نبی نے اپنے تو اپنے دشمن کے ساتھ کذب و افتراء کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہوئے
ہمیشہ اقبال کیا ہو اور سب نے جسے صداقت و امانت کا تاج پہنایا ہو اس
نے اگر خدا کو راستہ کذب و افتراء پر بلانے کا بھی نواہد رب العالمین ہے ! جس پر
نازل ہونے والی کتاب میں بار بار یہ کہا گیا ہو کہ فَمَنْ أَكَلَمَ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ عَلَى اللَّهِ
اس سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اللہ پر جھوٹ بولے ! وہ خود ہی اللہ پر اپنا بڑا افتراء
باندھنے لگے۔ معاذ اللہ ! جبکہ عملی زندگی میں جس نے کسی موٹر پر کسی لمحے کسی دوست
دشمن سے کوئی معمولی سے معمولی وعدہ خلافی، دھوکہ یا افتراء پر جھوٹ نہیں بولا
جس نے اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل میں اپنا بھروسہ اپنا عہد شباب اور زندگی کا
تمام دفتر عمل پیش کیا ہو وہ اللہ رب العالمین پر کیسے افتراء باندھ سکتا ہے، وہ
اللہ جس کی توحید کے لئے اس نے جس من و دھن قربان کر دیا، جس کا ذکر کی بہترین
روحانی غذا تھا، وہ اللہ جسے وہ دم و سپین بھی اپنا رفیق الا علی کہہ کر پکارتا رہا،
اور جس کے حضور پیش ہونے کے لئے اس کے اشتیاق و محبت اور عقیدت کی
کوئی حد نہ تھی، وہ اس پر کذب و افتراء کی جسارت کر سکتا تھا ! معاذ اللہ !
آخر سے اس کی ضرورت کیا تھی ! کیا وہ قرآن کو اپنا تخلیقی کمال کہہ کر فصحاء و
بلغائے عرب کو اپنے سامنے جھکا نہیں سکتا تھا اور اسے اپنے بچائے خدا کا کلام
قرار دے کر معاذ اللہ اپنا کمال ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی ! ! عرب اس کے
سامنے سجدہ نہ ہونے اس کے اشاروں پر چلتے، اسے اپنا آقا بلکہ دیوتا مانتے !
اور تاریخی طور پر یہ صداقت ثابت ہے کہ عربوں نے ایسا کرنے کے لئے آپ
کہا بھی تھا مگر آپ نے پیغام حق اور توحید بانی کو ترک کرنے سے انکار کر دیا تھا
کیا صرف اس لئے کہ کانٹوں پر چلیں پھٹ کر کھائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ
جس خدا کی توحید اور پیغام حق کے لئے سب کچھ ٹھکرا رہے ہیں اس پر کذب
و افتراء باندھیں ! معاذ اللہ !

یورپ کے عالم شاپاوری اور مستشرقین تو آج یہ بات کہتے ہیں کیونکہ ان کے

ان نووجی رہائی کا تصور ہے ہی نہیں، ان کے لئے تو خدا نے اپنا بیٹا دینا میں انسانی
 روپ میں بھیجا اور اپنے حواریوں کو وعظ کرتا رہا جسے انہوں نے کھینچ لیا، ان پر ان
 کو یہ کون سمجھانے یا ان سے پوچھے کہ جو خدا اپنا بیٹا دینا میں انسانی روپ میں بھیج کر
 سولی پر چڑھا سکتا ہے کیا وہ کسی پیغمبر کے قلبِ پلہ پر یا اپنے مقربین کے توسط
 سے اپنا پیغام نہیں بھیج سکتا؟ ایسا جسے مشرکین کی طرح کفار عرب بھی دجی رہے تھے
 کے تصور سے غلامی تھے، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور امانت کو تو مانتے
 تھے لیکن وہ پیغامِ رہائی کو انشاء علی اللہ تصور کرتے تھے، قرآن مجید نے
 پہلے جس سورتیں اور پھر ایک سورت گھر گھر بنا لانے کا چیلنج دیا پھر کہا کہ جن
 والنس ملکہ بھی قرآن مجید کی نظیر لانے سے عاجز ہیں، ساری دنیا کو مثال لانے کا
 چیلنج دیا گیا جو آج بھی قائم ہے، چودہ صدیوں کے دوران میں بہت سے لوگوں
 نے بڑے بڑے شاعر اور فصیحِ بلیغ اور باوجود خطبائے شامی تھے ان سب نے منہ
 کی کھائی، ان لوگوں نے جو کچھ کہا یا لکھا وہ محفوظ ہے، مقابلہ و موازنہ کر کے
 دیکھ لو، شانِ نبوت معلوم ہو جائے گی، نبی امی کا معجزہ آج بھی قائم ہے تاکہ دنیا
 کو نبوت کی عظمت و حقیقت معلوم ہوتی رہے!

مصر کے مشہور عالم ڈاکٹر طرہ حسین نے اعجازِ قرآن کو ایک نہایت ہی سادہ
 انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ دنیا کے تمام انسانوں نے
 اپنی اپنی زبان میں جو ادب تخلیق کیا ہے وہ دو اصناف پر مشتمل ہے نظم یا نثر مگر
 عربی زبان کا ادب دو اصناف پر مشتمل نہیں ہے بلکہ تین اصناف پر مشتمل ہے۔
 ایک نظم، دوسری نثر اور تیسرا قرآن، چونکہ قرآن نہ نظم کے ضمن میں آتا ہے
 نہ نثر کے دائرے میں بلکہ یہ تو ایک الگ اور مستقل تیسری صنف ہے جسے قرآن
 ہی کہا جاسکتا ہے، چونکہ انسانی کلام نظم میں ہوتا ہے یا نثر میں اور قرآن مجید
 تو نہ نظم میں ہے نہ نثر میں، تو ظاہر ہوا کہ یہ کسی بشر کا کلام تو ہے نہیں، پھر کس

کا ہوا!

قرآن مجید کے متعلق اللہ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ اس کے بارے میں
 نئی نئی باتیں انسانوں کو معلوم ہوتی رہیں گی، انہیں ایسی آیات و نشانیاں دیکھنے
 کو ملتی رہیں گی جن کے بعد انہیں اللہ وعدہ لا شریک کی ہستی اور قرآن مجید کے
 اعجازِ رہائی ہونے کا یقین حاصل ہوتا رہے گا، لوگ تو کہتے ہیں تاکہ قرآن مجید
 معاذ اللہ کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر قدرت کی ستم ظریفیاں بھی بڑی
 عجیب ہیں، لوگوں نے آپ کے اقوالِ جمیع کو ناسخ و روح کے تو یقین کا خیال تھا
 کہ کبھی آپ خوش ہونے میں کسی غصے میں پھر انسان باتوں کو ضبطِ تحریر میں لاتے
 وقت بھی غلطی کر سکتا ہے مگر حکمتِ خداوندی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے
 کہلوا یا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ آپ کی تمام باتیں تحریر کر کے محفوظ کر جائیں چنانچہ
 آپ کے خطبات، آپ کے جوامع الکلم، اقوال اور اعمال ایک محفوظ کر دیئے گئے
 جو آج بھی موجود ہیں تو آد ان سے کلام اللہ کا مقابلہ اور موازنہ کر لیں، آخر کہیں
 تو لفظ و معنی کی برابری ثابت ہو جائے گی کیونکہ آدمی اپنے اسلوب سے پہچانا
 جاتا ہے، دوسرے نفلوں میں ایک ہی آدمی کی گفتار و نگارشات ایک جیسی
 ہوں گی، اب آپ خطباتِ نبوی، جوامع الکلم، آپ کے مکتوبات اور پھر جمیع
 احادیث کا مطالعہ کیجئے آپ کو خطبات میں جوامع الکلم، جوامع الکلم میں خطبات
 اور احادیث میں خطبات اور جوامع الکلم کا رنگ واضح نظر آئے گا، الفصح العرب
 صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انواع کلام میں آپ کو ایک جیسی فصاحت و بلاغت، ایک
 جیسی سلاست و روانی اور سادگی و بے تکلفی نظر آئے گی لیکن ان میں سے کسی ایک
 صنف کا قرآن مجید سے تقابل کر کے دیکھ لیجئے زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔
 پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا تقابل کسی اور فصیح و بلیغ خطیب
 عرب سے کیجئے آپ کو ان میں کس کا فرق نظر آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اسلوب بیان میں اور دوسرے خطیب کے اسلوب بیان میں آپ کو وہی فرق نظر

آگے کا جو در خطیبوں یا دواویوں اور دوا انشاء پر وارثوں کے اسلوب میں عادتاً پایا جاسکتا ہے مثلاً حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا اسلوب خطابت کافی حد تک خطابت نبوی کے اسلوب سے ملتا ہے آخر کیوں نہ ہو؟ نبوت کے فیض تربیت کا اثر فرماتا تھا جو کچھ بدیہیہ علم میں ہے وہ باب العلم سے ظاہر تو ہوتا ہے!

لیکن جب آپ انہیں سے کسی بزرگ کے محام سے کلام اللہ کا موازنہ کریں گے تو مساوات و برابر ہی یا مختا بہت تو دہی ایک طرف آپ کو زمین و آسمان کے نازلے نظر آئیں گے حتیٰ کہ کلام نبوت میں سے جوامع الکلم بے حد فصیح و بلیغ کلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سخنیت نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے، لیسرت باللقب و الوشیت جوامع الکلم اللہ نے مجھ کو دیا ہے کہ اس کے ذریعے نفع دلائی اور جوامع الکلم عطا فرمائے، مگر ان کلمات حکمت کتب قرآن مجید کی کسی آیت سے تقابل کریں گے تو لفظ و معنی کا اسلوب آپ پر کلام بشر اور کلام اللہ کا فرق واضح کر دے گا۔!

اعجاز القرآن کے مصنف علامہ ابوبکر الباقلائی نے کسی زمانے میں کلام نبوت اور کلام اللہ میں فرق کرنے کی کوشش فرمائی تھی وہ آج بھی ہماری توجہ کی اسی طرح مستحق ہے جس طرح گزشتہ زمانوں میں تھی!

باقلائی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے اسلوب اعجاز اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بلیغ میں جو فطری اور معنوی فرق ہے وہ بالکل واضح ہے، جو شخص عربی زبان کے قواعد کے ساتھ ساتھ فصیح و بلیغ ادب کے صوری و معنوی محاسن کا علم و ذوق رکھتا ہے اس کے لئے یہ فرق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگر بلاغت قرآن اور بلاغت نبوی میں فرق کرنے کا کوئی واضح طریقہ مفصل و موزون اس طرح ممکن ہے کہ خطبات نبوی اور اس عہد کے دیگر اہل علم کے خطبات کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ان میں کوئی نمایاں فرق نظر نہ آئے گا۔ آپ کے خطبات اور خلفائے راشدین کے خطبات میں یا اسی عہد کے دیگر خطباء کے

خطبات میں وہی فرق نظر آئے گا جو کسی ایک عہد کے دو فصیح و بلیغ خطیبوں کے اسلوب میں پایا جاسکتا ہے! علامہ باقلائی کے الفاظ ہیں۔

لما يقع بين كلامه وكلام غيره من التفاوت ما يقع بين كلام القاصيين وبين شعر الشعراء؛

آپ کے کلام اور دوسروں کے کلام میں وہی فرق نظر آئے گا جو دو فصیح آدمیوں یا دو شاعروں کے کلام میں پایا جاسکتا ہے!

جدید دور کے مصری علماء میں سے علامہ بکر بن شیخ امین نے حدیث نبوی کی ادبی حیثیت اور مقام کے متعلق ایک بہترین کتاب تصنیف کی ہے، اس میں انہوں نے کلام اللہ اور کلام نبوت میں فرق کرنے کی بھی کوشش کی ہے ڈاکٹر بکر بن شیخ امین نے کلام ربانی اور کلام نبوی کا فرق سمجھانے کیلئے جہاد کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ لفظی و معنوی اعتبار سے احادیث نبوی اور آیات قرآنی میں نمایاں فرق ہے، موضوع اگرچہ ایک ہے مگر موضوع سے لہجہ من کرنے، اسکی تعلیم و وضاحت اور تفصیل و تشریح کے لئے سب اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے وہ دونوں جگہ بے حد مختلف ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی موضوع سے متعلق آیات اور احادیث جمع کر کے انکا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو نتیجہ وہی نکلتے گا جس پر ڈاکٹر بکر بن شیخ امین جہاد کے متعلق آیات اور احادیث کے تقابلی مطالعہ کے بعد پہنچے ہیں تو جہاد باری تعالیٰ قرآن مجید کا اہم ترین مضمون ہے، احادیث نبوی میں بھی اللہ کی وحدانیت کو ایک اہم مضمون کی حیثیت حاصل ہے اس موضوع سے متعلق آیات و احادیث کا تقابلی مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے کلام ربانی اور کلام نبوی کا فرق معلوم ہو جائے گا، اسی طرح قیامت جنبت روزخ، عسکین و الحاد، رجاء و ملوکہ، قصص انبیاء، عبادات و عقائد انسانی

نظر، اللہ اور بندے کا باہمی رشتہ، ذات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فضل و مرتبہ وغیرہ ایسے موضوعات ہیں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشترک ہیں مگر دونوں جگہ بیان کا انداز جدا ہے، اس پر ایک کا اسلوب بلاغت الگ ہے!

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید کی سورت الفتح کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے اسلوب بیان لفظی و معنوی محاسن اور نظام فصاحت و بلاغت کا تقابلی مطالعہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے تعارض کرنے سے ممانعت فرماتے ہوئے انہیں نجوم و اسیت قرار دیا ہے یا مثلاً اخوت اسلامی کے موضوع کو رہے لیجئے قرآن مجید کی سورت حجرات کی ایک چھوٹی سی آیت ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ خَالصُونَ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (۱۶۹/۱)

مؤمنین تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس لئے اپنے دو بھائیوں میں (جھگڑا ہو) تو صلح کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

کئے کو تو یہ دس لفظ ہیں مگر ان میں معافی کے چار ابواب جمع کر دئے گئے ہیں، پہلی یہ کہ ایمان اخوت کی بنیاد ہے۔ اہل ایمان کے گزرے حالات میں بھی اپنے بھائیوں کے لئے جو جذبات رکھتے اور ان کے لئے قربانیاں دیتے رہے ہیں وہ کبھی پچھنی نہیں۔ اخوت اسلامی دنیا کے لئے ایک سبق اور امن لکھ کے لئے دعوت مطالعہ ہے، دوسری علامت بھائیوں کے اختلافات دور کرنے کا حکم، گو یا اللہ تعالیٰ کو انسانی نظرت کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ ایمان کا جذبہ کمزور پڑا تو جھگڑا ممکن ہے۔ اس لئے اخوت کے رشتے کو دائمی رکھنے کے لئے ایک مستقل مشینری مقرر کر دی گئی کہ دو بھائی اگر جھگڑیں تو باقی مومن فوراً صلح کو ادیں اور غفلت نہ کریں، اہل ایمان نے یہ

تذہیب پس پشت ڈال دیا مگر اخوت اسلامی کے عمل مظاہر سے اب بھی اہل ایمان کی بستیوں میں رکھتے کوئل جانتے ہیں پھر تفسیری بات یہ کہ اہل ایمان کی اخوت اور جھگڑا کی صورت میں مصالحت کا کام تقویٰ اللہ سے انجام پائے گا۔ لہذا تقویٰ کے لوازمات اور تقاضے بھی پورے کرو، اخوت مصالحت اور تقویٰ اللہ پر عمل کا انعام چوتھی بات ہے اور وہ ہے اللہ کی رحمت، جس کا ہم کا اجر اللہ کی رحمت ہو اس کی اہمیت کیا ہوگی اور اس سے غفلت بہت کر اللہ کی رحمت سے محرومی کا شکار ہو کر کتنا برا خسارہ ہوگا!

یہ قرآن دس لفظوں کے معنی کی بات ہوئی۔ رہا لفظی اسلوب اور اس کے محاسن تو اس کا اندازہ اسی سے لگا لیجئے کہ دس لفظوں میں جو چار ابواب ہیں ان میں موضوعات بنا کر کیا کچھ تصنیف کیا جاسکتا ہے؟! اس لطافت اور حلاوت کو طے کرنے کے لئے یہ دس لفظ زبان اور قوت سامعہ کو عطا کر لے ہیں!

اب لیجئے اسی موضوع پر ایک حدیث نبوی،

«الْمُسْلِمُونَ تَكَافُوهُمْ دِمًا وَنَفْسًا وَبِذَاهِمٍ»
ادنا ضرر وہم بد علی من سواہم۔

اہل اسلام کی جانیں باہم ہم ملے ہوتی ہیں، اونی مسلمان بھی ان کی ذمہ داری اٹھانے کی کوشش کرے گا اور وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک ہیں۔

حدیث نبوی گیارہ الفاظ پر مشتمل ہے ان میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں، سب مسلمانوں کا خون برابر ہے، کوئی مسلمان ذمہ داری سے تو وہ سب کو لازم ہے یا قریب ترین ان کی ذمہ داری سے گا اور تفسیری بات یہ کہ وہ دشمن کے مقابلے میں ایک ہیں۔ لفظی اعتبار سے بھی ان الفاظ میں جمال محمدی تو ہے مگر وہ لطافت روحانی اور حلال ربانی نہیں جو آیت کریمہ میں ہے!

زیادتی ہوگی اگر ہم ڈاکٹر کریم شیخ امین کے اس تقابلی مطالعہ سے صرف

نظر کری جو انہوں نے جہاد سے متعلق آیات اور احادیث کے متن میں پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

”یؤمن من کل من قرأ فی القرآن الکبریٰ فی الحدیث الشریفہ
ان بینہما من الفروقی القدر کبیر ولا سیما فی الخصائص
الاسلوبیۃ والتعبیریۃ والفنیۃ، ولان القراءۃ تختلف فی
هذا المستوی عن الحدیث، وان قائل هذا غیر قائل ذاك
وإثبات هذا الحقیقۃ لورد من وجہین احدهما من القرآن
وثانیہما من الحدیث المصحح، کلاہما یدور حول
موضوع واحد ویسکن الموضوع الجہاد فی سبیل اللہ“
جو شخص بھی قرآن کریم اور حدیث شریف کا مطالعہ کرے گا اسے
یقین ہو جائے گا کہ ان دونوں میں جو فاصلہ ہے ان کی مقدار بہت
ہے، خصوصاً اسلوب بیان، طریقہ اظہار اور فنی پہلوؤں کے لحاظ
سے، اور یہ کہ اس معیار میں قرآن حدیث سے مختلف ہے اور اس
کا قائل اور ہے اور اس کا قائل کوئی اور اس حقیقت کو ثابت
کرنے کے لئے ہم دونوں نے پیش کرتے ہیں ایک قرآن سے اور دوسرا
حدیث سے، دونوں کا تعلق ایک ہی موضوع سے ہے اور یہ موضوع
ہوگا جہاد فی سبیل اللہ

اس کے بعد انہوں نے حسب ذیل سات آیات قرآن اور چھ ایک حدیث
نبوی پیش کی ہے اور اس کے بعد ان کا تقابلی مطالعہ کر کے نتائج اخذ کئے ہیں :-
آیات قرآنیہ :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ يَجْعَلُونَ لِرَبِّهِمْ أَلْفًا مِّنْ رَّحْمَةٍ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو جَلَالٍ

(البقرة ۱۹۰)

بل شبہ جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ
میں جہاد کیا، وہی لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ
تو بخشنے والا بے حد رحمت والا ہے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ فَدْلُكُمُ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ
يُحَادِّثُوا هَدْيَكُمْ وَلَعَلَّ الصَّابِرِينَ (آل عمران ۱۶۳)

کیا تم نے یہ خیال کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ بھی اللہ
نے تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جو جہاد کرنے میں ہیں اور تاکہ وہ
صبر والوں کو جان لے !

وَلَا يَتَّبِعُونَ الْتَّاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرَةِ
الْمُحِبِّ هَدْيُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ بِفَضْلِ
اللَّهِ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِلِينَ
ذَرْجَةً طَوْفًا وَعَدَدًا اللَّهُ الْحَسْبُ لَهُ وَفَضْلُ اللَّهِ الْمُجَاهِدِينَ
عَنِ الْتَّاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (البقرة ۱۹۵)

دونوں برابر نہیں ہو سکتے مومنوں میں سے پیچھے رہنے والے جن کو کوئی
دکھ نہیں، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد
کرنے والے، اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے جہاد کرنے والوں
کو پیچھے رہنے والوں پر اللہ نے فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ
نے اچھائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو پیچھے
رہنے والوں پر اجر عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
أَقْرَبُوا نَصْرَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
كَبِيرَةٌ (الأنفال ۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا،

اور وہ لوگ جنہوں نے نبی اور مدد کی، وہ لوگ ہیں جو سچے
مومن ہیں، ان کے لئے بخشش ہے اور عزت والارزق ہے !
وَإِذَا أَنْزَلْنَا سُورَةً، أَنْ آمَنُوا بِهَا لِلَّهِ وَكَجَاهِدِ رَسُولِهِ
اِسْتَأْذَنَتْ أُولُو الْأَرْحَامِ مِنْهُمْ وَقَالُوا، ذَرْنَا لَكُنْ مَعَ
الْفَاقِعِينَ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى
قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ لَكِنَّ الرُّسُلَ وَالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَأُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرٌ
وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - (التوبة ۸۶ - ۸۸)

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور
اس کے رسول کے ساتھ جہاد میں شریک ہو تو ان میں سے خوشحال لوگ
تجھ سے اجازت طلب کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو بیچے رہنے
والوں کے ساتھ ہی چھوڑ جائیے، وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ جو رسول
کے ساتھ رہ جائیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اس لئے وہ سمجھتے
نہیں، لیکن رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے، وہ
اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہیں کے لئے
سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں !

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَنُكِرُوا
وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأُولَئِكَ
هُمُ الصَّادِقُونَ - (الحجرات ۱۵)

میں مومن تو وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے
پھر کسی قسم کا شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں
کے ذریعے جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں !

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! هَلْ أَمَرَ كُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ يَنْفِي كُمْ

مِنْ عَذَابِ آيَتِهِمْ! قُلُوا مَنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ جَاهِدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ، ذَرِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الصف ۱۱)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی نشان دہی کروں
جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے گی؟ اللہ اور
اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور
جانوں سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے سب سے بہتر ہے
اگر تم علم رکھتے ہو !

اب رہا مولود جہاد و حدیث نبوی میں تو مسلم نے اپنی جامع صحیح میں
ابوسریۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

”نَظَمَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لِيُجَاهِدَ
فِي سَبِيلِ دِينِهِ، وَلِيُصَدِّقَ بِرَسُولِهِ، فَمَهْوَضًا مِنْ
أَنْ ادْخَلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجَعَهُ إِلَىٰ مَنْزِلِهِ الَّذِي خَرَجَ
مِنْهُ نَاشِئًا نَالًا مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيَّةٍ -

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلِمٍ يَكَلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَةِ يَوْمِ كُنْتُمْ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ
وَرُجِحَ رِبْحُ مَسْكَ -

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ رُوِيَ عَشْرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا
تَعَدَّتْ خَلْفَ سُرِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا، وَكُنْ
لَا أَجِدُ سَعَةً فَأُحْدِثُهُمْ وَلَا جِدُونَ سَعَةً، وَلِشَقِّ عَلَيْهِمْ
أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي -

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ دُوتِ الْأَغْزَى فِي سَبِيلِ اللَّهِ
لَا مَقْلَ شَمٍّ أَغْزَوْا قَتْلَ شَمٍّ أَغْزَوْا قَتْلَ شَمٍّ -

جو اللہ کی راہ میں نکلے گا اللہ نے اسے اس بات کی ضمانت دی ہے، بشرطیکہ وہ صرف میرے راستے میں جہاد کے لئے مجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہ میں اسے یا تو جنت میں داخل کروں گا یا اسے اس گھر میں لوٹاؤں گا جس سے وہ نکلے تھا اور جو ثواب یا غنیمت حاصل کرنا تھا وہ بھی حاصل کر چکا ہوگا اس دولت کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کوئی زخم بھی ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں آتا ہے مگر یہ کہ زخمی ہونے والا مجاہد قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا جس حالت میں وہ زخمی ہوا تھا، رنگ تو اس کا خون سا ہوگا، اور بوس کی مشک کی سی ہوگی!

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر یہ حدیث نہ ہو کہ یہ مسلمانوں کے لئے شاق گزرتے گی تو میں اللہ کی راہ میں نکلنے والے غازیوں کے کسی دستے سے کبھی پیچھے نہ رہتا، لیکن نہ تو میرے پاس وسعت ہے کہ میں اسے ساتھ لیاؤں اور نہ ان کے بس میں ہے، اور ان کے لئے یہ بات شاق گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں!

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، میری یہ خواہش دائرہ دہے کہ میں اللہ کی راہ میں غازی بنکر نکلوں، شہید ہو جاؤں، پھر غازی بنکر نکلوں، شہید ہو جاؤں، پھر غازی بن کر نکلوں تو شہید ہو جاؤں!

آیات قرآنیہ اور حدیث نبوی پر غور کرنے اور تقابلی مطالعہ کے بعد ڈاکٹر امین مندرجہ ذیل نتائج پر پہنچے ہیں،

۱۔ مندرجہ بالا آیات جہاد میں سے ہر ایک کے شروع میں ایسے ارشادات

آئے ہیں جو ایمان پر دلالت کرتے ہیں تو گویا جہاد کا ایمان کے ساتھ گہرا ربط ہے، مجاہد مومن اور مومن مجاہد ہے، یا گویا ایمان اور جہاد دونوں برابر برابر ہیں۔ ہر ایک آیت میں انڈین آئینہ آئینہ کے بعد جہاد کا ہے المؤمنون کے ساتھ المجاہدین آیا ہے۔

حدیث نبوی بھی قرآن کریم کے قبیح میں جہاد کو ایمان کے ساتھ جوڑتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایمان کو مطلق چھوڑا ہے اور اس کے متعلق یہ بیان نہیں کیا، اس اطلاق سے فائدہ یہ ہے کہ قاری خود بخود سمجھ لیتا ہے کہ اس ایمان میں اللہ اس کے رسول، وحی، عقیدہ اسلام اور ہر اس بات پر ایمان شامل ہے۔ جو مومن کے دل میں حرارت ایمانی پیدا کر سکتی ہے۔ جبکہ حدیث میں "ایمان بآلہ" کہہ کر ایمان کو صرف اللہ کی ذات تک محدود کر دیا گیا اور آیت کی طرح اس کا اثر وسیع نہیں رکھا گیا۔

۲۔ جہاد آیات میں جہاد بالنفس کے ساتھ جہاد بالمال کا ذکر ہے جہان کے ساتھ جہاد کرنے والے مومن کا اجر مال کے ذریعے جہاد کرنے والے کے برابر ہے، جان اور مال کو ہمہ پلہ تصور کیا گیا ہے، اس برابر کو انسانی طبیعت قابل تاہید بھی تصور کرتی ہے۔ اسی طرح انسانی قصورات، نفسیات اور فحاشی زندگی بھی اس کی تائید کرتے ہیں، تمام آیات میں جہاد بالنفس کے ساتھ جہاد بالمال کا بھی ذکر ہے۔

مگر حدیث نبوی میں جہاد بالنفس کو جہاد بالمال سے نہیں جوڑا گیا بلکہ اس موضوع کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ شاید دیگر احادیث میں جہاد بالمال کا ذکر ہوگا لیکن یہ ال تو بالکل نہیں ہے اس طرح آیات قرآن سے جہاد کا جو مفہوم سامنے آتا ہے وہ حدیث کے مفہوم جہاد سے وسیع تر ہے اور زیادہ گہرا و گہرا کرتا ہے۔

۳۔ آیات قرآنیہ میں مجاہد بالنفس والمال کا اجر بڑا ہے جبکہ حدیث میں مذکور مجاہد کا اجر کم ہے۔ آیات میں مجاہد کے لئے کہیں اللہ کی رحمت ہے، کہیں اجر عظیم کا ذکر ہے، کہیں مغفرت اور رزق کریم ہے، کہیں خیرات اور فلاح کا

ذکر ہے کہ میں عذاب الیم سے نجات دلانے والی تجارت کہا گیا ہے اور کہیں خیر کا نام دیا گیا ہے !

پس اللہ کی رحمت، اجر عظیم، ایمان بالحق، مغفرت، رزق کریم، خیرات، فلاح، صدیقین کا لقب ملنا، نفع بخش تجارت اور خیر چارہ کا کچھ اجراء و رعایت ہے۔ اوصاف عام اور مطلق ہیں، ان کا عام اور مطلق ہونا مستحکم ہے ایک ایسا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ ان کی وسیع اہمیت تفسیر کرے مثلاً مفسر اللہ کی رحمت، اجر عظیم اور خیر کی تفسیر میں وسیع ترین روش اختیار کر سکتا ہے۔ جو دخول جنت، حصول ثواب یا غنیمت سے بڑھ کر ہوگا جس کا کہ حدیث میں ذکر ہے۔

آیات میں بھی عطا کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی عطا کا ذکر ہے، اگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک بادشاہ یا شہنشاہ کی جانب سے ہے جب کہ دوسری عطا اللہ کی مخلوق میں سے ایک فرد کی طرف سے ہے جو اپنی رسالت کی حدود میں رہ کر دے سکتا ہے۔

تو کیا دخول جنت اللہ کی رحمت، اجر عظیم، اللہ کی مغفرت، اس کے رزق اور اس کی خیر کے برابر ہو سکتا ہے !!

اللہ کی رحمت تو جنت دنیا و جنت آخرت دونوں کو شامل ہے، اللہ کی طرف سے اجر عظیم تو انسان کے مقام کو جیتے، مرتے یا قیامت کے دن بلند کر سکتا ہے مگر دخول جنت اگرچہ ہر مومن کی امید ہے مگر یہ اللہ کی رحمت، اس کے اجر عظیم، اور اس کے رزق کریم کا ایک حصہ ہے۔

ہم آج تک کھوتی جو آیات قرآنی میں دواں ہے وہ بھی حدیث کے حسن صورت سے بنیاد پر مختلف ہے۔

ایک تحلیل کو مختلف اجزاء میں تقسیم کر دینا، نظروں کے درمیان توازن ترک کیا کی نازک و سہل سی روائی، ایسے خواص پر اختتام جو موسیقیت پیدا کرتے ہیں جس خیال و تصور کی بات ہو رہی ہے اس کے ساتھ عصری ارتباط، عناصر کی

عم آجکی مفعول یا متعلقات فعل کا حذف کرنا نکرہ کی جگہ نکرہ، معرفہ کی جگہ معرفہ، بر محل تقدیم، موزوں اور خوبصورت تاخیر، لفظی اور معنوی زمینت ان آیات قرآنی کے چند نمایاں پہلو ہیں !

یہی حدیث، تو اگرچہ اس میں اظہار معنی کا حسن و جمال موجود ہے، مگر وہ قرآن کریم کے فن تعبیر و اظہار کی بعض باتوں تک رسائی نہیں پاسکتی ہے ! اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآلِ سُبُلِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ يُرْجَوْنَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

کے درمیان اور اس ارشاد نبوی کے درمیان کر۔

تَقْصِيصُ اللَّهِ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَوْ خِصَّ بِهِ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِ
وَالْيَايُنَاقِي وَلَقَدْ يَنْقُوسِي فَهُوَ ضَا مِنْ مِّنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ
أَرَارَ جِهَادًا إِلَىٰ مَنْزِلِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ تَائِلًا مَا نَالَ مِنْ

اجرا و غنیمت "بہت بڑا فرق ہے !

جو موسیقیت آیات سے برسر رہی ہے، انما کی روائی و ترتیب حدیث کی موسیقیت کی طرح نہیں ہے اور نہ آیات کی ضمیریں حدیث کی ضمیریں کی طرح ہیں، "اہم حدیث نبوی میں بھی ایک موسیقیت موجود ہے مثلاً

لَوْ شَاءَ لَوْنُ دَمٍ، وَرَحِيحُ رِيحٍ مَسْكٌ" اور "لَوْ دَا أُنْ
أَعَزُّو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتِلَ شَمُّ أَعَزُّو فَأُقْتِلَ، ثُمَّ أَعَزُّو
فَأُقْتِلَ، مَگر یہی نفی کی اس کے ہم پل نہیں ہے جو ان الفاظ آیات
میں ہے : إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآلِ سُبُلِ اللَّهِ
رَافِعِي سُبُلِ اللَّهِ، وَلَقَدْ يَنْقُوسِي رَحْمَةَ اللَّهِ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اس لئے کہ حدیث کی موسیقیت تو دو چھوٹے چھوٹے جملوں سے پیدا ہوئی ہے، یا کرہ کو نکرہ کی طرف مضام کرنے سے یا عبارت کے آخر میں انہی الفاظ

کی تکرار سے مکرر آیت کی موسیقیت متعدد سونوؤں سے پھوٹ رہی ہے: الذین آمنوا - هاجدوا - جاهدوا - سبیل - اولئک - یرجون - غفور رحیم
اس کے علاوہ یہ موسیقیت فحارج حروف کی سہولت اور بعد سے، تنوین، تشدید، توازن اور بعض الفاظ کے تکرار سے بھی پیدا ہو رہی ہے
اور سب سے آخر میں ذکرِ امین کا اختتامی پیرا گراف اور اس کا ترجمہ بھی پڑھ لیجئے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الذِّكْرُ يُقُولُونَ إِنْ مُحَمَّدٌ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَ الْقُرْآنَ وَصَاحَهُ لَيْسَ بِصَغِيرٍ فَقَدْ وُضِعَ لَهَا مِثَالُونَ مِنْ الذِّكْرِ وَالَّذِي فَهِمَ الْأَسْلَيبَ وَتَمَيَّزَ الْفُرُوقَ بَيْنَهَا . وَإِنْ الْقُرْآنَ الَّذِي يَرُدُّونَهُ إِلَى اسْلُوبِ هُوَ الرَّجُلُ وَالَّذِي يَقْتَصِدُونَ بِهِ أَنَّ اسْلُوبَ الرَّجُلِ يَتَغَيَّرُ مَعَهُمَا اخْتَلَفَ الْمَوْضُوعُ الَّذِي يَتَوَدَّدُ فِيهِ ، كَمَا اخْتَلَفَ بَصَائِطُ الْأَصَابِعِ فِي مُخْتَلَفِ أَذْوَاعِ الْإِنْسَانِ ، يَقُولُونَ ذَلِكَ الْقَوْلُ ، وَيُؤْمِنُونَ بِهِ كَقَوْلِهِمْ يَا مُكَرَّمُ عَلَيْنَا حِينَ يَلْمِزُونَ الْفُرُوقَ الْجَوْهَرِيَّةَ الْأَصْبِلَةَ بَيْنَ اسْلُوبِ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ ، وَبِرَكْبُونِ رُؤُسِهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا فِي الرِّمَالِ وَلَيْسَ لَهُمْ هَذَا إِلَّا خُطَاؤُ الْحَقِيقَةِ وَالطَّعْنُ فِي الْإِسْلَامِ لِمَجْدِ الطَّعْنِ وَالْحَدَمَةِ حَقِيقَةً وَالْحَدَمَةِ حَقٌّ ، هَذَا إِذَا وَقَفُوا عَلَى الْقُرْآنِ أَمَا إِذَا عَجَزُوا فَلَا تَكُنْ هِيَ الْمَصِيبَةُ لَكُمْ يَقُولُونَ عَنْ جَهْلٍ وَجَهْلٍ وَعَمَى بِصِيرَةٍ !

تو اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے قرآن تیار کیا اور اسے ڈھالا، وہ نہ صرف کافر ہیں بلکہ فحی زوقی مختلف اسالیب کو سمجھنے اور ان میں امتیاز کرنے کی صلاحیت

سے بھی عاری ہیں، ایک قول جسے وہ تکرار و دہرائے رہتے ہیں کہ اسلوب ہی آدمی کا ہے اور جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ گفتگو کا موضوع خواہ کتنا بھی مختلف ہو جائے آدمی کا اسلوب نہیں بدلتا۔ جس طرح کہ انسان کی عمر کے مختلف ادوار میں اس کی انگلیوں کے نشانات نہیں بدلتے وہ یہ بات کہتے تو ہیں۔ اور نظر باقی طور پر اسے مانتے بھی ہیں مگر جب انہیں اسلوبِ قرآن و حدیث میں حقیقی بنیادی فرق نظر آتے ہیں تو اس سے عملاً انکار کر دیتے ہیں۔ جدھر منہ آئے حل نکلتے ہیں پھر اپنے سروں کو ریت میں ڈھاپ دیتے ہیں حالانکہ ان کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں اور طعن برائے طعن کے مطابق اسلام پر طعن زنی کرنا چاہتے ہیں، نہ تو وہ حقیقت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور نہ حق کو واضح اور روشن دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اس وقت ہے جب وہ فرق سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر وہ عاجز رہتے تب تو ایسا مصیبت ہے کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں جہالت، غماؤ، حسد اور بصیرت کے ادھے پن سے کہتے ہیں !!

استاذ احمد حسن زیات مرحوم نے خوبصورت اختصار و جامعیت کے انداز میں فصاحت نبوی اور احادیث نبویہ کے امتیازی خصائص و محاسن کی وضاحت کی ہے حدیث نبوی کے اسلوب اور معیار بلاغت کے متعلق لکھتے ہیں۔

ولیکن احادیث الرسول، وإن كانت فیض الخاطر وعفو البدیہة، یبدو علیہا اثر الزہام وسممة العبقریة وطابع البدیة ولاسلوبها أقرب إلى عصر النبوة منه إلى أسلوب القرآن :-

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، اگرچہ فیضانِ قلب اور

بسیاختہ ہدایت گوئی کا نتیجہ ہیں۔ اپنے اندر الہام کا اثر بخیریت
 کی نشانی اور بلاغت کا رنگ لے رہے ہیں۔ آپ کی ان احادیث
 کا اسلوب بیان قرآن کریم کے بجائے عہد نبوت کے عربی اسلوب
 بیان کے زیادہ قریب ہے۔

اصح العربی علی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے اسلوب بیان اور تشبیہ
 و تمثیل پر قدرت کا ملکہ کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

و رسول قد راف عجیبة علی التشبیہ والتمثیل وارسالی
 الحکمة و اجادة الخوار و ثلاث مینة الرسل من قبل
 و لیسما المسیحیة

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشبیہ و تمثیل کے استعمال میں بیاختہ
 کلمات حکمت اور عمدہ انداز گفتگو پر عجیب و غریب قدرت حاصل
 ہے، اور یہاں بیا کر ہم خصوصاً مسیح کی امتیازی خصوصیت ہے۔
 فصاحت نبوی کے عناصر ترکیب اور محاسن کمالی پر گفتگو کرتے ہوئے
 بتاتے ہیں کہ۔

قلوب رسول الله صلى الله عليه وسلم في أهل القبائل منطلقاً و
 أعذبها بياناً فوجد في بني عامر و نشأ في قريش و استوطن في بني
 سعد فكان أخص العوب لساناً باللفظ و قد حدثت بذلك
 عن نفسه فلم يزل حديثه و لم يذق قوله و فصاحته
 الرسول صلى الله عليه وسلم أشبه بالولها من الغنى فسلم
 يقانها و لم يتكلم بها و لم يوتض لها و إنما استلها
 الاظفار و محنت له المعاني فلم يند في لسانه لفظ و لم يضطرب
 في أسلوبه عبارة و لم يعزب عن علمه لغة و لم يترك
 عن خاطره فكرة و كان كلامه كما قال الجاحظ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بورد و باش ایسے قبائل میں تھی جو بجا
 ترین زبان والے اور شیریں ترین بیان والے تھے چنانچہ آپ ہونیکا
 میں پیدا ہوئے، قریش میں بڑے ہوئے اور نبو سعد میں پرورش
 پائی اس لئے آپ فطرتاً الفصح العرب تھے۔ آپ نے خود بھی اس بات
 کا ذکر فرمایا جو میں کوئی گھوٹ نہیں اور آپ کی اس بات پر کوئی اعتراض
 نہ ہو سکا۔ آپ کی فصاحت الہام و فیضان کے مشابہ معلوم ہوتی ہے
 جس میں آپ نے مشقت یا تکلف سے کبھی کام نہیں لیا نہ کبھی کس
 کے لئے آپ نے ریاض کیا تھا، بلکہ الفاظ آپ کے سامنے فرش راہ
 تھے اور معانی آپ کے حضور میں سزگول تھے، آپ کی زبان سے
 نہ تو کبھی کوئی ناگوار لفظ داسوا اور نہ آپ کے اسلوب بیان میں کبھی
 ناہمواری نظر آتی، عرب کا کوئی لہجہ آپ کے علم سے اوجھل نہ تھا اور
 نہ کوئی فکر و خیال آپ کے ذہن سے دور ہو سکا۔ آپ کا کلام
 تو بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ جاحظ نے اس کی تصویر کشی کی ہے
 استاذ محمود مسطی فصاحت نبوی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے
 ہوئے لکھتے ہیں۔

ولقد تجنب النبي صلى الله عليه وسلم في قوله ذلك السجع الذي
 كان يلزمه الكهان ليمكروا به النفوس ويستهووا الوهاب ذأري
 عليهم وحذر من انفعالهم فقال: إياكم وسجع الكهان فجاءوا
 عليهم الصلوة والسلام فلقى اللفظ واضح الأسلوب حسن الإيجاز
 حسن الارتفاع خالي من السجع المستحكة مشتملاً على المعاني
 السامية فهو جدير أن يجمع الفضل من أنكاره لذات كان
 أنكره كل ما عرفناه الناس بعد القرآن
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام میں اس سجع سے اجتناب

فرمانے تھے جس کا التزام کا سن کیا کرتے تھے تاکہ لوگوں پر غائب سکیں
اور عقول کو اپنی طرف مائل کر سکیں، چنانچہ آپ نے ان کی تحقیر کی اور
ان کے افعال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا، کاہنوں کی بیعت سے اجتناب
کرو! اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پاکیزہ الفاظ، واضح اسلوب
نعمت بصیرت، اعتقاد اور حسین اظہار کا حامل تھا جو نابینا پرندیں سمجھ سے
خالی تھا اور بلند معانی پر مشتمل تھا، آپ کے ارشادات اس لائق ہیں کہ
ان کے افکار سے فہم و کمال کا انساب کیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ
آپ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھا،
استاذ محمود دیکھتے ہیں کہ جب آپ کو اعلان نبوت کا حکم ہوا تو کوہ صفا
پر چڑھ کر سب سے پہلے خطبہ یوں ارشاد فرمایا تھا۔

أرأيتم لو أخبرتكم أن خيل بالوادي تريد أن تغير
عليكم أأنتم مصدقوني!! قالوا: نعم! ما جربنا
عليك كذبا! قال: فإني منذ يوم لکھن یکدی عذاب شدید!
کیا اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ وادی میں کچھ شہسوار ہیں جو غارت گردی
کے لئے تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے!
لوگوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں ہم نے جھوٹ بولتے تو آپ کو کبھی
دیکھا ہی نہیں! تو آپ نے فرمایا: میں شدید عذاب سے تمہیں ڈراتا
کے لئے یہ بھی کیا ہوں!!

ڈاکٹر مشرقی شریف نے عربی زبان پر فصاحت و بلاغت نبوی کے وسیع
اثرات کا جائزہ دیتے ہوئے بتایا کہ عربی زبان میں مقدّم الفاظ ایسے ہیں جن کا رواج
راستعمال ارشادات نبوی کا مروجہ سنت ہے مثلاً قمری سال کے پہلے مہینے کو
صفر اول کہا جاتا تھا اگر آپ نے اسے محرم کا نام دیا، ہنسی لینی کیسے گری کو یا بل
کہا، فاحشہ عورت کے لئے الذمار کا، یعنی بگڑا ہوا عصمت فروشی کا اعلان کرنے

والی اور سرخ گار سے والی عمارت کے لئے "مہدوزہ" کا لفظ صرف آپ ہی
لے استعمال کیا تھا، وہ فصاحت نبوی کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

علیٰ ہدی القرآن الکریم کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
یخّص فی العرب لیخرجہم من ظلمات الوثنیۃ إلی نور
الہدایۃ السباویۃ وقد أوتی من اللسان والفصاحة
ما ملک بہ أروۃ القلوب وكأنہا كانت المعانی و
ارثالیب موقوفۃ لثغوصہا بین یدیه لیختار منہا ما
تہتزلزلہ الاُسماع وتضعی لہ الاُفئدۃ!

قرآن کریم کی ہدایت و رہنمائی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عربوں کے سامنے خطبات ارشاد فرمایا کرتے تھے تاکہ انہیں بت
پیش کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت سماویہ کی روشنی کی طرف لے آئیں
آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی لسانیت و بلاغت عطا کی تھی جس کے
طیفیل آپ دلوں کی باگ ڈور کے مالک بن گئے تھے اور یوں لگتا تھا
کہ معانی و اسالیب آپ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے منتظر
کھڑے ہوں تاکہ ان میں سے آپ ایسا اسلوب و معنی منتخب کر لیں
جس سے لوگوں کی توت سامعہ کو مسرت و مبساط حاصل ہو اور ان کے
دل بہترین گوشش ہو جائیں!

مصر کے ممتاز عالم دین و ادب استاذ سباعی بیومی قرآن کریم اور ارشادات
نبوی کے عربی زبان و ادب پر گہرے اور وسیع اثرات کی طرف توجہ مبذول کرتے
ہوئے کہتے ہیں۔

ولقد أخذ القرآن الکریم والحديث الشریف الرخاطۃ فی
هذا العصر بالباعون القوی والمدد القیاض فقلدهم الخطباء
ایما تقلید و اقتبسوا منہما الالفاظ والاسالیب وافقوہما فی

المعاني والاعتراضات وتاثيرها في سوق الردالة والبراهين
وكثيرا لا يشهد بها كما كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يستشهد بالقرآن

اس عہد زمانہ نبوت میں قرآن کریم اور ارشادات نبوی نے فی
خطبات کے لئے ایک پر زور سازوسامان اور فیاض انداز و ہیا
گزوی تھی چنانچہ خطبات نے ان کی بہت ہی پیروی کی، ان سے
الفاظ و اسالیب حاصل کئے معانی و مقاصد میں ان کے
مطابق چلتے رہے، دلائل و براہین دینے میں ان سے متاثر ہوئے
اور اپنے خطبات میں ان سے کثرت استشہاد کرتے تھے جس طرح
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات میں قرآن مجید سے شواہد
لاتے تھے

علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی جدید عربی ادب میں قدامت پسند اور راسخ
الوقیفہ مصری ادب اور علم کے سخیل تھے، جدت پسندوں کے قائد و اگر ملہ
حسین کے ساتھ ان کے بے شمار علمی معرکے برپا ہوتے رہے۔ تعلیم اسالیب نگارش کے
ذرائع میں رافعی نے بڑے زوردار دلائل و کیے، ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ
"عجاز القرآن" ہے موضوع تو بلاغت و اعجاز قرآن ہے مگر اس کتاب کی ایک
فصل بلاغت نبوی کے لئے مختص ہے جس میں انہوں نے الفصح العربی صلی اللہ علیہ
وسلم کے اسالیب بلاغت کے تمام پہلوؤں سے مفصل بحث کی ہے، وہ کلام نبوی
کے خباہل و کمال کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

الفاظ النبوة يعدها قلب متصل بجوارل خالقہ و يصقلها
لسان نزل عليه القرآن بختلافه فهم ان لم تكن من سوجي
ولا كنها اجاءت من سبيله وان لم يكن لها امثله دليل
فقد كانت هي من دلهة بحكمة الفصول حتى ليس فيها

عورة مفصلة المحذوفة الفصول حتى ليس فيها كلمة
مفصلة وكما ناهي في اختصارها ولفظا دلتها نبض قلب
يرتكلم واثباتا هي في سبورها واجادتها صظهر من خواص
صلى الله عليه وسلم ان خرجت في الموعظة قلت آمين
من شواهد مقروحة، ان راعت بالحكمة قلت صورقة
بشرية من السورح، في مفرع ميلين فينفر بالد موع
رشته فينفر بالد ماعروا اذا اراك القرآن انه خطاب
السماء للارض اراك هذا انه صلا ماعروا بعد السورة
الفاظ نبوت ایسے ہیں کہ انہیں ایک ایسے دل نے تعمیر کیا ہے جو
اپنے خالق کے جلال سے گھاؤ رکھتا ہے، ان الفاظ کو ایک ایسی
زبان نے صقل کیا ہے جس پر قرآن کریم اپنے حقائق سمیت نازل
ہوا تھا۔ یہ الفاظ اگرچہ وحی نہیں لیکن یہ آئے وحی کے راستے سے ہیں
انہیں اگرچہ وحی کی رہنمائی حاصل نہیں رہی مگر یہ وحی ربانی کی تصدیق ہیں
یہ ایک نختہ انداز کا کلام ہے جس کا کوئی حلقہ بھی ڈھینا نہیں اس میں سے
نالتو بالوں کو حذف کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ اب اس میں کوئی لفظ بھی نالتو
نہیں، یہ کلام اپنے اختصار و انداز بیت کے لحاظ سے یوں لگتا ہے
کہ جیسے کسی دل کی نبض ہے جو یوں رہی ہے۔ بلندی اور عمدگی میں
یہ کلام خواطر نبوت کا مظہر ہے، اگر یہ الفاظ و عطف کے لئے اشتغال
ہو رہے ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے کسی زخمی جگر کی آہیں ہوں،
اگر ان میں پنہاں حکمت کا لحاظ ہو تو یوں لگتا
ہے جیسے روح بشریت کی تصویر ہے۔ ان کا ترجمان ایسا ہے جو

آئندوں کو روانی عطا کرتا ہے اور اگر شدت اختیار کرے تو خون
ٹپک پڑتا ہے، قرآن کریم اگر آپ کو یہ دکھاتا ہے کہ وہ زمین کے
نام آسمان کا خطاب ہے تو کلام نبوت سے آپ کو پتہ چلے گا کہ کلام
زمین ہے جس کا مرتبہ کلام آسمانی کے بعد آتا ہے!

الرافعی کے لئے وہ ایک فصاحت نبوی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کلف
اور تصنع نام کو بھی نہیں بلکہ فطرت کا عطیہ اور فیض ربانی معلوم ہوتا ہے۔

یہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان فصیح العربی
أشبه لا یكلف القول ولا یقصد إلى نزیہہ ولا یسعی
إلیہ وسیلة من وسائل الصنعة ولا یجوز بہ مقدار
الابلاغ فی المعنی الذی یریدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فصیح العرب تھے علاوہ ازیں آپ کے
کلام میں نہ تو کلف تھا، نہ آپ اسے سجانے کا قصد فرماتے اور نہ
تصنع کے وسائل میں سے کسی وسیلے کے متلاشی ہوتے۔ بلکہ مطابقت
معنی اور کرنے کی مقدار سے آپ کا کلام تجاوز نہیں کرتا تھا۔

کلام نبوت کے الفاظ و معانی کے توازن اور جامعیت کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان الکلام الذی یجوز بہ فی الذم الاقل
إلی الإطالة بل هو کالتشال یا فی مقداری مادته ومادیه
والسبب للجمع بینہما ولبط الصورة بالمعنی۔

کلام نبوی جامع دونوں ہے جو اکثر بیشتر طوالت کا رنگ اختیار نہیں
کرتا بلکہ وہ توازن و تشال کی مانند ہے جس میں موضوع اور معنی کی ایک
مقدار محفوظ رہتی ہے اور موضوع و معنی کے علاوہ لفظ و معنی کے باہمی
رابط کی ضرورت بھی ملحوظ رہتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پختہ انداز گفتگو کے سلسلے میں علامہ مصطفیٰ صادق
الرافعی لکھتے ہیں۔

أشبه صلی اللہ علیہ وسلم کان ضلیع الفم یشتیح الكلام و یجتنہ
بأشداته وعلمت من معنی ذلك أنه کان یستعمل
جلیع فیہ إذا تكلم لا یقتصر علی تحذیر الشفتین فحسبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوی و بین واقع ہوئے تھے کلام کا آغاز اور انجام
اس قدر واضح انداز میں ہوتا تھا کہ مخاطب کو معنی اچھی طرح معلوم ہو جاتے تھے
آپ جب گفتگو کرتے تو محض مونوں کی تحریک کے بجائے واضح طور پر منہ
کھولتے تھے۔

مگر آپ تکلف کے ساتھ باچھیں کھولنے کو معیوب قرار دیتے تھے اس لئے
آپ کے انداز کلام میں تصنع اور تکلف نام کو بھی نہیں ہوتا تھا، تاہم تمام اوصاف
بلاغت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھے، راہی کہتے ہیں۔

ولیس احکام الاداء وروعة الفصاحة وعذوبة المنطق
وسادسة النظم والصفات كانت فیہ صلی اللہ علیہ وسلم
عذرا أسبابها الطبيعية، لیس تکلف لہا عذر ولا تواضع
من أجلہا ریاضة بل خلق مستصفاً اوداة فیہا ونشأ
موقفاً لأسباب علیہا۔

پختہ انداز اداء، شان فصاحت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور سلاست اسلوب کی کوئی
ایسی صفت نہ ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہو۔ یہ سب اوصاف
آپ کو فطرت نے عطا کئے تھے نہ تو ان کے لئے آپ نے محنت و مشقت اٹھائی
اور نہ ان کی خاطر ریاضت کی تھی بلکہ آپ تو ان اوصاف میں فطرۃ کامل پیدا ہوئے
تھے اور قدرت نے آپ کو ان اوصاف کے لئے اسباب و وسائل پیش کر دیے تھے۔
مصطفیٰ صادق الرافعی نے امام الادب العربی ابو عمر الجاحظ کے اس

نقطہ نظر کی پرزور تائید کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت
سانی نے عربی زبان پر زبردست اثر ڈالا ہے، وضع اور اشتقاق الفاظ، ایجاد
اور بدیع اسلوب بیان میں آپ کا ثانی یا نظیر پیدا نہ ہو سکا۔ آپ کی زبان معجز
بیان سے ایسی ترکیب اور محاورات آواہوت جو نہ تو عربوں نے پہلے کبھی سنے
تھے اور نہ وہ ان سے آشنا تھے۔ لسان نبوت کے یہ محاورات و تراکیب
بعد میں ضرب المثل کا درجہ حاصل کر گئیں مثلاً مَا تَخْتَفُ أَنْفُ رُوحِ ابْنِ نَازِكٍ
موت مر یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا کے محاورے کے بارے میں حضرت علی
کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے پہلے کبھی کسی سے نہیں سنا تھا، بَعُثْتُ
فِي نَفْسِ السَّاعَةِ (میں قیامت کے سانس میں بھوث ہوا ہوں یعنی قیامت سانس
سے رہی ہے) اور بھوث ہوا ہوں، تہ بند زمین پر گھٹیتے ہوتے چلنے کے لئے الخیال
کا غلط سب سے پہلے آپ ہی نے استعمال کیا۔ رِيَاكُ وَالْمَخِيكَةُ (مکسرے بچ، عورتوں
کو شیٹے سے تشبیہ بھی سب سے پہلے آپ نے دی اور فرمایا، مَرَّ يَدَاكَ رِفْقًا بِالْعَوَا
ر (خیر و نیشوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو)، یوم بدر کو قصیدہ کن دن قرار
دیتے ہوئے یہ محاورہ بھی سب سے پہلے آپ ہی نے استعمال فرمایا تھا، هَذَا
يَوْمٌ كُنَّا مَا بَعْدُكَ (یہ ایسا دن ہے جو بعد میں آنے والے دنوں کے لئے قصیدہ
گن ہو گا)، صلح حدیبیہ کو آپ نے ایک ایسی صلح قرار دیا جس کی بنیاد بد مزگی اور
کدورت سے اور یہ محاورہ استعمال کیا جو بعد میں ضرب المثل بن گیا کہ هَذَا نَفْسُ
تَكْبَرٍ (یہ وہ صلح ہے جو خود کو میں سے آلودہ کرنے پر قائم ہوتی ہے) اُنْكَرُ اَرْضِي
یَسْتَأْتِيهَا (سر سرزمین کی اپنی مخصوص نشانیاں ہوتی ہیں) کا مجاورہ بھی سب سے
پہلے آپ ہی نے بولا تھا جو بعد میں ضرب المثل بن گیا۔

قرآن کریم جو اللہ کا کلام ہے کلام نبوی سے نمایاں طور پر مختلف ہے، دلیل
ہے اس بات کی کہ قرآن مجید واقعی کلام اللہ ہے ورنہ خطبات و ارشادات نبوت میں
اور کلمات ربانی میں اتنا زبردست فرق نہ ہوتا، علامہ باقلا فی کابیان اور اس کی

توجہات آپ نے بلا حطہ فرمائی ہیں۔ الرافعی نے بھی اس پہلو پر اہم خیال
کیا ہے۔

علی ان اعجب شیئ انک اذا قرنت حکمة من ثلاث البلاغة
الی مثلها صافی القرآن رأیت الفرق بینہما فی غاہرہما کما لفرق
بین المعجز و غیر المعجز سواع؛ و رأیت کلامہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی ثلاث الحال خاصة مما یطبع فی مسئلہ و
احسنت ان بین نفسك و بینہ صلیۃ تطوع لك القدرة
علیہ و تمذ لك أسباب المطمعة فیہ، بخلاف القرآن
فانك تستعیش من جملة و لا تری لنفسك إلیہ طریقاً
البتة اذ لا تحس منه نفساً إنسانية ولا انشا من آثار هذه
النفس ولا حاله من حاله تباحثی تأنس إلی ذلك علی التوفيق
ثم تنوهم الطبع و المعاصرة من هذه الأنسة فتمضی عزیمت
و تقطع برأیک و تبیت القول فیہ کما یکون لك فی قراءتہ
الکلام انسانی فان جیہ هذا الکلام لا یؤدی منها ج و
لجملة طریق وحد و البلاغة التي تفصل بعضہ عن بعض کما
مما یوقف علیہ بالحسن والعیان، ولقد افرق ما بین بعضہا
و لی بعض مہمایل من تفارقاتها واختلافها فی السبک و
والصنعة والغریبة، بید ان ذلك مما لا یستطاع فی القرآن
و لا وجہ إلیہ بحال من الاحوال فبما هو ان تقرأ الآية
منہ حتی تراها قد خرجت من حد المألوف و انسلت منه
و ذاتت سمت ما قدرت لها من مطیع و مقطع فبہا وجہ
و تعجد سبیل إلی حدھا و بہا استطعت و تستطيع ان تقر
بما کلام ما تعرف حدھا فی البلاغة ان لم یکن بالصنعة بالحسن

تاہم عجیب ترین بات یہ ہے کہ آپ اس بلاغت نبوی کے کسی لفظ کا موازنہ
جب اسی نوعیت کے قرآنی لفظ سے کریں تو آپ کو ایسا فرق نظر آئے گا
جو معجزہ والے کلام کے درمیان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا نظر آئے گا جس کے مقابلے کی خواہش
کی جاسکتی ہے، آپ محسوس کریں گے آپ کے درمیان اور اس کلام کے
درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو آپ کو اس کلام پر قادر ہونے کی ترغیب
دلاتا ہے اور اس بات کی آپ کے دل میں خواہش بھی پیدا ہونے لگتی
ہے لیکن قرآن کریم کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس کے
خارجے میں آپ سراسر بالوس ہوں گے اور اس تک رسائی کا آپ
کو ہرگز راستہ نظر نہ آ سکے گا کیونکہ اس میں آپ کو کسی نفس انسانی کا
احساس نہیں ہو جائے گا اور نہ اس کے آثار ہی دکھائی دیں گے
نہ کوئی ایسی حالت نظر آئے گی کہ آپ میں ایک گونہ مانوسیت کا لگن
ہونے لگے پھر اس مانوسیت کے طفیل آپ میں خواہش یا مقابلہ کا لگن
پیدا ہونے لگے، پھر آپ اپنے عزم کو پورا کرنے لگیں قطعی راستے
قائم کریں یا فیصلہ کن بات کر سکیں جس طرح کہ انسانی کلام کے مطالعہ
کے دوران ہوا کرتا ہے کیونکہ بلاغت نبوی کا تمام کلام ایک انسانی
اسلوب کا رنگ لئے ہوئے ہے اس کے محسوس کا ایک اسلوب
ہے اور بلاغت کی حدود میں جو اس سے بعض حصوں کو بعض سے
الگ کرتی ہیں یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کی واقفیت حسن اور مشاہدہ
سے ممکن ہے، یہ کلام اپنے اسلوب صنعت اور غراہت کے اعتبار
و تفاوت میں کسی حد تک بھی پہنچ جائے اس کے مختلف حصوں کے درمیان
تفریق و امتیاز ممکن ہے تاہم قرآن کریم کے سلسلے میں یہ ممکن نہیں ہوگا
اور کسی حالت میں بھی اس کی صورت پیدا نہیں ہو سکے گی آپ جو نبی

ایک قرآنی آیت کا مطالعہ کریں گے آپ کو نظر آجائے گا کہ اس کا اسلوب
جلانے پہچاننے اسلوب کی حد سے نکل گیا ہے، اور مطلع و مقطع کا جو
انداز آپ نے متعین کیا تھا وہ مقفود ہو چکا ہے آپ خواہ کتنی ہی جستجو
کر لیں آپ اسے پا نہ سکیں گے آپ کتنی ہی کوشش کر لیں آپ اس
آیت کے ساتھ کسی کلام کا موازنہ نہیں کر سکیں گے جس کی تعریف آپ
معلوم ہے اگر صنعت کے ذریعے نہیں تو احساس کے ذریعے ہی ہی!
بغرض حال آپ افسوس عرب ہوتے ہوئے بھی اگر صنعت یا تکلف سے قرآنی امیہ
والی بلاغت کے الفاظ و تراکیب استعمال کریں تب بھی کتاب اللہ کی حدود کو نہ
پہنچ سکیں اور بغرض محال آپ ان حدود تک پہنچ بھی جائیں پھر بھی کتاب اللہ کے
معجزانہ اسلوب کی طرح کلام نبوی میں معجزانہ انداز نہ پیدا ہو سکے گا!
ارضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت کے پانچ امتیازی خصائص
بیان کرتے ہیں۔ ایک تزییر کہ کتاب اللہ کے بعد عربی فصاحت و بلاغت کی تاریخ
میں کوئی ایسا خطیب نہیں ہوا جو آپ کی فصاحت و بلاغت کا ہم پلہ ہو سکے یعنی قرآنی
بلاغت کے بعد بلاغت نبوی کا ایک اعلیٰ و منفرد مقام ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے
کہ کلام نبوت میں ایسی ترکیبیں جو قلت لفظ کے ساتھ ساتھ کثرت معنی کا رنگ
لئے ہوئے ہیں گویا گورے میں دریا مندر ہے، چند لفظ میں جن میں خطابت کے
وسیع سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں، تیسری خصوصیت کو بلاغت کی اصطلاح
میں خلوص سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی کسی قسم کا اہام غموض یا مبالغہ باقی نہیں رہتا لفظ
و معنی میں ایسی ہفتگی اور فصاحت ہے کہ سامع کو کوئی مشکل نہیں پیش آتی، چوتھی خصوصیت
یہ ہے قصد و احتلال یعنی لفظ و معنی میں ایجاز و اقتضایا اور ایسا توازن یا پامائتا ہے جسے
اقتضایا لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کلام نبوت کی پانچویں امتیازی خصوصیت ہے
استیفاء یعنی سامع کے دل میں کوئی تشنگی یا طلب مزید کی خواہش باقی نہیں رہتی
لفظ و معنی اس کی تسلی کر دیتے ہیں۔

اس انداز بیان کی ایک مثال وہ جامع و مختصر جواب ہے جو صحیح حدیث کے موقع پر بدین بن ورقاء کے اس قول پر زبان نبوت سے اراحوں خفا کہ قریش آپ کو روکنے اور جنگ کرنے کے لئے کیل کانٹے سے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا۔

ان قریشا قد نهضتہم الحرب فان شاء الله ما اذاهم
مداد ویدعو ابینی وبنی الناس فان اظہر علیہم و اخبوا
ان یدخلوا فیما دخل فیہ الناس و لا وکانوا قد جموا و ان
ابوا فوالذی نفسی بیدہ لا اؤقتلہم علی اثمی هذا حتی
تفرد السقی هذا و لیفذن اللہ امرہ

قریش کو جنگ نے اٹھال کر ڈالا ہے، اس لئے اگر وہ چاہیں تو ہم انہیں کچھ ہلکت دے دیتے ہیں وہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں، اگر میں غائب آگیا تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ دین اسلام میں داخل ہو جائیں اور وہ اس اثنا میں آرام بھی کر چکے ہوں گے، اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس دین کی خاطر ان سے لڑوں گا سنی کہ میری گردن لنگ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کر کے رہے گا!

انواع کلام نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ ارشاد فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امت تک پہنچایا اس پر ایک مجموعی نظر ڈالی جائے تو کلام نبوی میں بے حد تنوع نظر آئے گا، اللہ کے آخری نبی کی حیثیت سے انسانیت کی رہنمائی کے لئے آپ نے مختلف حیثیتوں سے متعدد مواقع پر گفتگو فرمائی۔ آپ نے اپنے عزیز و اقارب سے بھی گفتگو فرمائی، اپنے غلاموں اور موالی سے بھی باہمی برائیوں اپنے پرانے احباب و متعلقین سے تبادلہ خیالات ہوا، دشمنوں اور دشمنوں سے

کلام کیا، اپنے غنی و کیش تلامذہ سے مخاطب ہوئے، مختلف النوع سوالات کے جوابات دیے اور مسائل حل کئے عیدوں اور شہواروں پر امت سے خطاب فرمایا۔ مختلف اجتماعات و مجالس میں لوگوں کی رہنمائی فرمائی، وعظ و نصیحت اور توبہ و بخشش کی مصلوں میں لوگوں کی روحانی تربیت فرمائی، اور متعدد مواقع پر لغزیر و خطبات ارشاد فرمائے کے علاوہ آپ کی طرف سے احکام معاہدات اور مکتوبات بھی جاری ہوئے۔

ان تمام مواقع پر آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے بیشتر ہم تک محفوظ صورت میں پہنچ گیا ہے اور بیشتر اُردو مروج کی کوئی نہ کوئی بات کتب حدیث و سیرت میں بطور مثال مل جاتی ہے انسان جب معمول کی زندگی سے کئی قدم آگے بڑھ کر عظمت کے ذیل پر قدم رکھتا ہے، تو گزشتہ باتیں قصہ پارینی بن جاتی ہیں، گزشتہ صحبت کے لوگ پہنچانے بھی مشکل ہو جاتے ہیں مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ممکن ہی نہ تھا، آپ کے ایک پُرانے شریک کار و بار حضرت سائب بن صہمی تھے ایک مرتبہ وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے عرضی یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول! مجھے آپ پہنچتے ہیں؟ فرمایا: کیف لا اعرف شریکی الذی کان لا یشارینی ولا یمانی؟ میں اپنے اس شریک کار کو کیوں نہ پہچانوں جو نہ تو میرے ساتھ مبارکی کرتا تھا اور نہ میرے ساتھ بے فائدہ جھگڑا کرتا تھا!

کلام نبوت کے تنوع و حفاظت اور ہم تک پہنچنے کے متعلق استاذ عباس محمود العقاد فرماتے ہیں:-

وكمومه المحفوظ ما معاہدات و رسائل صحیبتہ فی حیثہا
ولا ما خطب و ادعیۃ و وصایا و اجوبۃ عن أسئلة کثیرۃ
حینہا و روعیت الذقۃ فی المضامۃ بین روایا نہاجہد
المستطاع:

آپ کا کلام محفوظ جو ہم تک پہنچا ہے، وہ یا تو معاہدے اور مکتوبات

ہیں جو اسی وقت ضبط تحریر میں آگئے تھے اور یا آپ کے خطبات،
وعلمیں، جمعیتیں اور سوالات کے جوابات میں جو بعد میں ضبط تحریر
میں لائے گئے اور حتی الامکان ان کی روایات میں باریکی و صحت کا لحاظ
رکھا گیا ہے۔

بہر حال کلام نبوت طواہ معمول کی زندگی میں لسان نبوت سے ادا ہونے والی
مسائل و شرعی احکام کی تشریح و توضیح فرمائی گئی ہو، بات کو وسیع نشین کرانے
اور سامان عبرت ہتیا کرنے کے لئے تفصیل و تشیلات بیان کی گئی ہوں، کرامین و کتب
ہوں، یا اقوال حکمت و دانش اور جو اسرار و غنایں جو جامع الکلم کے ضمن میں آئے
ہوں، یا آپ کے خطبات و مواظپ ہوں جو مختلف مواقع پر لسان نبوت فصاحت
و بلاغت کے آداب و موافق بن کر ادا ہوئے اور مخاطبین کے تجسس و آرزو مندوں
کی گہرائیوں میں ان کے محفوظ ہو گئے یہ تمام اقسام اہل علم کو دعوت مطالعہ و تحقیق ہیں،
غور و فکر، استفادہ اور انتہا کے لئے بلائی ہیں، ان میں زبان و ادب سے یکسر
علم و حکمت اور شریعت و طریقت سے تعلق رکھنے والے سب ارباب ذوق کی تسکین
کا سامان موجود ہے۔

آئندہ فصول میں آپ کے جوامع الکلم، خطبات و وصایا، مکتوبات و احکام
اور عبادات کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہادی و رہبر کی میرا
کے بارے میں کچھ گھر کر آپ کے ثنا و انوار میں شمولیت کا شرف نصیب ہو، و ما
توفیقی إلا باللہ!



جوامع الکلم

جوامع الکلم

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات گرامی ایسے ہیں جو دنیا والفاظ کے اعتبار سے تو مختصر اور موجز ہیں مگر معانی کے لحاظ سے بہت وسیع اور بے حد جامع ہیں، محدثین اور عربی ادب کی اصطلاح میں اس نوع کے ارشادات نبوی جوامع الکلم کہلاتے ہیں اور یہ اصطلاح آپ کے اپنے ایک ارشاد پر مبنی ہے:

فَصَوَّرْتُ بِالْصَّبَا أَوْ بَيَّتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ لِيُفِيدَ
اللَّهُ (غزوہ خندق میں) میری بادشاہ کے ذریعے مددگار کی

اور مجھے جامع کلمات بھی عطا کئے گئے ہیں :

جاہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جوامع الکلم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وهو (الكلوم) القليل الجامع للكثير

کلام نبوت کے جوامع الکلم سے مراد ایسا کلام ہے جو قلیل الفاظ ہوتے ہوئے بھی کثیر المعانی ہوتا ہے :

گویا یہ ایک جامع کلام ہے جس کی انبیاری خوبی کوڑے میں دریا بند کرنا ہے الفاظ اور حروف کی تعداد تو بہت قلیل و مختصر ہوتی ہے مگر اس میں فکر و معنی کا بحر زخار پنہاں ہوتا ہے، چنانچہ علامہ محمد عظیمہ الابراشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے متعلق اہم خیالی کرتے ہوئے لکھا ہے :

لعل البيان والتبيين ۲۹/۴۸۹ ملہ حوالہ سابق ملہ عظمت الرسول ص ۲۷۷

وَكَلَامُهُ الْجَامِعُ الَّذِي يُجَارِي فِي فَصَاحَتِهِ وَرُفَا
يُجَارِي فِي بِلَافِغَتِهِ، وَالَّذِي هُوَ الْمُهَيَّيَّةُ فِي الْبَيَانِ
وَالْغَايَةِ فِي الْبُرْهَانِ، الْمَشْتَمِلُ عَلَى جَوَامِعِ الْكَلِمِ بِدَلَالَةِ
الْحِكْمَةِ الْمُتَضَامِنِ بِقَلِيلٍ الْمُبَانِي فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَعَانِي :

آپ کا کلام جامع کلام جس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ اور برابری کو ہی نہیں جاسکتی، جو بیان و بلاغت کا آخری درجہ اور بے انتہا بدل بھی ہے، جو جامع کلمات اور انوکھی حکمت پر مشتمل ہوتا ہے، اس کے الفاظ و حروف کی تعداد تو قلیل ہوتی ہے لیکن معانی کی فراوانی ہوتی ہے ۔

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام حجازی نظام کی یہ بھی ایک منفرد خصوصیت بن گئی ہے کہ آپ کے یہ جوامع الکلم ارشادات عربی ادب میں ضرب المثل بن گئے ہیں اور مختلف ادوار کے خطباء اور دانشور اپنے خطبات اور نگارشات کو ان چمکتی کلمات سے مزین کرتے اور ان کے اقتباسات پیش کرتے رہے ہیں، الشفا بقدر حق

مفتوحی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف قاضی عیاض تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ آپ کے ان جوامع الکلم سے لوگوں نے اپنے ذماتر الشاء کو سمجھا لیا اور ان کے الفاظ و معانی کے بارے میں کتابوں کی کتابیں جمع کر دی ہیں ۔

أَمْضَاهُ الْمَعْنَاءُ وَفَصَاحَتُهُ الْمَعْلُومَةُ وَجَوَامِعُ

كَلِمِهِ وَحُكْمُهُ الْمَأْشُورُ فَقَدْ آتَى النَّاسَ فِيهَا الدَّلِيلَ

وَجُعِلَتْ فِي أَلْفَاظِهَا وَمَعَانِيهَا الْكِتَابُ :

جہاں تک آپ کے معمول کے کلام، آپ کی مشہور فصاحت، جامع

کلمات اور منقول کلمات حکمت کا تعلق ہے تو ان کے متعلق لوگوں نے

دلیان و دفاتر تصنیف کر ڈالے ہیں اور ان کے الفاظ و معانی کے

بارے میں کتابیں جمع کر دی گئی ہیں !

یہ جان کلمات حکمت نبوت محمدی کی ایک خصوصیت اور نبی اتمی فی اللہ علیہ وسلم کا طرہ امتیاز ہے، بقول قاضی عیاضؒ:

أَوْفَى جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَحَقَّقَ بِبَدَائِعِ الْحِكْمِ
أَبَ كُوجَامِعِ كَلِمَاتٍ عَطَاكَ كُنْے اور انوکھی حکمت بھری باتیں
آپ کے خطا لکھ نبوت میں سے ہیں!

جیسا کہ آئیے ہم اس کی مسان معجز بیان سے صاف دیکھنے والے بعض کلمات حکمت ایسے بھی دیکھیں جن کا آپ سے پہلے عربی زبان میں کہیں نہ ہو وہی نہ تھا مگر بعد میں وہ ضرب النثر بن کر کلام عرب کی زینت بن گئے، وہ گھٹنا تھے۔

وَسَلَّمَ هَذَا مِنْ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ عَرَبِيٌّ وَلَا شَارِكُهُ فِي ذَلِكَ أَسْجِدُ حَتَّى تَرَوْهُمْ يَدْعُو
لِأَحَدٍ وَلَا يَدْعُو لِمَا أَصَابَتْ مُسْتَعْمَلَةٌ وَمَثَلٌ سَائِرٌ۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے کچھ ایسے اقوال ذکر کریں گے جو آپ سے پہلے کسی عرب نے کہیں نہیں بولے تھے ان میں کوئی غیر عرب آپ کا شریک نہ تھا، نہ تو ان اقوال کی کسی کی طرف نسبت کی گئی ہے اور نہ ان کا کسی نے کبھی دعویٰ کیا ہے مگر اب یہ اقوال حکمت مستعمل ہیں اور مشہور ضرب النثر کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، مثلاً:

(۱) يَا حَيْلُ اللَّهِ زَكِيٍّ : اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ!

(۲) مَا تَحْتَنَنْ أَتَيْنَهُ : وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا، یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا، اپنے پاؤں پہ کھنڈا خود مارا۔

(۳) لَا تَنْتَطِعْ عَلَيَّ عَتَرَانِ : اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینک نہیں مارنے، یعنی اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا!

(۴) أَلَا نَحْيِي الْمُوْطِئِينَ : اب تو رگرم ہو گیا ہے یعنی اب معرکہ کارزار گرم ہو گیا ہے۔

یہ موارد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے آنا ہوئے مگر اب شعر و نثر میں زبان زد خلق ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے بارے میں لکھا ہے کہ وَكَأَيُّ نَاطِقٍ عَنِ الْقَوْلِ كَيْفَ مَطَابِقِ آيَاتِ كَلِمَاتِ حِكْمَتِ رُوحِ الْقُدُسِ كَيْفَ تَوْسُطِ لُفْظِ رَبَّانِي تَحْضَرِ، ان کے الفاظ میں ملے۔

وَكَيْفَ أَنْ أُوجِزَ النَّاسَ كَلَامًا وَبَدَأَ بِجَمَاعَةٍ جَبِوْثِ مِثْلٍ
وَكَيْفَ تَمِيعَ الْإِعْجَازِ بِجَمِيعِ كَلِمَاتِ مَا أَرَادَ، وَكَفَ أَنْ يَتَكَلَّمَ
بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ لَا فُضُولَ وَلَا تَفْصِيحَ۔

آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ موجز و مختصر بات کرنے والے تھے، یہ فیض ربانی ان کے لئے جبریل امین لائے تھے، اختصار کے ساتھ آپ جتنی جامع بات کرنا چاہتے تھے کر لیتے تھے، آپ کا کلام جامع کلمات ہوتے تھے، جن میں نہ فائز و بات ہوتی نہ کسی قسم کی کمی ہوتی تھی! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن بیان اور اعجاز کلام کے اسلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول گزشتہ سطور میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

لَقَدْ طُفِفَتْ فِي الْعَرَبِ وَبِمَعْتِ فَصَحَاءِهِمْ فَتَأَسَّسَتْ
أَفْصَحُ مِنْكَ قَمَحْنُ أَذَلَّتْ؟ قَالَ : اذْهَبِي رُبِّي فَتَأَحْسِنِ
تَأْدِيبِي۔

یعنی میں نے قبائل عرب میں پھر کر ان کے فضلاء کو دیکھا ہے مگر آپ سے بڑھ کر فصیح میں نے کسی کو نہیں پایا آپ کو یہ ادب کس نے سکھایا! آپ نے فرمایا: مجھے تو میرے رب نے سکھایا ہے اور خوب اچھے طریقے سے سکھایا ہے۔

مگر علامہ مصطفیٰ صادق الرافعیؒ نے اس قول سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زمانہ
صد اسلام میں حضرت جبریلؑ سب سے بڑے ماہر انساب تھے مگر انہوں نے
بھی یہ سب کچھ حضرت ابوبکرؓ سے لکھا تھا جو اس عہد کے سب سے بڑے ماہر انساب
تھے اور قبائل عرب سے پوری طرح آگاہ تھے، فصاحت نبوی کے متعلق ان کا یہ کہنا
اس بات کی مبنیاد ہے کہ اس وقت عرب میں کوئی خطیب ایسا نہ تھا جو تمام
قبائل کے اہیات سے واقف ہو اور ایسا منفرد انداز خطابت رکھتا ہو، رافعی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کے متعلق لکھتے ہیں:

”ومن كمال ملك النفس العظيمة وغلبة فكره صلى الله
عليه وسلم على سائر قتل كلامه وخرج قصدا في الفاظه
عجيبا لمعانيه، تحسب النفس قد اجتمعت في الجملة القصير
والكلمات المحدودة بكل معانيها فلا تدرى من الكلام
الفاظا ولا حتى حركات نفسية في الفاظ ولهذا كثرت
الكلمات التي انفرد بها دون العرب وكثرت جوامع
كلامه، وخلص أسلوبه فلم يقصر في شيء ولم يبالغ
في شيء واتسق له من هذه الامور على كمال الفصاحة
والبلوغ ما لو ارادكم مریدا لعجزت عنه ولو هو استطاع
بحضه لسانه لمه في كل كلامه لثان محرمي الاسلوب
على الطبع والنطق غالب مهما تشدد المسرع وارتاح
وصحبا ثبتت ويا ليع في التحفظ“

اس عظیم ہستی کے کمال اور زبان پر نکلنے کے غلبہ کے نتیجے میں آپ
قبیل الکلام تھے اس کلام کے الفاظ معتدل انداز میں ادا ہوتے
تھے اور اپنے اندر معانی کی گہرائی لئے ہوتا تھا، دل پر گمان نہ تھا
کہ مختصر سے جملے اور چند کلمات میں روح نبوت مجتمع ہو گئی ہے چنانچہ

آپ کے کلام میں الفاظ نظر آنے کے بجائے الفاظ میں روحانی تحریکات
دوال دوال ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں ایسے کلمات بیشتر
ہیں جو عرب میں صرف آپ ہی نے منفردانہ انداز میں بولے، آپ کے
جوامع الکلم شایاں ہیں، پاکیزہ اسلوب ہے، نہ کوئی کمی نہ کوئی مبالغہ
اسی لئے آپ کے کمال فصاحت و بلاغت کو پالنے کا ارادہ کرنے والا
عاجز رہا، اگر تھوڑا بہت کر بھی سکا مگر کسی کا تمام کلام ایسا نہ تھا
کیونکہ اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر ہوتا ہے جس میں ریاضت
اور محنت کو دخل نہیں ہوتا۔“

فیضان نبوت کے کچھ جوامع الکلم

۱۔ الناس كلهم سواء كاستان المشط، یعنی سب لوگ لکھی کے دندانوں
کو طرح برابر ہیں۔

سب انسان ایک باپ کی اولاد ہیں، سب برابر ہیں، حقوق اور فرائض سب کے
مساویانہ ہیں، غماندانی یا تسلی و جاہلیت معتبر نہیں برتری اور فضیلت کا معیار صرف
تقویٰ ہے، یہ تعلیم تاریخ انسانی میں سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے دی اور اس پر عمل بھی کر کے دکھایا تھا، مصنوعی مساوات اور غریب طبقات کے
بدعی نوصلیوں کو بے پروا ہوئے، اس موضوع کی تفصیل میں جانا ہمارا اس وقت مقصد
نہیں، کہنے کی بات صرف یہ ہے کہ حضرت انصع العرب نے بن گان خدا کے مساوی
حقوق و فرائض کو لکھی کے دندانوں سے جو خوبصورت تشبیہ دی ہے اس پر امام
آب البو عثمان الجاحظ جہوم اٹھا تھا اور اس نے بعض عرب شعراء کے اشعار نقل
کئے ہیں جن میں انسانی مساوات کو مختلف چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے مگر بہت
محبت اور کوتاہ نظر انصع العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار تشبیہ کو نہیں پہنچ پاتے

ایک شاعر کہتا ہے:

سواء کما سدان الحصار فلو شری

لذی شیطنة منهم علی ناشی فقلو

یعنی اس قبیہ کے لوگ سب برابر ہیں جیسے گدھے کے دانت ایک جیسے ہوتے ہیں ان میں سے کسی لوڑھے کو کسی نوجوان پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

شعر نقل کر کے کے بعد جاخذ کہتا ہے:

وإذا حصلت تشبیه الشاعر وحقیقته وتشبیه النبی

صلی اللہ علیہ وسلم وحقیقته عرفیت فضل ما بیہی

الکلام بیہی:

اگر آپ شاعر کی تشبیہ اور اس کی حقیقت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ اور اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں تو دونوں کلاموں کے درمیان وہ برفیضیت آپ کو معلوم ہو جائے گی۔

۲۔ المرء کے ثیر یا خبیہ: انسان اپنے بھائی کے سبب بہت کچھ بن جاتا ہے یعنی زیادہ گنہگار ہے۔

۳۔ الخیر فی صحبة من لا یری لك مثل ما تری له: ایسے شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں ہو سکتی جو تیرے لئے بھی اسی انداز میں نہ سوچے جس انداز میں تو اس کے لئے سوچتا ہے، یعنی تالی دونوں باتوں کے نتیجی ہے:

۴۔ الید العیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تبعول: اوپر والا رینگے والا، ہاتھ نیچے والے (یعنی والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور سب سے پہلے اسے وہ جس کی تم پر ذمہ داری آتی ہے۔

۵۔ المسلمون یحکمون فأدماؤهم ویسیبہ بد متهم أدناهم ویورد علیہم اقتضاہم وہم ید علی من سواہم:

یعنی مسلمانوں کے خون کی قدر و قیمت برابر ہے، ان میں سے چھوٹے سے چھوٹا اگر کسی کو انان دے دے تو اس کا پاس کرنا سب پر لازم ہے، ان میں سے بڑا اگر کسی کو جواب دے سکتا ہے۔ وہ غیروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح مبتلا ہیں۔

اس ارشاد نبوی میں مسلم معاشرے میں فروع کی عظمت خود داری اور وحدت علی کا خوبصورت تصور دیا گیا ہے۔

۶۔ الخیل معقود فی تواصیہ بالخیر الی یوم النیامۃ و قیامت تک کیلئے گھوڑوں کی پیشانیوں پر بھلائی کے بار بجا دئے گئے ہیں یعنی گھوڑے ہمیشہ خیر و برکت کا باعث بنیں گے۔

۷۔ آتأمن کالایل المساکین لا یجد فیہا راحۃ: لوگ تو سوانحوں کے گلے کی مانند ہیں ان میں سواری کا اونٹ تھج نہیں ملے گا راتنی جڑی تعدد میں کام کا آدمی کم ہی ملے گا۔

۸۔ ما قل أو کفی خیر من کما کثر والشیء یجوز ثورا ہو گریہ کافی ہو وہ اس بہت سے سے بہتر ہے جو فائل بنا دیتا ہے۔

۹۔ الخیر فی الشیف والخیوم مع الشیف والخص بالشیف: بھلائی تو ازیں ہے، بھلائی تلہ کے ساتھ رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے حاصل ہوتی ہے (تلوار یا قوت سراسر بھلائی ہے)۔

۱۰۔ لیس مقام من خلق أو صلیق أو شقی: جو مسیبت میں بالی منزلہ والے، دو ٹکڑے یا کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے (خیر و بہت

سہ البیان ۲۰/۲، سہ البیان ۲۰/۲

سہ البیان ۲۰/۲، سہ البیان ۲۰/۲

مومن کی شان ہے !

١١- اَنْزَلَ اُمِّيَّ صَلَاحًا مَرْفُوعًا لَمْ تَرَ اِلَّا مَآئِدَةً مَعْمُورًا وَالصَّدَقَةَ

مَنْعَرَمَا عَمِيرِی التَّتِی کَامَعَامِلَہِ اسل وقت تک درست ہے گا خب
تک وہ امانت کو مال غنیمت اور غیرت و رکوة کوتاوان نقص نہیں کریگا۔

۱۲۔ رَأْسُ الْعَقْلِ يُعَدُّ الْوَسْطَانِ، وَاللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى الرَّسُولِ الْكَافِي، اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

بعد سب سے بڑی غفلت کی بات لوگوں کا دل رکھنا ہے !

۳۱۔ لَنْ يَهْدِيَكَ اُمَّرُؤٌۢ بَعْدَ مَشْوَرَتِكَ مَشْوَرَةُ كَرِيْمٍ كَرِيْمٍ

تباہ نہیں ہوگا

۱۴- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِکُلِّ شَیْءٍ

پہا اللہ کی رحمت ہوئی جو مہملاتی کی بات کر کے عہدت رہا یا حبیب

کمر سلا مشق در باره -

۱۵۔ لا یجلسوا علی ظہر

استقام واخذوا الصلوة واعلموا الضعيف: والصلوة هي ميتة

یہی ہے! اللہ تعالیٰ جو ہر شے پر مقرر کیا ہے، اس کا جواب دے گا۔

۱۶۔ اِنَّ الدِّينَ مَعَكُمْ اِنَّكُمْ شَافَعُوْا وَرَكِبُوْا لَكُمْ مَوْتًا سَعَفَةً (مکہ)

أَتَقْعِدُونَ وَلَا تُلْزِمُونَ كَالشَّيْءِ وَأَنْ

وَلَا تَقْرَءُوا ۖ وَإِنْ يَنْتَهِبُوا مِنْكُمْ شَيْئًا فَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مُرْكِبُ

لَكُمْ: تَقُولُ وَقَالَ، وَكَثَرَتْ السُّؤَالُ وَإِصْاحَةُ الْمَالِ -

اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لئے یاد کرتا ہے اور تین باتیں تاپ نہ کرتا ہے

اللہ تمہارے لئے پسندیدہ کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کہ

البيان ٢٠/٢	البيان ٢٠/٢	البيان ٢٠/٢
-------------	-------------	-------------

٣١/٢ شه البيان ٣١/٢ شه البيان ٢٦/٢ شه البيان

مشرک پرست کرد، سب اس کی رستی کو تمام لواد منتشر مت ہو، اور حبیب اللہ علی

تہذا حکمران بنادے اس کی خیر خواہی کرو، وہ تمہارے لئے ناپسند کرتا ہے

کہ تم بحث و مناظرہ میں الجھو، کثرت سے سوال کرو۔ اور مال کو ضائع کرو۔

١٤- يَقُولُ ابْنُ آدَمَ: مَا لِي مَالِي، وَإِنَّمَا لِي مِنْ مَالِكِ مَا أَكَلْتُ

فانخذه، أو كرسه إذا بليت أو وهبته فاصح.

اسان کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہی ہے

جہو لوئے لھا لکھم لہو یا یا پہن لہو پیدہ لہو دیا یا بخش دیا اور اے پیغمبر

ہمارے ہاں اس آواز میں نہ ہی پتہ ہے کہ یہ کون سا کلام ہے،

اگر انسان کے پاس کلمے کی دو دوا دیاں بھی ہوں تو وہ میسر ہی دوا ہی کا
طلب کیا کرتا ہے۔

۱۰۔ لا تُنْفِخُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَرْقُ

دعوائہ مائع، انسان کا بیٹ تو صرف خاک گوری بھرتی ہے! اور عقلمند

کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔

٢٠- إِنَّ الدَّانِيَا خُلُوعٌ خَضِرٌ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ اللَّهُمَّ

کیف تعمیلون (حوالہ سابق) ، نیایشین اور ریر و لوق ہے ، اور اللہ تعالیٰ

اس میں کام سپرد کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو!

٤٦- إِنْ أَحْبَبْتُمْ إِلَى وَاتِّبَعْتُمْ مِنْ بَعْدِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَحْيَايْتُمْ

أَخْلَقُوا الْمُوَسِّطُونَ أَكْنَافًا الَّذِينَ يَأْتُونَ وَيُؤْتُونَ وَأَنَا

أَبْقِصْكُمْ إِلَى وَأَبْعِدْكُمْ مِنْ مَجَالِسِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الثَّانِي

المشققون المتفقهون

قیامت کے دن تم میں سے میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ اور

مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو ہم میں سب سے زیادہ

٢١٠٢ ، الكائن للمبرور (٩)

نوحش اخلاق، نرم مزاج، انس کر کے لوگوں کے قابل ہوں گے اور
سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور مجلس میں مجھ و ور وہ ہوں گے جو نہ چھٹا
باچھیں کھول کر بات کرنے والے اور گلا بھڑک کر بات کرنے والے ہیں۔
۲۳۔ اِيَّاكُمْ وَالشَّارِكَةَ مَا بَيْنَهُمَا نَبِّئْتُ الْغُرَّةَ وَنَحْيَى الْعُرَّةَ (حوالہ سابقہ)
اسی خاصیت سے بچو کیونکہ اس سے خوبیاں سر جالی ہیں اور عیب زدہ ہو
جاتے ہیں۔

۲۳۔ لَا يَنْفَعِي بَصِيْرٌ لِّمَنْ اَنْ يَكُوْنُ لَعَنًا ۚ صَدِيقُ كَيْفَ تَنْفَعُ كَيْفَ
والا موت مناسب نہیں۔
۲۴۔ اَتَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ دَعَا يَرُوْفُ يَسْبَحُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْتَلِعُ وَمِنْ عِلْمٍ
لَّا يَنْفَعُ (حوالہ سابقہ)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس دعا سے جو قبول نہیں ہوتی، اور اس
دل سے جو اللہ کا خوف نہیں رکھتا اور اس علم سے جو نفع نہیں دیتا۔
۲۵۔ وَقِيلَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اَمْثَى الرَّعْمَالِ اَفْضَلُ ؟ فَقَالَ : اجْتَنَابُ
الْمَحَارِمِ وَارْتِيَادُ الْفَوَاحِشِ رَظْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (حوالہ سابقہ)

آپ سے پوچھا گیا کہ افضل تر یہی عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: محارم چیزوں
سے پرہیز کرتے رہنا اور ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تازہ رکھنا!
۲۶۔ وَقِيلَ لَهُ : اَمْثَى الرِّجَالِ اَفْضَلُ ؟ لَنْ الَّذِي اِذَا اَفْكَرَتْ اَعْلَانَتْ وَاِذَا
نَسِيَتْ ذَكَرَتْ (حوالہ سابقہ) آپ سے پوچھا گیا کہ کون سا سچی افضل ہے؟
تو فرمایا: وہ کہ اگر تیرا ذکر ہو تو میری یاد دیر ہو رہے، اور اگر تو بھول جائے تو
مجھ پر یاد دیا کرے!

۲۷۔ وَقِيلَ لَهُ : اَمْثَى النَّاسِ شَرُّ ؟ قَالَ : الْعِلْمَاءُ اِذَا اَفْتَدَوْا (حوالہ سابقہ)
پوچھا گیا کہ بدترین انسان کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: علماء جب گمراہ ہوں!

۲۸۔ كَذَّبَ إِلَيْكُمْ دَاعِيَ الْمَسِّمِ مِنْ قَبْلِكُمْ : الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ
ہی الحافقہ، حافقہ المذین لا أقول حافقہ الشَّعْبِ، والذي
نفس محمد بیدہ لا تؤمنون حتی تخافوا۔ اَلَا اَنْتُمْ كُمْ يَا مُدْرِ
اِذَا اَفْعَلْتُمْ مَوْجَعًا بَيْنَكُمْ ؟ فَقَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اَقْدَلْ، اَفْشُوا
السَّوْمَ وَاصْلُوا الرَّحِمَاتِ

تمہارے اندر بھی گزشتہ امتوں والی بیماری سراپت کر گئی ہے، حسد اور
نفرت نفرت تو موند ڈالنے والی ہے، دین کو موند ڈالنے والی، میں
پر نہیں کہتا کہ بالوں کو موند دینے والی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک
تم باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتا دوں اگر تم اسے نہ کرو
ایک دوسرے سے محبت کرو گے! لوگوں نے کہا: ہاں اللہ کے رسول!
فرمایا: تو ہمیں سلام کو عام کرو، اور صد رحمی سے کام لیتے رہو!

۲۹۔ مَا هَكَذَا اُمْرٌ عَرَفْتُمْ فَتَدْرِكُوْهُ شَخْصٌ كَبِيْرٌ نَبَاهٌ نَدُوْكَ جَنْ لِّ اِنِّیْ
جیت پھان لی!

۳۰۔ كَوْنَكُمْ اَشَقَّكُمْ كَسَاةً اَفْئَتُمْ (حوالہ سابقہ) اگر تمہیں ایک دوسرے
کے ہمید معلوم ہو جایا کریں تو تم ایک دوسرے کے کفن دفن میں بھی شریک
نہو کرو!

۳۱۔ لَيْسَ مِنْ خَلْقِي الْمُؤْمِنِ الْمَتَكِنِ اِلَّا فِي ظَلَمٍ الْعِلْمِ

خوشامد مومن کے اخلاق میں سے نہیں الا یہ کہ علم کی خاطر جو رتو استاذ
کی خوشامد جائز ہے۔

۳۲۔ اَوْصَانِيْ فِي بَيْتِكَ : اَوْصَانِيْ بِالْوَخْشِ فِي الْبَيْتِ وَالْعَدَانِيَةِ، وَيَا اَكْبَلِي

فِي الرِّفْدَانِ وَالْغَضَبِ، وَيَا نَقْصِدُ فِي الْغَنَى وَالْفَقْرَ وَلَنْ اَعْقُو عَيْنِ
خَدَمَتِي، وَاعْطِي مَنْ حَرَمَتِي قَرَأَتُ مَنْ قَطَعَتِي وَلَنْ يَكُونُ
صَسْبَتِي مَوْكِدًا وَتَطْلِي بِذِكْرًا وَتَطْلِي بِعَبْرًا ۝

میرے رب نے مجھے توباتوں کی وصیت کی ہے، مجھے وصیت فرمائی
ہے کہ ظاہر و باطن میں اخلاص پر عمل کروں، غرض اور غصے میں عدل
کروں، امانت و عزت میں میانہ روی اختیار کروں، جو زیادتی کرے اس سے
درگزر کروں، جو محروم کرے اسے عطا کروں، جو قطع تعلق کرے اس سے
صلہ رہی کروں یہی خاموشی فکر و گہرائی ذکر و اور میری نظر توبوں کیلئے تھی

۳۳۔ اِنْ قَوْلًا رَجَعُوا اسْفِينَةً فِي الْبَحْرِ فَانْتَمَوْا نَصَارَ الْكِتَابِ مِنْ مَوَاضِعِ
فَنَقَلَ رَجُلٌ مَوْضِعَهُ بَعْدَ مَا نَقَلَ لَوْ اِمَانَتُصْنَعُ؟ قَالَ هُوَ مَكَانُ اَصْحَابِ
مَا شِئْتُمْ، فَاِنْ اُخِذُوا عَصِي سِيدِيهِ نَجِدُوهُمْ نَجْوًا، وَانْ تَوَكَّلُوا هَذَا
وَهَذَا كَقَوْلِ

کچھ لوگ ایک کشتی میں سمندری سفر پر روانہ ہوئے، سب نے اپنی جگہ
سنبھال لی تقسیم کر لیا، ہر ایک کے لئے ایک ایک جگہ ہو گئی، ایک شخص نے
کہا ہاڑ سے سے اپنی جگہ سوراخ کرنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا: یہ کیا کر رہے
ہو! بولا: یہ تو میری جگہ ہے جو مچھلیوں کی، اگر تو لوگوں نے اسے روکنا
تو وہ بھی بچ جائے گا اور لوگ بھی اور اگر اسے نہ روکا تو وہ بھی ہلاک ہو جائے گا
اور لوگ بھی (مختصر لفظوں میں کہتی بڑی قشیش ہے، کہتی بڑی معاشرتی ذمہ داری
کا احساس دلایا گیا ہے)۔

۳۴۔ اِرْتَحَمُوا عِزِّيْزًا اَذَلًا، اِرْحَمُوا عَالِمًا صَانِعَ بَيْنِ جَهَنَّمَ

جو با عزت انسان ذلیل ہو جائے اس پر رحم کرو، اور اس عالم پر بھی رحم کرو

۳۳/۲ ۳۳/۲ ۳۳/۲

۳۳/۲ ۳۳/۲ ۳۳/۲

جو جاہلوں میں رہ کر ضائع ہو جائے!

۳۵۔ اَلْشَّرُّ مَعَ مَنْ اَحَبَّ، اَلْاِنْسَانُ اَسَى كَسَ سَاخِدًا مَوْكِدًا جَسَ اس نے محبت

کی وجہ سے دلی لگاؤ ہوگا، قیامت میں اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا،

۳۶۔ اَلْخَيْرُ فِي مَعْجَلَةٍ مِّنْ اَوَّلِيٍّ نَدَفَ مَا قَرَّبَ لَدُنَّ

اس شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں جو تیرا اسی طرح خیال نہ کرنا ہوگی

طرح تو اس کا خیال کرتا ہے!

۳۷۔ اَلْمُسْتَشَارُ مَوْكِدٌ وَهُوَ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَكُنْ كَلَمًا

مشورہ دینے والے کی حیثیت امانت داری کی سی ہے، جب تک وہ رائے

منہ سے نہیں نکالتا اسے اپنی بات پر اختیار ہوتا ہے۔

۳۸۔ ذُو الْوَجْهِ لَنْ لَا يَكُونُ عِنْدَ اللّٰهِ قِيَمَةً، وَوَجْهٌ وَالْاَوَّلَى

اللہ کے نزدیک کبھی محترم نہیں ہو سکتا۔

۳۹۔ اَتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتَ وَاشِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ

الْقَابِ بِخَلْقِ حَسْبٍ

جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرنا رہ، بُرائی کے بعد نیکی کر جو اسے محو

کروے گی، لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آ۔

۴۰۔ لَعَلَّكَ كَانَتْ يَتَكَلَّمُ بِمَا لَا يَنْبَغُ وَيُحَلِّقُ بِمَا لَا يُعْنِيهِ

شاید وہ شخص لایعنی باتیں کرتا تھا اور بے فائدہ چیزوں میں بھی

بخل سے کام لیتا تھا۔

۴۱۔ اَحْبَبُ حَيَاتِكَ هَوْنًا مَا يَحْسَبُ اَنْ يَكُونَ بِعَيْنِكَ يَوْمًا مَا

اپنے محبوب سے قدر سے ہلکی محبت کر، ہو سکتا ہے وہ کسی دن تیرا مفوض

۳۹/۲ ۳۹/۲ ۳۹/۲

۳۹/۲ ۳۹/۲ ۳۹/۲

۳۹/۲ ۳۹/۲ ۳۹/۲

بھی بن جائے۔ رجز بہ محبت و نفرت میں اعتدالی مناسب ہے !
۴۲۔ اَنْظُرْ ظُلُمَاتِ يَوْمٍ الْقِيَامَةِ عَلٰى نَعْمِ قِيَامَتِ كَيْدٍ كِي تَارِكِيوں

میں سے ہے !

۴۳۔ بِمَثَلِ اِثْمِهِمْ مَّكَرَ رِمَ الْاَخْلَاقِ : مجھے بلند اخلاق کی تکمیل کے لئے
بھیجا گیا ہے۔

۴۴۔ اَكْمَلُ الْمُسْلِمِينَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا :

ایمان میں وہی مومن کامل ترین ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔
۴۵۔ اِنَّ مِنْ جِبَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا : تم میں سے بھلے لوگ
وہ ہیں جو تم میں سب سے زیادہ خوش اخلاق ہوں۔

۴۶۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ كَيِّدٌ مَّجْسُ خُلُقِهِ ذَرْبَةُ الْقَبَائِلِ الْقَائِمَةِ :
مومن تو اپنے حسن اخلاق سے روزہ دار اور نماز گزار کا درجہ حاصل
کر لیتا ہے۔

۴۷۔ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَيَّدُ مِنْ سَوَاءِ الْخَلْقِ وَ
يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاوِ وَالْفَقَاوِ وَسَوَاءِ
الْاَخْلَاقِ :

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بد اخلاقی سے خدا کی پناہ مانگتے تھے اور کہتے تھے :
اے میرے اللہ ! میں آپس کی بھڑک، منافقت اور بد اخلاقی سے
تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۴۸۔ كُنْ الْمُسَيِّدُ فِيْ مَجْوَئِ الْقَبَا : تمام شکار فرا کے پیٹ میں ہوتا
ہے۔ (ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں) :

۴۹۔ اِذَا اَنْ كُنْ كَوْنُكَ مَوْجِبٌ مَّوْجِبٌ : جب کسی قوم کا معزز آدمی
ہو تو اسے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

۵۰۔ وَتَقَرُّوْا عَلٰى اَعْمٰىءِ اُمِّيٍّ فَاِنَّهُمْ نَجْوَمُ الارْضِ :

میری امت کے علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ روئے زمین کے ستارے درجہ کے
ہدایت دہی ہیں۔

۵۱۔ اِنَّمَا الْاَوْعَالُ بِالْاَيَّاتِ كَرِيْكَلِ اُمْرِئِيْ مَا تَوْنِيْ :

اممال کا وار و داریتوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے جو شخص جیسی نیت کرے گا
وہی جیسا پائے گا۔ (بخاری)

۵۲۔ مَوَ اَسْمٰى رَحْمَ صَغِيْرًا وَ يَغِيْرَتُ حَقِّيْكَ يَغِيْرَتَا قَدِيْسٍ مِّنَّا :

جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا یا اور ہمارے بزرگوں کا حق نہ پہچانا
تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۵۳۔ اَلْمُسْتَشَارُ مَوْثِقٌ وَ اَلْمُسْتَشَارُ مَوْثِقٌ :

مشورہ لینے والا تو دہریتا ہے اور مشورہ دینے والا امانت دار ہوتا ہے۔
۵۴۔ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَنِيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا :

مومن مومن کے لئے دیوار کی حیثیت رکھتا ہے جس کے حقے ایک
دوسرے کو بچنے کرنے کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح ایک مومن دوسرے
مومن کی تقویت کا سبب ہوتا ہے !

۵۵۔ لَا يُوْنُ مِنْ اَحَدٍ كُمْ مَحْنِيْ يَحْتِ لَاحِيَه مَا يَحْتِ لِنَفْسِه :
تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے
بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۵۶۔ كُنْ مَعْرُوْفٌ صَدَقَةٌ : ہر کسی صدقہ ہوتی ہے۔

۵۷۔ اَلْمَكْبَرُ مَعَ الْمَكْبَرِ صَدَقَةٌ :

مکبر کے ساتھ مکبر کرنا صدقہ ہے۔

۵۸۔ اَلْقَدْرُ اَلْقَدْرُ مَا لَوْفٌ : دانا اس کرنے والا ہوتا ہے اور
لوگ اس سے انس کرتے ہیں۔

۵۹۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتِيلٌ :-

جہنم اور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۶۰۔ اَلْجِبَاعُ شَعْبَةٌ مِّنْ اِيْهِمْ :-

جیاع ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

۶۱۔ اِنْ مِّنْ اَذْرَةٍ لِّلنَّاسِ مِّنْ صَّلَاةِ النَّبِيِّ اَوْ ذَا لَمْ

تَسْتَجِبْ فَاِنَّهُمْ لَمَّا يَنْتَحِلُوْا

پہلی نبوتوں کے کلام سے انسانوں کو جو کچھ حاصل ہوا اس میں یہ بھی تھا

کہ جب تو حیات نہ کرے تو جو جی میں آئے کر۔

۶۲۔ لَا يَنْفَعُ الْمُؤْمِنُ مِّنْ جُحُوْمٍ مَّرْتَبَتَيْنِ :-

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا ہے (ایک بار نقصان

اٹھانے سے سبق لیکھتا ہے)

۶۳۔ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِاَلْصَّرَعَةِ، اِنَّ الشَّدِيْدَ الَّذِيْ يَبْدُكَ نَفْسَهُ

عِنْدَ الْغَضَبِ :-

سخت جان رفتاری وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں بچھاڑ دیتا ہو بلکہ وہ

شخص قوی ہوتا ہے جو غصہ کے عالم میں اپنے اوپر قابو رکھے۔

۶۴۔ رِبِّيُّهُم مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ عَذَابِهِ :-

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ دیکھ نیتی سے مومن کا آغاز کار

کافی ہے، انجام بندے کے اختیار میں نہیں مولیٰ کے اختیار میں ہے،

۶۵۔ اِنَّا اَمْرًا مَّعْشُورًا لِّلنَّبِيَّاءِ بَاَنَّكُمْ اَنْتُمْ عَلٰى مَقَارِبٍ

عَمَّا يَلِيْكُمْ :-

ہم گروہ انبیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق

ان سے گفتگو کیا کریں۔

۱۱۱۔ نقد النشر ص ۹۲۔ ۱۱۲۔ نقد النشر ص ۸۲۔

۶۶۔ مَا اَوْفَىٰ اَمْرًا مِّنْ طَلَقِ قَوْلِ اللّٰسَانِ :-

زبان کی تیزی سے بڑھ کر انسان کو کوئی بری چیز نہیں دی گئی !

۶۷۔ وَسَاَلَهُ الْعِبَاسُ: بَعْدَ الْحَبَالِ مَيَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: فِي اللِّسَانِ :-

حضرت عباس نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان

کا حق کسی چیز میں پوشیدہ ہے تو آپ نے فرمایا: زبان میں !!

۶۸۔ اَلْاِيْمَانُ عَقْدٌ بِاَلْقَوْلِ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِاَلْاَرْكَانِ :-

ایمان نام ہے دل سے نچتہ عقیدے، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنا

۶۹۔ اِنَّ مِّنَ الْبَيِّنَاتِ لَشَيْءًا :- بعض خطبات جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

۷۰۔ وَقَالَ فِي الْوَحْدَةِ وَرَأَتْهَا حَزَنَاتُ النُّفُوسِ: جَمَاعَةٌ عَلَى اَخَذِ اَع

وَهْدَتَهُ عَلَى دَحْنٍ :-

ایسی وحدت جس کے پس منظر میں دلوں کی حزن اور کدورت ہواس کے بارے

میں آپ نے فرمایا: کدورت پر قائم ہونے والی جماعت اور دھوکے اور مین

پر قائم ہونے والا متارکہ جنگ ہے !

۷۱۔ وَقَالَ فِي الدُّنْيَا وَرِيْثَتُهَا: اِنَّ مَيَّا يَبْدُتُ التَّرْبِيْعُ مَا يَقْبَلُ الْحَقُّ اَوْ يُوْجِبُ

وَدِيَا اَوْ رَاسِ الْوَيْتِ كَيْسَ بَارِئِ مِّنْ فِرَايَا: موسم بہار جو کچھ اٹا کتا ہے ان میں

ایسے پورے بھی ہوتے ہیں جن کے کھانے سے جانوروں کے پیٹ پھول

جاتے ہیں اور وہ مر جاتے ہیں !

۷۲۔ وَقَالَ عَنِ الْغُلُقِ فِي الْعِبَادَةِ: اِنَّ الْمُنْبِتَ لَا اَرْضًا قَطَعَ قَلْبُ ظَهْرٍ اَوْ بَقِي

عِبَادَتِ مِّنْ غُلُقِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ

بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ بَارِئِ مِّنْ اَرْضِ

۱۱۱۔ نقد النشر ص ۹۲۔ ۱۱۲۔ نقد النشر ص ۸۲۔

۱۱۳۔ نقد النشر ص ۹۲۔ ۱۱۴۔ نقد النشر ص ۸۲۔

۱۱۵۔ نقد النشر ص ۸۲۔

۴۳۔ اُولَئِكَ قَبِلَ الْفَتْحُ ۖ اِيْمَانُ لے فتح کو مقید کر دیا ہے۔ رتوت اِيْمَانِ

نہجیاب ہوئی ہے !

۴۴۔ اِشْتَدَّتْ نِيَّتَا اَكْرَمَةً تَتَغَيَّرُ ۖ

بحرانِ کائنات اختیار کرنا اس کا حل ہوتا ہے۔ اسے بحرانِ شدت اختیار کرتا تو تو کھل جاتے گا۔

۴۵۔ الْمُؤْمِنُ قَتْلَ لِيْنٍ مِّنَ الْجَنَّةِ الْاُولَىٰ اِنَّ قِيَمَةَ الْقَاتِلِ لَاسْمٰحٍ عَلٰی صَفَرٍ ۖ اِشْتَدَّتْ ۖ

مومن دین اور نرم مزاج ہوتا ہے، وہ ایک خود دار اولت کی طرح ہے کہ اگر اسے باندھ دیا جائے تو مسلط ہو جاتا ہے اور اگر چٹان پر بٹھایا جائے تو ٹیٹھ جاتا ہے۔

۴۶۔ اَمَّا نِيَّتَا فَكَالْمُتَطَرِّقِ لَا يَدْرِي اَزْ لَدُنْهُ خَيْرٌ اَمْ اَخْسَرُ ۖ

میری امتِ جبرش کی مانند ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ اس کے آغاز میں زیادہ بھلائی ہے یا آخر میں !

۴۷۔ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ كَالْحَبَّةِ لَا تَكُنُ اِلَّا طَيِّبًا وَلَا تَطْعَمُ اِلَّا طَيِّبًا ۖ

مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے، جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی مکھی میں پاکیزہ کھلاتی ہے۔

۴۸۔ الْمَرْأَةُ كَالْبَصِیْقِ الْمُوجَاعِ اِنْ قَوَّ مَتَمَّ كَسَرَتْهَا وَاقْبًا قَارِيَتَهَا اِسْمٰحٌ ۖ يَهَابُ ۖ

عورت کی مثال تیرھی پسلی کی سی ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس کی دل داری کرو گے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ گے

۴۹۔ الْعَقْدُ ۳/۳ ۖ

۵۰۔ النُّزِيرِي ۳/۳ ۖ

۵۱۔ النُّزِيرِي ۳/۳ ۖ

۴۹۔ اَلْاَنَامُ مُشْرَكَةٌ فِي ثَلَاثٍ ۖ اَلْمَاثِرَةُ وَالْمُكَلَّمَةُ وَالْمَرْءُ

لوگ نہیں چیزوں میں برابر کے شریک ہیں، پانی، چارہ اور آگ !

۵۰۔ اَوَّلُ لِكْمَةٍ عَلٰی خَيْرٍ مَا يَكُونُ الْمَرْءُ ۖ الْمَرْءُ الْقَالِحَةُ اِذَا اَنْظَرَ اِلَيْهَا

سَرَوْنَهُ ۖ اِذَا اَعَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِي مَالِهِ وَعِزِّهِ (حوالہ سابق)

کیا میں تمہیں ایک دم کے بہتر بنانے کا فیہر بتا دوں وہ ہے تمک عورت کہ اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کے لئے خوشی کا سامان ہو اور اگر وہ اس کے پاس نہ ہو تو اس کے مال اور عزت کی نگہبان رہے۔

۵۱۔ مَنْ مَكَانَ اِيْمَانِي سِرْبِهِ مَعَا فِي يَدَيْهِ عَيْنٌ كَا قُوْتٍ يَوْمِيهٍ كَانَ حَكْمَتِي حَيْثُ رَكِبَ لَهٗ الدُّنْيَا يَحْدُ اِخِيْرَهَا ۖ

اپنے گھر میں جو چیزیں سے رہ رہا ہو، جسمانی صحت نصیب ہو، ایک دن کی خوشی بھی تیرے ہو تو گویا اس کے لئے دنیا کا سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے !

۵۲۔ مَنْ سَرَدَ اَنْ يَكُوْنَ اَعْرَ النَّاسِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ وَمَنْ سَرَدَ اَنْ يَكُوْنَ اَعْلٰی النَّاسِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ ۖ

جو اس بات پر خوش ہے کہ وہ سب سے زیادہ عزت والا ہو تو پھر اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے، اور جو اس بات پر خوش ہے کہ وہ سب سے بڑا دولت مند ہو تو پھر اسے اس بات پر سختہ ایمان ہونا چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے قبضے میں ہے اس کا ملنا زیادہ یقینی ہے بہ نسبت اس مال کے جو اس کے اپنے قبضے میں ہے ! اور جو اس بات پر خوش ہے کہ وہ سب سے زیادہ طاقتور ہو تو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

۵۳۔ اَوَّلُ الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ ص ۱۰۵ ۖ

۵۴۔ الرُّكَاعِلُ لِلْمَبْرِدِ ص ۱۱۹ ۖ

۹۸۔ مَن حَسَنَ إِسْدَمَ لِمَنْ رَمَى شَرُّكُمْ مَا لَا يُعْدِيهِ

انسان کے اسد کم احسن یہ بھی ہے کہ وہ غنول بالوں کو چھوڑ دے۔

۹۹۔ اَلَيْسَ لَكُم مِّنْ تَعْمَلُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ فَمَسَّوَاهُمْ بِأَحَدٍ وَكُفُّمُ

لوگوں کو تم دولت سے اپنا گرویدہ نہیں کر سکو گے، اس لئے انہیں اپنے اخلاق سے گرویدہ کرو۔

۱۰۰۔ اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبَرِّ وَالْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْجَهَنَّمَ قَوْلَ الرَّجُلِ

اَلَيْسَ لَكُم مِّنْ حَقِّي يَكْتُمُ عَنِّي مَا هِيَ بَيْنَا قَوْلَ الْكَذَّابِ يَهْدِي

إِلَى الْفُجُورِ قَوْلَ الْغَبُورِ يَهْدِي إِلَى النَّارِ قَوْلَ الرَّجُلِ لِيَكْتُمُ

حَقِّي يَكْتُمُ عَنِّي مَا هِيَ بَيْنَا

سچ بکلی کی راہ دکھاتا ہے اور کھٹی جنت کی، آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدق رکھ دیا جاتا ہے، جھوٹ بدی کی راہ

دکھاتا ہے اور بدی روزی کی، آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک

کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب رکھ دیا جاتا ہے۔

۱۰۱۔ حَقَّ بَالُ اللَّهِ مَثَلُ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمًا، وَعَلَى جَنْبَيْ الصِّرَاطِ سَوْدَانُ الْبَوَابِ

مُتَقَنَّةٌ وَعَلَى الْبَوَابِ سَوْدَانُ مَرْجِيَّةٌ وَعَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ دُرٌّ يَقُولُ اَدْخُلُوا

الصِّرَاطَ وَلَا تَعْوِجُوا، قَالَ صِرَاطُ الرَّسُولِ وَالسُّورَةُ حُدُودُ الدِّينِ وَ

الْبُتُوبُ مَفْتَحُهُ تَحَارَرُوا مِنَ الدَّعَى التَّوَكَّلُوا

اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان کی ہے جس کے دونوں جانب

دو دیواریں اور کھلے دروازے ہیں، دروازوں پر پرچے لٹکے ہیں

راستے کے سرے پر ایک داعی ہمارا ہے کہ صراط پر چلو، ٹیڑھے مت چلو،

راستہ تو ہے اسلام، دیواریں اللہ کی حدود ہیں، کھلے دروازے اللہ کی

حرام کردہ اشیاء ہیں اور داعی قرآن ہے!

۱۰۲۔ مَن رَمَى شَرُّكُمْ مَا لَا يُعْدِيهِ

شکر کا دامن چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

۱۰۳۔ اَفْعَلُ الصَّدَقَةِ جَهَنَّمُ اَمْثَلُ (حوالہ سابق)

بہترین صدقہ تم سے کم کوشش کرنے والے کی کوشش ہے۔

۱۰۴۔ اَحَبُّكُمْ كَثِيرٌ قَلِيلٌ فَذَلَّةٌ (حوالہ سابق)

جھلائی تو بہت ہے مگر اسے کرنے والے بہت بھولے سے ہیں۔

۱۰۵۔ حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْبِي وَيُصْبِي (حوالہ سابق)

کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

۱۰۶۔ اَلشَّيْءُ مَنْ وَعَقْلُهُ يَكْفِي (حوالہ سابق)

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

۱۰۷۔ شَاوَتْ مَخْبِيَّاتٌ وَشَوَتْ مُهْلِكَاتٌ، ذَا مَا الْمَخْبِيَّاتُ، الْخَشْيَةُ لِلَّهِ

تَعَالَى فِي السِّرِّ وَالْعَزِيمَةِ، وَذَا مَا الْمُهْلِكَاتُ، الْغِنَى وَالْفَقْرُ وَالْحُكْمُ

يَا تَعْدِلُ فِي الرِّضَى وَالْغَضَبِ، ذَا مَا الْمُهْلِكَاتُ، اَنْتَجَ مَخْلَعٌ

وَمَوْجِي مَبْنَعٌ رَّجَحَتِ الْمَرْءُ بِنَفْسِهِ

تین باتیں باعث نجات اور تین باعث ہلاکت ہیں، نجات دینے والی باتیں

تجلی اور ظاہر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، غریبی امیری میں میانہ روی اختیار کرنا،

اور خوشنودی اور ناراضگی میں عدل و انصاف کرنا، ہلاکت کرنے والی تین

باتیں ہیں۔ بخل و شہت میں اپنے نفس کا غلام ہونا، محسوس کی راہ پر چلنا

اور انسان کی خود پسندی!

۱۰۸۔ نَعْتَانِ مَغْبُورٍ فِيْهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، الصَّوْغَةُ وَالْفَوَاحِ

وَالْعَتِيسُ اِيسَى هِيَ مِنْ هَيْبَةٍ سَمِ لَوْكٌ مَّحْرُومٌ مَّوْتٌ هِيَ اَصْحَت

وَفَرَاغَتُ

۱۰۹۔ خصلتان من كن انشأه الله تعالى شاكرا صابرا ومن
ما كنوا فيه لم تصبه الله شاكرا ولا صابرا من نظري
في دينه الى من هو فوقه فاقته يد به ، ونظري في دنياه الى من
دونه محمد الله على ما فضل به عليه :-

دو عاقبتیں ہیں اگر کسی میں پائی گئیں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر ٹھہریں
اور اگر یہ دو عاقبتیں اس میں نہ پائی گئیں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر نہیں
ٹھہریں گے جو دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر و برتر کو دیکھے تو اسی کی
افتدائے کرے ، دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر کو دیکھے تو اللہ کا شکر
ادا کرے کہ اس نے اسے اس پر بعض باتوں میں فضیلت عطا کی ہے :-

۱۱۰۔ فضل لسانك تعبیرك عن نحيك الذي لسان له صدقة :-

اگر تم اپنی فاضل توت گویائی اپنے اس بھائی کی ترجمانی میں صرف کرو جو
گفتگو پر قادر نہیں تو یہ بھی صدقہ ہے !

۱۱۱۔ ان الله يخفض البغي الذي يخلل بلسانه تخلل المبصرة :-

اللہ تعالیٰ اس غییب بلیغ کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان کو یوں مروڑ کر دے
نکالتے ہیں جیسے گائے کی آواز مہوتی ہے ۔

۱۱۲۔ وهل يكب الناس على مناخرهم في نار جهنم الا حصاد السنهم :-
لوگوں کو تھنوں کے بل جہنم میں زبان کے کارناموں کے سوا بھی کوئی اور
چیز گراتی ہے ۔

۱۱۳۔ شعبتان من شعب الشفاعة : البياض والبيان وشعبتان من شعب الولاية
الحياة والقي :-

شفاعت کے شعبوں میں سے دو شعبے خوش گوئی اور لافظی نہیں اور ایمان کے
شعبوں میں سے دو شعبے حیا اور کم گوئی ہیں ۔

۱۱۴۔ قال في معنى الاحسان : ان تعبد الله كما نك تنوا فان لم تكن

تنوا فانه يراك :-

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ اگر یا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے
اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم یہ تصور کر کہ اللہ تو ہم حال تجھے دیکھ رہا ہے ۔

۱۱۵۔ آفة العلم الشيطان واضلعه ان تحدث به غير اهله :-

علم کے لئے سب سے بڑی آفت شیطانی ہے اور علم کا ضیاع یہ ہے کہ نااہل
کے سامنے اس کا اظہار کر دو ۔

۱۱۶۔ اللهم نصف الهدم :-

غم اڑھا بڑھا پا ہے ۔

۱۱۷۔ خلق سوطك حيث يراك اهلك :-

اپنا کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ جہاں سے وہ تیرے گھر والوں کو نظر آتا ہے ۔

۱۱۸۔ الناس باثر ما نهم أشبه بمنهم يكتابهم :-

لوگ اپنے آباء کی نسبت اپنے زمانے سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں ۔

۱۱۹۔ شق العلي عني القلب :-

دل کا اندھا پن سب سے برا اندھا پن ہے ۔

۱۲۰۔ أكثروا من تصور هادم الذات :-

لذات کو منہدم کرنے والی رموت کو کثرت سے یاد کیا کرو ۔

۱۲۱۔ الدغية في الدنيا أكثر لهم والخزن والبطالة تقش القلب :-

دنیا کی رغبت رنج و غم کو بڑھاتی ہے اور بیکاری انسان کو سنگدل
بنادیتی ہے ۔

خطبات نبوی

خطبات نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بے شمار شخصی پہلو ہیں۔ آپ ایک داعیِ حق تھے، امت کے مشفق ہادی و مربی تھے۔ معلمِ حکمت و دین کی نفوس تھے، واعظ اور مصلح تھے، شامع اور مفسر تھے، قائد لشکر اور داعیِ جہاد فی سبیل اللہ تھے۔ اولین اسلامی حکومت کے بانی و سربراہ تھے اور رحمت للعالمین تھے، آپ نے ان تمام حیثیتوں سے مختلف مواقع پر امت سے خطاب فرمایا اور رہنمائی کی۔ چونکہ مصدقِ خطابت کو اللہ تعالیٰ نے خصائصِ نبوت میں شامل فرمایا ہے اس لئے ختمِ المرسلین میں یہ صفت بدرجہ اتم و کمال کی گئی تھی اور انصاع العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بینالِ خطیب تھے مختلف مواقع کی مناسبت سے آپ نے متعدد موضوعات پر امت سے خطاب فرمایا، جمعہ اور عیدین کے موقع پر آپ وعظ و نصیحت، تزکیہ و اصلاحِ نفسی، تعلیمِ کتاب و حکمت اور شرحِ احکامِ شریعت فرماتے تھے، کبھی اصلاحِ جلی السعین اور تبلیغ و ارشادِ موضوعِ خطبات ہوتے تھے۔ میدانِ حرب میں ہوتے تو جذبہِ جہاد اور شوقِ شہادت کو زندہ کرتے اور تخریصِ علی القتال فرماتے تھے، شادی بیاہ کے موقع پر مسلمانوں کا عقدہ نکاح آپ کے ہاتھوں انجام پانا اور اس موقع پر آپ خطبہ نکاح بھی ارشاد فرماتے تھے۔

بیشتر خطبات مسجدِ نبوی کے منبر پر ارشاد فرمائے گئے، مشرور میں کعبہ کا ایک تنابیلو منبر استعمال ہوتا تھا، بعد میں صحابہ کرام نے آپ کے لئے ایک منبر

بنوایا تھا جس پر آپ خطبات ارشاد فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے اٹنی پر سوار ہو کر بھی خطبہ ارشاد فرمایا۔ کبھی کبھی آپ فرش پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے خطبہ ارشاد فرماتے وقت آپ خطبہ کے عرب کی عادت کے مطابق عصا، مخضرہ (لامنی، قعیب، دکتری، یا قوس رکبان) ہاتھ میں رکھتے اور ان کا سہارا لیتے تھے خطبات کے سلسلے میں آپ متکلفانہ انداز کے بجائے ہر معاملے میں سادگی اختیار فرماتے تھے، فقر و مبایات کے بجائے شفقت اور تواضع آپ کا طرزِ اقیان تھا، آپ کا لباس بالکل سادہ ہوتا تھا کبھی کبھی کندھوں پر چادر ڈال دیتے تھے آپ کے خطبات عموماً مختصر مگر جامع ہوتے تھے تاہم بڑے اور اہم مواقع پر آپ نے طویل خطبات بھی ارشاد فرمائے ہیں۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ خطابت کے بارے میں ایک شعر کہنا ہے۔

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ

كَانَتْ بَدَآئِهُ تُمَيِّزُهُ بِأَخْبَرِهِ

یعنی اگر آپ کے پاس واضح معجزات، قرآن مجید وغیرہ نہ بھی ہوتے تو آپ کی فصاحت و بلاغت اور بداهت گوئی ہی آپ کے لئے معجزہ نبوت کافی تھا۔

آپ کے خطبات میں تکلف و تصنع نام کی کوئی چیز نہ تھی، کبھی نیازی کی ضرورت نہ پیش آتی جو کچھ تھا فیضِ ربانی اور زبانِ نبوت کا اعجاز تھا، ایک مرتبہ ایک بدو آیا اور صحابہ کرام کے حلقے میں پہنچا جہاں مہاجرین و انصار کی عظیم ہمشپیوں کے علاوہ حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ بدو نے کہا کہ مہاجرین کے

۱/۳، ۱۱/۳، ۲۹/۳، ۸۹/۳، ۹۵/۳۔

۲۸/۴

علاوہ انصار کا ایمان لانا اور اتباع کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ غیر عرب لوگ یہاں کیا بیٹھے ہیں! حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے گریبان سے پکڑا اور کہیں گے ہر گز دربار نبوت میں لے آئے۔ واقعہ سناتے ہوئے بتایا کہ یا رسول اللہ! اس پر عرب قوم پرستی کا بھوت سوار ہے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ الصلۃ لا تحکمہ کو گروں کو نماز کے لئے مسجد میں جمع کیا جائے! اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا اور فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا جس نے رجب و شل کے امتیاز اور قوم پرستی کے تمام دعویٰ کی ہمیشہ کے لئے جڑ کاٹ کر رکھ دی آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا

«أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ التَّوْبَةَ رُبُّ وَاحِدَةٌ وَالْوَيْلُ لِمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ»
«وَرُبُّ وَاحِدٌ وَأَنَا الْعَرَبِيَّةُ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ كُمْ بِأَبٍ وَلَا أُمَّةٍ إِلَّا مَا
يُحِبُّ لِيَسَانُ كُنْتُمْ الْعَرَبِيَّةُ فَهُوَ عَرَبِيٌّ فَوَيْلٌ لِمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ»
بالعربية فهو عَرَبِيٌّ وَفِي أَوَّلِكَ لَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَرَبِيٌّ
اسے لوگو! رب بھی ایک ہی ہے، باپ بھی ایک ہی ہے، دین بھی ایک
ہی ہے، عربی زبان تم میں سے کسی کا باپ یا ماں نہیں یہ تو ایک زبان
ہے چنانچہ جس نے عربی میں گفتگو کی وہ عرب ہے اور ایک روایت میں
ہے کہ جس نے عربی میں کلام کیا تو وہ بھی عرب ہے اور جس کے دوا بآ
یعنی داد اور باپ اسلام میں داخل ہو گئے وہ بھی عرب ہے!

آپ نے نہ تو کبھی تقریر کے لئے مراد جمع کرنے کا حکم دیا اور نہ کبھی کسی سے مدد لی، حافظ کہتا ہے!

«لَمْ يَتَلَقَّ أَحَدًا مِنْ جَمِيعِ النَّاسِ إِلَّا أَخَذَ أَوَّلَهُ لَمْ يَخْطُبْ»
تمام انسانوں میں سے کسی ایک نے بھی ہم تک یہ بات نہیں پہنچی
کہ کبھی کسی نے آپ کے لئے کوئی خطبہ تیار کر کے دیا تھا!

لَا اتَّفَعَا الصَّرَاطَ السَّيِّئَ لَابْنِ تَيْمِيَّةٍ ص ۵۶ مآلہ البیان والتبيين ۳۱/۴

آپ اپنے خطبات کا آغاز ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے فرمایا کرتے تھے چنانچہ
العقد الفرید کا مصنف ابن عبد رب اللہ سلمیٰ لکھتا ہے۔

«تَبَيَّنَتْ خُطْبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْحَةً
أَوَّلِيَّهَا أَكْبَرُهَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْكَسْبُ عَيْنُهُ... وَالْحَمْدُ وَحْدَهُ
فِي بَعْضِهَا وَأَوْصِيَّتُكُمْ بِعِبَادَةِ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَأَوْصِيَّتُكُمْ غَلِي
طَلَقَتْهُ... وَحَدَّثَ كُلَّ خُطْبَةٍ مَقْتَلَحًا الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ
الْبَيْدُ فَلَمَّا مَقْتَلَحًا: «لَهُمَا أَكْبَرُ»

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کا تتبع کیا تو مجھ ان میں
سے اکثر کا آغاز اس طرح نظر آیا کہ: الحمد لله نحمده و نستعينه تمام تعریف
اللہ ہی کے لئے ہے، میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے
مدد طلب کرتا ہوں... بعض خطبات میں فرمایا کرتے: اے اللہ کے
بندو! ہم تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت
کے لئے جو شش دلاتا ہوں... میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے ہر خطبے
کا آغاز الحمد لله سے ہوتا تھا سوائے خطبہ عید کے کہ اس خطبے کا آغاز
آپ اللہ اکبر سے فرمایا کرتے تھے!

آپ اپنے خطبات میں جب حاضرین سے مخاطب ہوتے تو آیت المصدقون
(اے مسلمانو!) کے بجائے آیت الناس (اے لوگو!) سے مخاطب فرماتے چونکہ
آپ کا خطاب نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئندہ آنے والی تمام مسلمان
نسلوں سے تھا بلکہ قیامت تک آنے والی تمام نسل انسانی سے بھی تھا، یہ خطاب
عام آپ کی نبوت عامہ اور رحمة للعالمین کی دلیل ہے حتیٰ کہ یہ صورت حال آپ کے
اولیٰین خطبہ میں بھی موجود ہے جو آپ نے اس وقت صرف گروہ قریش کے سامنے
ارشاد فرمایا تھا! اپنے مخاطبین کی ذہنی کیفیت کے مطابق انہیں قائل کرنے اور

بات کو زمین نشین کرنے کے لئے بے حد خوبصورت، اور نہایت کشش طریقتہ
اشدلال اپناتے تھے، جس طرح آغاخان اللہ کی حمد و ثناء فرماتے تھے اسی طرح
اختتام والسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ ہوتا تھا۔

جو امج الکلم کی طرح خطبات نبوی کا اسلوب بیان بھی ایک منفرد مقام
رکھتا ہے جو اپنی نظیر آپ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ جو امج الکلم میں حکمت و دانش
کے گہر پر مبنی گہر لایا ہے اور زبان نبوت کا اعجاز بیان اختصار و جامعیت کا پہلو
ہوئے ہے جہاں اللہ زیباں میں بخشش و توجہ کے بجائے سکون و وقار اور
معافی کی گہرائی کا غلبہ ہے، لیکن خطبات میں بخشش و توجہ بھی ہے اور ہیبت
و جلال نبوت بھی، مگر انصاف العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوب خطابت
میں عرب کے کامیوں کی سب سے وقافیہ کی قبولیت بھی نہیں اور خطبات
عرب کی بھاری بھر کم لغائی اور عبارت آرائی بھی نہیں بلکہ یہ تو ایک اسلوب
بیان ہے جو سب سے زیادہ زور دار، بادشیم سے زیادہ سحر آمیز و لطیف
اور قبول کی تہ سے زیادہ نرمی و نزاکت کی کیفیت لئے ہوئے ہے۔ یوں محسوس
ہوتا ہے کہ جو بات قلب نبوت سے نکل رہی ہے وہ اخلاص و ایمان کی حرارت
لئے قلب و دوس کی گہرائیوں میں اترتی جا رہی ہے۔

خطبات نبوی کا اسلوب صاحبین کے تمام طبقات کے لئے نہ صرف قابل فہم
ہے بلکہ بے اندازہ روحانی تاثیر اور جاذبیت کا حامل بھی ہے، اگر کوئی ادبیات
عالیہ کا ذوق سلیم رکھنے والا انسان ہو تو اسے اس اسلوب میں بلاغت عرب
کی چاشنی اور لفظ و معنی کا حسین امتزاج نظر آئے گا، اگر نظر کی بلندی اور فکر کی گہرائی
رکھنے والا انسان ہو تو وہ اپنے آپ کو حکمت و معافی کے بحر خوار سے نکل کر نظر کی تسکین
پائے گا اور اگر علم سطح کا انسان ہو تو ہر بات اس کے فہم و ادراک کے در پہ کھولتے
ہوئے اس کے دل کی گہرائیوں میں اترتی ہوئی دکھائی دے گی، یہ ایک اسلوب
ہے جو سب سے متنوع کی نظر و مثال ہے جس میں انسان قریش کی سلاست و روانی، غلب

نبوت کی اثر انگیزی اور قرآن کریم کے اعجاز بیان کے اثرات کی جھلک نظر آتی
اس اسلوب میں آیات قرآنی کے اقتباسات بھی ہیں مگر کلام ربانی اور کلام نبوی
کے اسلوب میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے! یہی بات قرآن اور نبوت محمدی
کی صداقت کے لئے ایک ناقابل تردید شہادت ہے!



نمونہ خطب

①

أَوَّلُ خُطْبَةٍ بَدَأَ بِهَا دَعْوَتُهُ بِمَكَّةَ

يَخُطِبُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ خُطْبَةٍ بِمَكَّةَ حِينَ دَعَا قَوْمَهُ تَحْمِيدَ اللَّهِ وَأَشْفَى عَلَيْهِمْ شَمَّ قَالَ:

«إِنَّ الدَّيْنَ لَا يَكْذِبُ فَكُنْ، وَاللَّهُ لَوْ كَذَّبَتْ النَّاسُ جَمِيعًا، مَا خَصَّ بِكُمْ، وَلَوْ غَرَبَتْ النَّاسُ جَمِيعًا مَلَكُورُكُمْ، وَاللَّهُ لَيَكُنَّ لَوَالِدُ الرَّهْوِ لِي رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَكُنَّ خَاصَّةً إِلَى النَّاسِ كَأَنَّهُ، وَاللَّهُ لَيَكُنَّ مَوْثِقًا مَوْثِقًا لَكُمْ كَمَا تَسْتَفْظُونَ، وَلَكُنَّا مَسْرُورًا بِمَا يَعْمَلُونَ، وَلَقَدْ رَزَقَنَا اللَّهُ حَسَنًا، وَبِأَسْوَأِ سُوْرَةٍ وَأَتَمَّهَا لِحَدِّهِ أَتَدَّ أَوْ لَتَا أَتَدَّ»

ترجمہ: اولین خطبہ جس آپ نے مکہ میں دعوت اسلام کا آغاز کیا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور مکہ مکرمہ میں سب سے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا تھا: «کوئی خبر لائے والا اپنے خاندان سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اللہ کی قسم اگر میں دنیا کے تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا بھی تو تم سے تو مجھ بھی جھوٹ نہ بولتا، اگر میں تمام دنیا والوں سے دھوکہ کر بھی لیتا تو تم سے تو کبھی دھوکہ نہ کرتا، ہمیں اس اللہ کی قسم کہ اگر کہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو تمہارے لئے خصوصاً اور دنیا کے تمام انسانوں کے لئے عموماً مبعوث کیا گیا ہوں، اللہ کی قسم! تمہیں موت

ملہ السيرة المحمديّة ۲/۴۶۲، الکامل لابن الاثير ۲/۲۷۲، جہرۃ خطب العرب ۱: ۵۱.

بھی اسی طرح ہی آئی ہے جس طرح تم سوچا یا کرتے ہو، تم اٹھاتے بھی اسی طرح ہی جاؤ گے جس طرح تم بہا یا سوچا یا کرتے ہو! تمہارے اعمال کا حساب و کتاب بھی لازمی ہوگا اور تمہیں بھلائی کا بدلہ بھلائی اور برائی کا بدلہ برائی لازماً دیکھنا ہوگا پھر اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لئے جنت ہوگی اور یا جہنم!»

②

أَوَّلُ خُطْبَةٍ خَطَبَهَا بِمَدِينَةِ

فَخَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً بِمَدِينَةِ حِينَ هَاجَرَ إِلَيْهَا، تَحْمِيدَ اللَّهِ وَأَشْفَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ شَمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ! فَقَدْ مَوَّأَا لَوْ لَيْسَ بَكُمْ، تَعْلَمُونَ وَاللَّهُ لَيُضَعِّقَنَّ أَحَدَكُمْ، ثُمَّ لَيَبْعَثَنَّ عَنْ عَمَلِهِ، لَيْسَ كَهَذَا لَيْسَ، ثُمَّ لَيَعْمَلَنَّ لَهُ رَيْبًا، وَلَكِنَّ لَنَا تَرْجِيئًا وَلَا خَاسِرًا يَحْجِبُهُ دُونَهُ، أَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُولِي فَبَلَّغْتُ، وَأَلَيْسَ مَا رَأَوْا أَفْضَلُ مِنْ عَيْنِكَ وَمَا قَدْ مَنَ لِي غِيَاكُ، فَلَيْسَ ظَنُّكَ بِيَسِيرًا وَشَيْئًا لَوْ يَرَى شَيْئًا، ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قَدْ آمَنَ فَتَدِيرُ عَيْنُكُمْ، فَمَنْ يَسْتَطَاعُ أَنْ يَفِي وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ لَوْ بَشِي مِنْ تَمَرَةٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَيَكْتُبْ خُطْبَةً فَإِنَّ يَهَا تُجْزَى الْمَسْنَةُ عَشْرًا مَثَلِهَا إِلَى سَبْعِينَ بَلَّةً ضَعِيفًا، وَالْإِسْلَامُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»

③

(رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ، ثُمَّ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ)

«إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ أَحْمَدُ وَأَسْتَعِينُهُ، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهِ وَأَنْفُسِنَا

ملہ الروض الأنف ۱/۱۰، جہرۃ خطب العرب ۱/۵۵

ملہ الروض الأنف ۱/۵۵، المجاز القرآن ۱/۱۱، جہرۃ خطب العرب ۱/۵۳

وَقَالَ فِي إِحْدَى خُطَبَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

«أَيُّهَا النَّاسُ! اصْبِرُوا الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا تَدْرِكُونَ، وَكَفَى الْحَقَّ فِيهَا عَلَى عَذَابٍ قَدَّ وَجَبَ، وَصَحَّ النَّبِيُّ تَشْيِيعُ مِنَ الرَّمُوتِ سَفَرَعَمَّا قِيلَ الْبَكَارِ حَيُّونَ، فَمَوْئِدُهُمْ أَجَدُ أَتَهُمُ وَكَافُلٌ مِنْ شَرِّهِمْ، كَفَانًا مَحَلَّةً فَنَ بَدَدَهُمْ، وَنَسِيكَ كُلَّ وَاعِلِيَّةٍ، وَأَمَّا كُلُّ حَائِكَةٍ، طُلُوِي بِنَ شَعْلَةٍ عَيْبَةٍ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ، طُلُوِي بِنَ أَتَقَى مَا زَا إِصْكَسَبَةٍ مِنْ عَابِئٍ عَيْبَةٍ، وَكَالِ أَهْلِ الْفَقْهِ وَالْحِكْمَةِ، وَكَالِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْمَكْنَةِ، طُلُوِي بِنَ رِصَةٍ وَحَسَنَتِ خَلْقَةٍ، وَطَابَتْ سِرِيرَتُهُ، وَعَلَّ عَيْنِ النَّاسِ شَرَّهُ، طُلُوِي بِنَ أَتَقَى الْفَضْلَ مِنْ هَائِهِ، وَأَجْمَدَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهِ، وَفِي سَعَةِ الشُّكْلِ، وَلَمْ تَسْهَوِيهِ الْبِدْعَةُ»

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا۔

«اے لوگو! ہم لوگوں تصور کرتے ہیں کہ جیسے اس دنیا میں موت تو ہمارے علاوہ دوسروں کا مقدر ہے، اس دنیا میں حقوق بھی دوسروں کے ذمہ ہی واجب ہیں، گویا ہم جن مرنے والوں کو الوداع کرتے ہیں وہ کلائی مسافر ہیں جو غریب ہمارے پاس لوٹ آنے والے ہیں، ہم انہیں قبروں میں سپرد خاک کرتے اور ان کی میراث کھاتے ہیں، یوں گتا ہے جیسے ہم نے ان کے بدن ہمیشہ پہن رہنا ہے، ہم ہر چیز کو قبول گئے اور ہر تنہائی سے خود کو محفوظ سمجھ بیٹھے! اچھا یہی ہے اس شخص کے لئے جسے اپنے عیبوں نے لوگوں کے عیوب سے غافل کر دیا، مجھلاتی ہے اس کے لئے جس نے اللہ کی راہ میں ایسا مال خرچ کیا جو اس نے کسی گناہ سے نہیں کما یا تھا، جو اہل فقر و حکمت کی صحبت میں بیٹھا اور ہیکسوں اور ناداروں سے میل جول رکھا، جو شجرہ فی ہے اس کے لئے جس کی فطرت و حقیقت پاکیزہ اور اچھی ہے جس کا

باطن پاک ہو اور اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔ مہربانک اس شخص کو جس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور اپنی فالتوبات اپنے منہ میں ہی روک لی! جسے سنت پر پورا اور اعمال میں سیر کیا اور بغض اس کے لئے باعث ہوس نہ بنی!

(۵)

وَمِمَّا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةٍ

مِنْ خُطَبَاتِهِ عَنِ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامَةِ

«أَوَّاهُ النَّاسُ! تَوَلَّوْا إِلَى رَبِّكُمْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا، وَبَادِرُوا الْوَعْدَ، الصَّالِحَةَ قَبْلَ أَنْ تَسْقُتُوا، وَصَلُّوا الَّذِي يَبْنِيكُمْ رَبِّكُمْ بِكَفَرٍ لَا ذِكْرَ لَهُ، وَكَثْرَةَ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ رَأَيْتُمْ كَوْنَهُ تَزِيدُوا أَوْ تَنْقُصُوا أَوْ تَصُدُّوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَفْتَرَصَ عَلَيْكُمْ الْجُمُعَةَ، فِي مَتَامِي هَذَا، فِي عَامِنِ هَذَا، فِي شَهْرِي هَذَا، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، حَيَاتِي وَمِنْ بَعْدِ مَتَامِي، فَسَيُتْرَكُهَا قَدَ إِمَامٌ قَدْ حَبَّعَ اللَّهُ لَهُ شَأْنَهُ، وَلَوْ بَارَكَ لَهُ فِي أَمْرِهِ، أَوْ وَلَا حَاجَ لَهُ إِلَى وَلَا صَوْمَ لَهُ، أَوْ وَلَا صَدَقَةَ لَهُ، أَوْ وَلَا يَوْلَا لَهُ، أَوْ وَلَا يَوْمًا عَرَفَاتِي مُهَاجِلًا، أَوْ لَا يَوْمًا فَاجِرًا مُؤْمِنًا، إِلَّا أَنْ يَنْفَعَهُ سُلْطَانٌ يَخَافُ سَيِّئَةً أَوْ سَوْطَةً»

ترجمہ: جمعہ اور امامت کے بارے میں ایک خطبہ میں فرمایا:

«خبردار اے لوگو! اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے اپنے رب سے توبہ کرو اور ضروریات میں الجھنے سے قبل ہی اعمال صالحہ کے لئے سبقت کرو، کثرت ذکر اللہ اور پوشیدہ و ظاہر صدقے سے اپنے رب سے اپنا رشتہ مضبوط کر لو، تمہیں رزق، اجر اور نصرت سے نوازا جائے گا، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے

ترجمہ: مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جمعہ میں آپ کا خطبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ساتھ پہلا جمعہ ادا کیا تو اس موقع پر ان کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا
 تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں، اسی سے
 مدد مانگتا ہوں۔ اسی سے بخشش کا طالب ہوں، اسی سے ہدایت چاہتا ہوں۔ اسی
 پر ایمان رکھتا ہوں، اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا اور اس کے منکر سے ہدایت
 رکھتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا اور کوئی معبود
 نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں چہیں اس نے
 رسولوں کے ایک وقت کے بعد ہدایت، نور اور مغفرت کے ساتھ مبعوث
 فرمایا، جبکہ علم کی بڑی کمی ہو چکی تھی، لوگ گمراہ ہو گئے تھے، زمانے کا سلسلہ
 منقطع ہو گیا تھا، قیامت قریب تھی اور اجل قریب آن پہنچی تھی، جس نے
 اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی
 کی تو وہ بھٹک گیا، حد سے تجاوز کر گیا اور دور رس گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔
 میں نہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ مسلمان مسلمان
 کو بہترین وصیت یہی کر سکتا ہے کہ وہ اسے آخرت کے لئے جویش دلائے
 اور اسے اللہ کے تقویٰ کا حکم دے، سوال اللہ سے جس بات سے تمہیں ڈرنا ہے
 اس سے بچو، اس سے بہتر نہ تو کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے افضل کوئی
 ذکر ہے، اور اللہ کا تقویٰ اسی کے لئے ہے جس نے اپنے رب کے خوف اور فکر
 اس پر عمل کیا۔ تم آخرت کی جس بات سے غائب ہو اس کے لئے یہ بہترین اور
 سچا مبادلہ ہے جس نے ظاہر و باطن میں اپنے رب کے اور اپنے درمیان
 رشتوں کو درست کر لیا اور اس میں اس کی نیت صرف اللہ کی ذات ہوئی تو
 یہ بات اس کے بنیادی معاملات کے لئے نفعیت اور مرنے کے بعد دلی زندگی
 میں فزیر ثابت ہوگی جبکہ بندہ اپنے لئے آخرت کا محتاج ہوگا اور اگر اس کے

علاوہ کوئی بات ہوئی تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے اور اس بات کے درمیان
 طویل فاصلہ ہو جائے۔ اللہ تمہیں اپنی ذات کے بارے میں احتیاط کا حکم دیتا
 ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔

تمہارے اہل جنس کا قول سچا ہوا، اور جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس میں کوئی خلاف
 ورزی نہیں ہوگی اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ میرے ہاں تو میں تبدیلی نہیں ہے،
 اور میں اپنے بندوں پر زیادتی کرنے والا ہوں، اس لئے اپنے بنیادی
 اور اخروی معاملات میں خفیہ و ظاہر اللہ سے ڈرتے رہو، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا
 ہے تو وہ اس کے گناہوں کو دور کر دیتا ہے اور اسے بہت بڑا اجر دیتا
 ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ اللہ کا خوف
 اس کی نفرت سے بچاتا، اس کے عذاب سے نجات دلاتا اور اس کی ناراضگی
 سے محفوظ رکھتا ہے، اللہ کا تقویٰ و خوف چہروں کو عزت بخشتا ہے اللہ
 کو خوش کرتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ اپنا مقدر پاؤ اور اللہ کے
 معاملے میں تعریف سے کام نہ لو۔ اس نے تمہیں اپنی کتاب کا علم دیا ہے اور
 اپنا راستہ واضح کر دیا ہے تاکہ وہ تم میں سے سچے اور محبوبے لوگوں کی پہچان
 کر سکے، اس لئے اللہ کے لئے بھلائی کرو جس طرح اس نے تم پر احسان
 کیا ہے، اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن جانو، اللہ کی خاطر جہاد کا حق ادا کرو،
 اس نے تمہیں چاہا ہے اور تمہیں مسلمان کا لقب دیا ہے تاکہ دلائل سے محروم
 ہونے والا ہلاک ہو اور دلائل کا سہارا پانے والا زندہ رہے، انوت نور
 اللہ ہی کے طفیل ہے۔ اس لئے اللہ کا ذکر بکثرت کیا کرو، آج کے بعد کی زندگی
 کے لئے عمل کرو، کیونکہ جو شخص اللہ کی ذات سے اپنے رشتوں کی اصلاح
 کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان فی رشتوں کا فیصلہ بن
 جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تو لوگوں کے فیصلے کرتا ہے مگر لوگ اللہ کے فیصلے
 نہیں کر سکتے، وہ انسانوں کا مالک ہے انسان اس کے مالک نہیں ہیں

اللہ ہی سب سے بڑا ہے، اللہ عظیم کے سوا کوئی قوت کا ذریعہ اور سرچشمہ نہیں ہے!

(۶)

خُطْبَتُهُ عَنِ الدُّنْيَا وَمَصِيرِهَا

(وَحَظَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ

يَوْمَ ذَلِكَ مِمَّا قَالَتْ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ

أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا خَصْرٌ خُلُوعٌ، أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَسْجُودٌ لَكُمْ فِيهَا
فَنَاطِرٌ صَيِّفٌ تَمْنُونَ فَاثْقُوا الدُّنْيَا وَانْتَرِ النَّسَاءَ، أَلَا لَا تَمْنُونَ
تَحُلُوا مَخَافَةَ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ الْحَقُّ إِذَا عَلِمْتُمْ بِهِ رَدْلَمَ يَدُلُّ يَحْطَبُ
حَتَّى لَعْنَتُهُ مِنَ الشَّمْسِ إِلَى الْخُمْرَةِ عَلَى أَطْرَافِ الشَّيْبِ فَقَالَ:

إِنَّهُ لَكَيْفَ يَقُولُ مِنَ الدُّنْيَا فَيَتِمَّ مَضَى إِلَاكُنَا بَقِي مِنْ يَوْمِكُمْ

هَذَا أَيْمًا مَضَى!

ترجمہ: دنیا اور اس کے انجام کے بارے میں آپ کا خطبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن عصر کے بعد خطبہ دیا

جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

»ہاں تو دنیا ہے تو سرسبز و شیریں! مگر خبردار سو کہ اللہ نے نہیں

اس دنیا میں چھوڑا اس لئے ہے کہ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے

ہو! سو دنیا کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرو، اور عورتوں کے بارے میں

بھی تقویٰ اختیار کرو، خبردار! لوگوں کا خوف کسی آدمی کو حق بات کہنے

سے نہ روکے اگر اسے حق معلوم ہو جائے! اور آپ خطبہ ارشاد فرمائے

رہے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہونے لگا مگر سورج کی کچھ سرخی کھجوروں کے

پتوں کے اس پاس باقی رہ گئی، تب آپ نے فرمایا کہ دنیا کی عمر کا اتنا حصہ

لہ اعجاز القرآن ص ۱۱۳، جہرۃ خطب العرب ۵۴/۱

بھی باقی نہیں رہا جتنا کہ تمہارے آج کے دن کا حصہ باقی رہ گیا ہے!

(۷)

إِغْتَنِمِ الْفُرْصَةَ!

(وَمِمَّا قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ خُطْبِهِ

قَبْلَهَا النَّاسُ إِنَّ لَكُمْ مَعَالِمَ فَاتَتْهُمُوا إِلَى مَعَالِمِكُمْ، فَإِنَّ

لَكُمْ مَهَيَّةً فَاتَتْهُمُوا إِلَى يَهَاتِ تَحْتَكُمْ، فَإِنَّ التَّبَدُّلَ بَيْنَ مَعَالِمِكُمْ

أَجَلٌ قَدْ مَضَى لَا يَدْرِي مَا اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ، وَأَجَلٌ بَاقٍ لَا يَدْرِي

مَا اللَّهُ قَاضٍ فِيهِ، فَاتَّحَذِرُوا التَّبَدُّلَ بَيْنَ نَفْسٍ لِنَفْسٍ وَمِنْ دُنْيَا

إِلَى خَيْرَتِهِ وَمِنْ الشَّيْبَةِ قَبْلَ الْكِبَرِ وَمِنْ الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَوْتِ، وَأَوَّلُ الدُّنْيَا

نَفْسٌ تَحْتَدِي بِدَمٍ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَقْبَلٍ وَلَا تَعْدُ الدُّنْيَا مِنْ

دَارِ الْآخِرَةِ أَوْ النَّاسِ»

ترجمہ: فرصت کو غنیمت جانو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

»لوگو! تمہارے لئے کچھ حدیں ہیں اس لئے اپنی حدوں پر رک جائو،

تمہارے لئے ایک انتہا ہے اپنی اس انتہا پر رک جائو، کیونکہ بندہ

دو طرفوں کے درمیان موزن ہے، ایک مدت عمر ہے جو گزر چکی اس کے بارے

میں کچھ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا کرنے والے ہیں، عمر کا

ایک عرصہ ہے جو باقی رہ گیا ہے۔ اس کے بارے میں بھی بندے کو علم

نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کیا فیصلہ کر لے والا ہے! اس لئے

بندے کو اپنے لئے کچھ خودی کرنا ہوگا، دنیا نے آخرت کے لئے، جوانی

بڑھپے کے لئے اور زندگی سے موت کی آمد سے قبل کچھ حاصل کر لینا چاہیے

لہ ایمان والین ص ۳۰۲، الکامل للمبرور، عبون الاخبار ۲/۳۳۱،

اعجاز القرآن ص ۱۱۰، جہرۃ خطب العرب ۵۵/۱۔

کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور گروہوں کو خود ہی شکست سے دوچار کر دیا، ہاں تو جاہلیت کی ہر فضیلت، خون بہا یا مال جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ میرے ان دونوں کے نیچے ہے۔ سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کے! خبردار اکوڑ سے یا لالٹھی سے قتل خطا بھی قتل محمد کی طرح ہے، دونوں قتلوں میں بھاری دیت ہوگی جس میں کی ایک مثال چالیس سالہ اوٹھیاں ہیں مع ان بچوں کے جو ان کے پیٹوں میں ہوں گے، اسے عمر وہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہاری زمانہ جاہلیت کی تحوت اور اپنے اجداد کے سبب بڑائی کے دعویٰ کو لیا میٹ کر دیا ہے، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور اقوام و قبائل بنایا تاکہ تم ہم پر سجالے جا سکو، تم میں سے اللہ کے نزدیک افضل ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ مستحق ہو، اے قبیلہ قریش! تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں! وہ کہنے لگے: بھلائی کا سلوک! آپ بہتر بھائی ہیں اور مہربان بھائی کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو جاؤ تم آزاد ہو!

(۱۰) خُطْبَتُهُ بِالْخَيْفِ

وَحُطِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ مِنْ مِثْنَى ذِكَا مِثْنَا قَالٍ فِي خُطْبَتِهِمْ تِلْكَ

«نُفَعًا لِلَّهِ عَبْدُ اللَّهِ سَمِعَ مَقَالِي تَوَقَّاهُمْ أَذَاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْتَعْمَهَا، تَرَبَّتْ حَامِلٌ فَقُلْتُ لَا فِقْهَ لَهُ، وَرَبَّتْ حَامِلٌ فَقُلْتُ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، شَاوَتْ لَا يَغْلِبُ عَلَيْهِمْ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ، اخْلُصْ الْعَمَلُ لِلَّهِ

لہ اعجاز القرآن ص ۱۱۶، جمعہ خطب العرب ۵۴/۱

وَالنَّصِيحَةُ لِأُولِي الْأُمُورِ، قُلْتُ وَمَا الْجَمَاعَةُ؟ إِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُونُ مِنْ قَرَابَتِهِ، وَمَنْ كَانَ فَتْنَةً أَوْ خَيْرَةً جَبَّحَ اللَّهُ سَمْعَهُ، وَجَعَلَ غَنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَمَّا الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِبَةٌ، وَمَنْ كَانَ هَمُّهُ الدُّنْيَا فَتَرَى اللَّهَ أَمْرًا وَجَعَلَ فِتْنَةً بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كَتَبَ لَهُ.

ترجمہ: خیف میں آپ کا خطبہ

دینی میں خیف کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ

ارشاد فرمایا تھا جس میں آپ نے یہ بھی کہا تھا:

«الإنسان بندے کو تازگی بخشنے جس نے میری بات سنی، اسے یاد کر لیا پھر اسے اس تک پہنچا دیا جس نے میری بات نہ سنی تھی، کیونکہ کہیں یوں بھی ہوتا ہے کہ فتنہ کا حامل سمجھ سے غاری ہوتا ہے، اور کوئی حامل فتنہ اپنے سے زیادہ بچہ کھنے والے سے رجوع کرتا ہے، تین باتیں ایسی ہیں جن پر قہر مومن کہنے کا شکار نہیں ہو سکتا: اللہ کے لئے مختص نہ عمل، اہل حکومت کی خیر خواہی اور جماعت کی پابندی ان کی دعا اس کے لیے ہوگی، جس کا مقصد آخرت ہوگی اللہ تعالیٰ اسے دل جمعی عطا کرے گا»

اور اس کی تو نگری کو اس کے دل سے وابستہ کر دے گا اور دنیا اس کے پاس عبور ہو کر خود آئے گی جس کا مقصد دنیا ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو انتشار سے دوچار کر دے گا۔ اس کا اللہ اس کی آنکھوں میں ظاہر کر دے گا۔ اور دنیا میں سے تو اسے وہی کچھ ملے گا جو اس کے لئے لکھا جا چکا ہے!

(۱۱)

خُطْبَتُهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي شَلَالَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَرَجَ إِلَى الْحَقِّ لِيُخْبِرَ بَيِّنَاتٍ مِنْ دُونِ الْقَعْدَةِ فَادْرَى النَّاسَ
مَنَاسِكُهُمْ وَأَعْلَسَهُمْ سُنَنَ حُجَّتِهِمْ وَخَفَّتِ النَّاسَ حُطْيَتُهُ
الَّتِي بَيْنَ يَدَيْهَا مَا بَيْنَ لَمْ قَامَ يَسْهُمُهُ حُطْيَتَا فَقَالَ

«أَعَدُّ لِلَّهِ تَحْمُدًا وَتُسْتَعِينُهُ وَتُسْتَعِينُهُ وَتُسْتَعِينُهُ وَتُسْتَعِينُهُ
بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِهِ وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَ
مُضِلٌّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ وَتُسْتَعِينُهُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَعَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَوْصِيَكُمْ
بِعِبَادَةِ اللَّهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَأَحْبَبِكُمْ عَلَى طَاعَتِهِ وَأَسْتَفْتِي بِأَلَدِي هُوَ
خَيْرٌ أَمَّا بَعْدُ»

أَيُّهَا النَّاسُ! اسْمَعُوا مِنِّي أَيْبُنَ لَكُمْ فِي أَلَدِي لَعَلِّي أَلَدِي
الْفَاسِكَةُ بَعْدَ عَامِي هَذَا فِي مَوْقِفِي هَذَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ دِمَاءُكُمْ
وَأَمْوَالُكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ إِلَى أَنْ تَأْتُوا رَبَّكُمْ كَهْدَمَةٍ يَوْمَكُمْ
هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي تَلَدِكُمْ هَذَا

أَوَّلُهَا تَلَعْتُ! اللَّهُمَّ أَشْهَدُ!

فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى الَّذِي أَمَّنَتْهُ عَلَيْهَا إِنَّ
رَبَّهَا لِحَاجِلِيَّةٌ مَوْضُوعٌ وَإِنْ أَقْبَلَ رَبًّا أَبْدَأَ بِهِ رَبِّي أَعْمَى النَّبَاسِ
بِغَيْرِ الْمُطْلَبِ وَإِنْ دِمَاءُ الْحَاجِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ فَإِنْ أَقْبَلَ دِمَاءُ
تَبْدَأَ بِهِ دِمَاءُ عَامِرِينَ رَبِّيَّةِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمَّا
مَاتَ الْحَاجِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ غَيْرُ الْمَشْدُودَةِ وَالْإِسْقَابِيَّةِ وَ
الْعَمْدُ فَوَدَّ وَشَبَّهَ الْعَمْدُ مَا قَبْلَ بِالْعَصَا وَالْحَجَرِ وَيُؤَدِّ مَائِدَةً

له الروض الالاف (١/٢) ١٣٥١، البيان والبيان ١/٢، السطري ١٩٧/٣
ابن الأثير ١/٢ ١٣٥١، أعمال القرآن للباقر في ص ١١١، شرح نهج البلاغة

١/٢، العقد الفريد ١/٢ ١٣٥١

بَعْدَهُ فَمَنْ أَرَادَ فَيُؤَدِّ مِنَ الْحَاجِلِيَّةِ

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَدِينُ أَنْ يُعْبَدَ فِي أَرْضِكُمْ هَذِهِ
وَلِكُنْتُمْ قَدْ رَضِيتُمْ أَنْ يُطَاعَ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِمَّا تَحْفَرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ
أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا الشَّيْطَانُ يَدِينُ فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا
يُحِلُّونَ لَهُمَا وَيُحَرِّمُونَ لَهُمَا مَا لَيْسَ لَهُمَا طَهْرٌ أَعِدَّ مَا حَرَّمَ اللَّهُ يُحِلُّونَ
مَا حَرَّمَ اللَّهُ بِأَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ اسْتَدَّ الرَّكْبَتَيْنِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمْعَ
وَالْأَرْضَ، إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنِي عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ
يَوْمَ خَلَقَ السَّمْعَ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ وَأُولَئِكَ أَثَرُهَا
وَرَوَّاجَةٌ تَرَدُّ، دُرَّ الْقَعْدَةِ وَدُرُّ الْحَقِّ وَالْمَحْدَمُ وَرَجَبٌ أَلَدِي
بَيِّنَاتٍ جِهَادِي وَشَعْيَانِ -

أَوَّلُهَا تَلَعْتُ! اللَّهُمَّ أَشْهَدُ!

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِي سَائِلَكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا، لَكُمْ
عَلَيْهِنَّ أَنْ يُوَطِّقَنَّ لِكُلِّكُمْ مَغِيرَتَكُمْ، وَكَأَنَّهُ خَلَسَ أَحَدُ الْكُفْرَةِ
يَوْمَكُمْ أَوْ بِأَذْيِكُمْ وَأَوْ بِأَيِّتَيْنِ بِحَاجِلِيَّةِ حَبِيبَتِي، فَإِنْ فَعَلَنْ فَإِنْ
اللَّهُ تَدَّ أَوْ لَكُمْ أَنْ تَضْلُكُنَّ وَتَهْجُرُونَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَتَضْجُرْنَ
بُؤْسَ صَرِيحًا غَيْرَ مَبْرُوحٍ، فَإِنْ انْتَهَيْتُمْ وَأَطَعْتُمْ فَعَلَيْكُمْ رِزْقُكُمْ
وَكُسُوفُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ، وَأَيُّهَا الْفِتَاءُ عِنْدَ كُفْرٍ عَنِ الْإِسْلَامِ
لَوْ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ، أَخَذْتُكُمْ بِمَا مَنَعَهُ اللَّهُ اسْتَحْلَلْتُمْ قُرُوبَهُمْ
يَكَلِّمُهُ اللَّهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي الْفِتَاءِ وَاسْتَوْصُوا بِهَدْيِهِ خَيْرًا -

أَوَّلُهَا تَلَعْتُ! اللَّهُمَّ أَشْهَدُ!

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ مُسْلِمٍ
مَالُ أَخِيهِ إِلَّا رِزْقًا طَيِّبٌ نَفْسٍ مِنْهُ، أَوَّلُهَا تَلَعْتُ! اللَّهُمَّ أَشْهَدُ!

له توبة ١٣٦/٩

له توبة ٣٤/٩

قَدْ تَرَجِعُنَّ بَعْدِي كَمَا تَرَجِعُونَ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، نَبَأِي
قَدْ شَرَكْتُ بِكُمْ مَا بَانَ أَحَدُكُمْ بِهِ لَمْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، كَتَابَ اللَّهِ

أَوْ مَلَّ يَلُغْتُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَجَعْتُ لَكُمْ، وَإِنِّي أَنَا كُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ
رَأَى مَرَادَ مَنْ شَرَابٍ، أَكْرَمَكُمْ عَبْدُ اللَّهِ، أَتَقَاكُمْ، إِنَّ اللَّهَ
عَلِيمٌ خَبِيرٌ، وَلَكِنَّ يَكْفُرِي عَلَى عَجَبِي فَفَعَلْ لِي الْإِنْفِقُو

أَوْ مَلَّ يَلُغْتُ، اللَّهُمَّ أَشْهَدُ

قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَالْيَتَمِ الْغَائِبُ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ بِكُلِّ وَارِثٍ لِيَصِيبَهُ مِنْ إِبْرَاهِيمَ
قَدْ تَجَرَّوْا تَوَارِثَ رِصِيَّةٍ وَلَا تَجْزُوا رِصِيَّةً فِي أَكْثَرِ مِمَّا تَلْتَمِزُونَ
الْوَلَدُ لِلْغَنَى، وَالْعَامِرُ لِلْجَبْرِ، مَنْ أَدْعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى
غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْعَلَوُكَةُ وَارْقَابُ أَحِبِّعِي
لَا يُفْقِلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

ترجمہ: آپ کا خطبہ حجة الوداع

ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۵ ذی القعدة کو حج کے لئے روانہ ہوئے لوگوں کو مناسک
بتائے اور حج کے مسائل سکھلائے، اور لوگوں کے سامنے
اپنا وہ خطبہ دیا جس میں آپ نے وہ باتیں بیان کیں جنہیں ابھی
کرنا آپ نے ضروری خیال فرمایا، پھر آپ نے اس خطبے میں

فرمایا:-

”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اسی سے
مدد مانگتے ہیں۔ اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں،
اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے

ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے دھمکراہ
کر دے تو اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ
لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ کے تقویٰ
کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کے لئے جو شش دلاتا ہوں، میں اسی سے
آغاز کرتا ہوں جو سراپا خیر ہے۔ انا بعد ا سے لوگو! میری باتیں سن لو میں
بتائے سامنے بیان کرتا ہوں، کیونکہ مجھے معلوم نہیں شاید اس سال کے
بعد اس جگہ پر تم کو نہ مل سکوں اسے لوگو! تمہاری جان و مال تم پر حرام ہیں حتیٰ کہ
تم اپنے رب سے مرنے کے بعد لو، بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا دن تمہارا
اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں!

ہاں تو کیا میں نے اچھی طرح پہنچا دیا؟ اے اللہ اگر وہ رہنا!

تو جس کے پاس امانت ہو وہ اس شخص کو واپس کر دی جائے جس نے وہ
اس کے سپرد کی تھی۔ جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا ہے، اور سب سے پہلا سود جسے
ختم کرنے سے میں آغاز کرتا ہوں میرے چچا عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔
جاہلیت کے خون بھی ختم کئے جاتے ہیں۔ اور ہم جس خون سے آغاز کر رہے ہیں
وہ عامر بن حارث بن عبد المطلب کا خون ہے۔ زمانہ جاہلیت کی تمام فضیلتیں بھی
ختم کر دی گئی ہیں سوائے خدمت بیت اللہ اور حجاج کو پانی پلانے کی فضیلت کا
قتل عہد میں قصاص ہے قتل عہد کے مشابہ وہ قتل ہے جو لامحلہ یا پتھر سے ہوا اس
میں سزا موت نہیں، اس لئے اگر کسی نے اس پر اضافہ کیا تو وہ اہل جاہلیت
میں سے ہے!

اے لوگو! شیطان اس بات سے بالوس ہو گیا کہ تمہاری اس سزا میں
میں اس کی پرستش کی جائے، مگر وہ اس پر مطمئن ہو گیا ہے کہ اس کے علاوہ
تمہارے اعمال کی حقیر سی باتوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے گی، اے لوگو

ہیٹوں کا پچھلے کر دینا کفر میں بڑھ جانا ہے، اس سے کافر لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔
ایک سال تو اسے حلال قرار دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں،
تا کہ ان ہیٹوں کی گفتنی کے مطابق کر لیں جو اللہ نے حرام کئے ہیں، اور یوں جسے
اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر دیں، زمانے کا چکر تو اسی ہلکت کے مطابق
ہو گیا جو اس دن بھی جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، اور اللہ کے نزدیک
ہیٹوں کی تعداد بارہ ہے، ہوا اللہ کے نوٹسے ہیں اس وقت سے ہیں جب اس
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔
یہیں تو متواتر ہیں اور ایک الگ ہے: ذوالفقہ، ذوالحجہ اور محرم کے علاوہ
رجب جو عبادی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

ہاں تو کیا میں نے اچھی طرح پہنچا دیا ہے؟ اسے میرے اللہ گواہ رہنا!
اے لوگو! تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور ان پر تمہارا بھی حق ہے۔
ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے سوا کسی کو نہ چڑھنے دیں، اور
کسی ایسے شخص کو تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں نہ داخل کریں جسے تم
خاندان کے ہر صریح فحاشی کا ارتکاب نہ کریں، اگر وہ ایسا کرے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ
نے اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو۔ بستروں میں ان سے الگ رہو، انہیں بارو
مگر شدید تکلیف والی چوٹ نہ مارو، اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری فرماں بردار
بن جائیں تو پھر تم پر ان کے لباس اور خوراک کی معروف طریقے پر ذمہ داری ہوگی،
عورتیں تو تمہارے اختیار میں ہیں وہ اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔
انہیں تم نے اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور انہیں اللہ کے
حکم سے اپنے لئے حلال کیا ہے، تو اس لئے عورتوں کے بارے میں اللہ
سے ڈرو، ان کی بھلائی کے لئے کوشاں رہنا!

کیا میں نے بات اچھی طرح پہنچا دی؟ اسے میرے اللہ گواہ رہنا!
اے لوگو! مومنین تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، کسی مسلمان آدمی کے لئے

اپنے بھائی کا مال حلال نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہ خوشی سے کچھ دے دے،
کیا میں نے بات اچھی طرح پہنچا دی؟ اسے میرے اللہ گواہ رہنا!
اور دیکھو میرے بعد دوبارہ کافرین کے ایک دوسرے کی گردنیں مارنے میں نہ
لگ جانا، کیونکہ میں نے تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے
اسے ختم کیا تو اس کے بچے بھی گمراہ نہیں ہو گے، اور وہ ہے کتاب اللہ!
تو کیا میں نے اچھی طرح بات پہنچا دی؟ اسے میرے اللہ گواہ رہنا!
اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تم سب آدم
کی اولاد ہو، آدم مٹی سے تھے، اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ
عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہو، بلاشبہ اللہ علیم وخبیر ہے، کسی عربی کو
کبھی عجیب پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

کیا میں نے اچھی طرح بات پہنچا دی؟ اسے میرے اللہ گواہ رہنا!
لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے کہا تو حاضر اسکی اطلاع غائب کو پہنچا دے!
اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہر وارث کا حصہ مقرر کر دیا ہے، اس لئے
اب وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، ایک تمہاری سے زیادہ میں وصیت جائز
نہیں، بچہ نمونہ کی اولاد منظور ہوگا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ جس نے خود کو اپنے
باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا یا اپنے آزار کرنے والے آقاؤں کے سوا
کسی اور کا موالی ہوئے کا دعویٰ کیا تو اس پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی
لعنت ہے، اس سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا، تم پر سلامتی،
اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں!

(۱۲)

خُطْبَتُهُ فِي مَرَضٍ مَوْتِهِ

عَبِي الْقَسَمِ بْنِ الْخَبَرِ قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَرَّبَتْ إِلَيَّ مَوْجِدَةً مَوْجِدًا قَدْ قَصَصَتْ رِثَةً

فَقَالَ خُذْ بِيَدِي فَقُلْ: إِنِّي أَخَذْتُ بِيَدِهِ حَتَّى جَلَسَ عَلَى الْمَنبَرِ
ثُمَّ قَالَ: تَادِي النَّاسَ، فَأَخْبَتُوا إِلَيْهِ فَقَالَ:

أَمَّا بَعْدُ، أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمْ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
كَرَاهَةً لِّدَعْوَانِي خُفُوٍّ مِنِّي بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، لَمَّا كُنْتُ جَلَسْتُ لَهُ فَظَهَرَ
فَهَذَا الظَّاهِرِيُّ فَلَيْسَتْ بِيَدِي، وَمَنْ كُنْتُ شَكَمْتُ لَدُنْهُ عِرْصًا فَهَذَا عِرْصِي
فَلَيْسَتْ بِيَدِي، وَمَنْ أَخَذْتُ لَهُ مَا لَا فَهَذَا مَا لِي فَلَيْسَ أَخَذْتُ مِنْهُ، وَلَا يَخُشَى
السُّخْرَاءَ مِنِّي فِي أَتَمَّائِي مِمَّنْ شَاءَ، أَلَا وَإِنِّي أَحْبَبْتُكُمْ إِلَيَّ مَنْ أَخَذَ
مِيَّ خُفَاؤًا، إِنْ كَانَ لَهُ، أَوْ يَحْتَلِّي فَلَيْقِيَتْ رِقَّتِي وَأَنَا طَيِّبُ النَّفْسِ، وَقَدْ أَرَى
أَنَّ هَذَا أَعْيَزُّ مَعْنَى حَتَّى أَتُوْا مَعِيَ كَمَا مِيرَاثًا

ترجمہ: مرض الموت کے دوران آپ کا خطبہ

فضل بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس شریف
لائے تو میں باہر نکل کر آپ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ کوئی بھڑکھڑا
پٹی باندھ رکھی تھی، مجھ سے فرمایا: فضل میرا ہاتھ پکڑو، میں نے آپ کا ہاتھ
مٹھام لیا یہاں تک کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ، جب
وہ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

”اس کے بعد اسے لوگو! میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں
جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تمہارے درمیان سے میرے کوچ کرنے
کا وقت آگیا ہے سو اگر میں نے تم میں سے کسی کی کمر پ مارا ہو تو میری کمر حاضر ہے
وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے، اگر میں نے کسی کی بے عزتی کی ہو تو میری عزت حاضر ہے
وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے، اگر میں نے کسی کا مال لیا ہے تو یہ میرا مال حاضر ہے اس
میں سے اپنا حق لے لے، میری جانب سے کسی قسم کے بغض یا کینے کا اسے ڈر نہیں
ہونا چاہیے، کیونکہ یہ میری عادت ہی نہیں ہے! دیکھو تم میں سے مجھے سب سے زیادہ

پسند وہ شخص ہے جو مجھ سے اپنا حق لے لے، بشرطیکہ یہ اس کا حق ہو، یا مجھے معاف
کرنے تاکہ میں اپنے پروردگار کے حضور اطمینان سے پیش ہو سکوں! مجھے یوں لگتا
کہ شاید ایک بار بات کرنا کافی نہ ہو اور مجھے تمہارے درمیان کئی مرتبہ اس
طرح کھڑا ہونا پڑے۔“

اس کے بعد آپ منبر سے اترے، عصر کی نماز اور کی پھر دوبارہ منبر پر آئے اور
پہلی بات کو دہرایا، ایک شخص نے تین درجہ کا دعویٰ کیا تو آپ نے اسے ادا کرنا
مجھ فرمایا۔

”أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيُؤَدِّهِ، وَلَا يَقْلُ فُضُوحَ
الدُّنْيَا، أَلَا وَإِنِّي فَضُوحُ الدُّنْيَا أَهْوَى مِنْ فَضُوحِ الْآخِرَةِ

ترجمہ: اے لوگو! جس کے پاس کسی کی کوئی شئی ہو تو اسے ادا کر دے اور
یہ نہ کہے کہ دنیا کے سامنے رسوائی ہوگی کیونکہ آخرت کی رسوائی کے
مقابلے میں دنیا کی رسوائی آسان تر ہے!

اس کے بعد آپ نے شہداء احد کی نماز خانہ پڑھی اور ان کے لئے
مغفرت طلب کی، پھر فرمایا:

”إِنَّ عِبَادَةَ خَيْرَ عِبَادَةِ اللَّهِ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَكَ فَاحْتَارُوا عِنْدَكَ

اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا اور اللہ کے حضور
میں بار بار بیٹھ کر کسی کو چن لے چنانچہ بندے نے اللہ کے
حضور کو چن لیا ہے۔“

پس کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روپڑے اور فرمانے لگے: ہمارے
جانبیں اور ہمارے آباء آپ پر ندامتوں!

خُطْبَتُهُ فِي زَوَاجِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

وَحُطِّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زَوَاجِ ابْنَتِهِ
فَاطِمَةَ الرَّضَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ:

«الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمُحْسِنِ الْمُعْزِزِ الْمُعْتَبَرِ بِقُدْرَتِهِ، الْمَرْهُوبِ مِنْ
عَذَابِهِ، الْمَرْغُوبِ فِيهِ عَيْدُهُ، أَلَا فَايِدُ أَمْرُهُ فِي سَبَابِهِ وَأَرْضُهُ
الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهِ، وَمَنْزَلَهُمْ بِأَحْكَمِهِ وَأَعَزَّهُمْ بِرَبِّهِ
وَأَكْرَمَهُمْ بِبَيْتِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ الْمَصَاهِرَ
لِسَيِّدِ الْأَوْحَادِ وَأَمْرًا مُتَرَفَعًا وَوَسَّجَ بِهِ الْأَرْحَامَ وَالزَّمَنَ الْأَنَامَ
قَالَ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالَى ذِكْرُهُ، وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا
فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَنُسُورًا وَكَانَ رِيبُكَ قَدِيرًا.

فَأَمَّا اللَّهُ يُجِدِّي إِلَى قَضَائِهِ وَيُكَلِّمُ قَضَائِهِ فَدَرَكَ وَلِيَّكَ
قَدْرًا جَلِيلًا يَبْخُوشُ مَا يَشَاءُ وَيَنْتِزِعُ عَيْدُهُ أَمْرًا كَثِيبًا
لَعْنَانًا رَفِيًّا أَمْرًا أَنْ أَرْوَجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَقَدْ
زَوَّجْتُهَا إِيَّاكَ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ ذِصَّةٍ، إِنْ رَمَيْتَ بِذَلِكَ عَلِيًّا»
ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر آپ کا خطبہ

«تمام قرعین اللہ کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کے سبب قابلِ ستائش اور
اپنی قدرت کے عظیم قابلِ پسند ہے جس کے عذاب سے ڈرا جاتا ہے اور جس
کے حضور میں باری کی خواہش کی جاتی ہے، جس کا حکم اس کے آسمان اور زمین پر
نافذ ہے، وہ جس نے اپنی قدرت سے مخلوق پیدا کی، اسے اپنے احکام سے
ممتاز کیا۔ اپنے دین سے عزت بخشی اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیل
بزرگ عطا کی! پھر اللہ تعالیٰ نے رشتہ مصاہرت (خسر و راء و

عطا کرکے بھی نسب کا درجہ دیا اور اسے ایک امر فرض قرار دیا، اس کے عقیل کو
وجود اور اسے مخلوق کے لئے لازم ٹھہرایا اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:
اللَّهُ وَفَاتٍ هِيَ خَلْقَ النَّاسِ كَوْنِيٍّ مِنْ بَيْدٍ كَيْفَ يَهْدِيهِمْ إِلَى سَبِيلٍ
مصاہرت سے شرف عطا کیا، اور تبارک و تعالیٰ کی قدرت والا ہے!

چنانچہ اللہ کا حکم اس کی قضاء کے مطابق جاری و ساری ہے، ہر قضاء
کی ایک قدر اور ہر قدر کے لئے ایک اجل وقت، مقرر ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا
ہے، مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، ام الكتاب (کتابِ محفوظ)
اسی کے پاس ہے! پھر یہ کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ
کو علی کے عقد میں دے دوں، میں نے فاطمہ کو چار سو مِثْقَالِ چاندی حق مہر کے
عوض علی کی زوجیت میں دے دیا ہے، اگر علی اس پر راضی ہوں!

مکتوباتِ نبوی

مکتوبات نبوی

جس طرح معمول کی گفتار روزمرہ زندگی کے مسائل پر گفتگو اور خطبات و تقاریر کی شخصیت کے علم و فضل، فصاحت و بلاغت اور تادرا الکلامی کا پتہ دیتی ہیں اسی طرح مکاتیب و رسائل کا اسلوب بیان بھی انسانی شخصیت کے آئینے کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح روزمرہ کی گفتار اور خطبات میں اپنے مخاطبین کی ذہنی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف مواقع پر مختلف متنوع اسلوب اختیار کرنا ہوتا ہے اسی طرح مکتوبات میں بھی مخاطب کا انداز تفاوت و مختلف ہونا رہتا ہے، بات کی توضیح و تفہیم کے لئے موزوں الفاظ و کلمات کے ساتھ ساتھ مناسب اسلوب اظہار و تعبیر بھی درکار ہوتا ہے۔ الفاظ کی ہیئت اور اسلوب تعبیر کی ہی موزونیت دراصل شخصیت کا ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے دل کی گہرائیاں، زبان کی شیرینی اور خفہ و پنہاں خصائص صلاحتیں عکاسی ہوئی نظر آتی ہیں۔

سید الکونین انصاح العرب والعجم بنی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم و خطبات کی طرح آپ کے مکتوبات و رسائل بھی ایک منفرد اسلوب بیان رکھتے ہیں جسے سہل ممتنع کہا جاسکتا ہے، آپ نے اپنے عہد مہموی میں جو مکتوبات مختلف مواقع کی مناسبت سے اطلاع کرائے تھے وہ بھی جوامع الکلم اور خطبات بلاغت کی صف میں آتے ہیں اور فصاحت و بلاغت کی ایک اعلیٰ و اجمل مثال پیش کرتے ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ و سلیس ہے مگر حسن معنی

کے ساتھ ساتھ جمال لفظی بھی رکھتا ہے۔

تاریخ انسانی میں چشم فلک نے پہلی بار صحراء کے ایک کسلی پوش کو بیابان وقت تمام روئے زمین کے بادشاہوں، حکمرانوں اور اقوام کو مخاطب کرتے ہوئے دیکھا، یہ واقعہ بلاشبہ ایک عجیب العقول واقعہ ہے اور اپنے اندر عبرت و موعظت بھی لئے ہوئے ہے۔ سلسلہ ہجری میں ایک داعی حق جس کی دعوت اپنے گہوارہ اصلی میں گونا گوں خطرات میں گھری ہوئی ہے۔ اور وہاں کی ساری آبادی کو بھی ابھی اپنا حلقہ بگوش نہیں بنا سکی، اس کا شام و عراق اور حبشہ و مصر کے بادشاہوں کے علاوہ اپنے وقت میں مشرق و مغرب کے دربار پر مہدیت شہنشاہوں کو اپنے دین یا نظریہ حیات کا حلقہ بگوش ہونے کی دعوت دینا اور **اَسْلِمْتُ لَكَ** (تیری سلامتی اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرے) کے الفاظ سے خطاب کرنا تاریخ کا ایک معجزہ نہیں تو اگر کیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ قلیل سے عرصہ میں ان سب کا اس داعی حق کے پیچھے آ کر قیام میں آ رہنا اور اس کی دُعاؤں اور پیشین گوئیوں کا حرف بحرف پورا ہو جانا عبرت و موعظت نہیں تو اور کیا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ یہ مکتوبات نبوی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ و ارفع اور حسین و جمیل نمونے ہونے سے کہیں زیادہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمین اور صداقت کی دلیل ہیں! یہ خطوط جہاں ان لوگوں کے خلاف برہان قاطع اور دلیل مسکت ہیں جو مومنین نبوت محمدی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ تو صرف عربوں کے لئے ہادی بن کر آئے تھے وہاں اپنے مشن پر غیر متزلزل ایمان اور اپنے منصب سے غیر معمولی لگاؤ کا بھی پتہ دیتے ہیں، داعی حق جو صد شکن اور نامساعد حالات کی پروا نہیں کر رہا بلکہ اپنے توصیف انانیت کو قبول حق کی عمومی دعوت دیتا ہے کہ مبادا داعی اہل بیہودہ وصال لیکر پہنچ جائے اور دعوت عامہ کا مشن خدا محض اس لئے ناممکن رہ جائے!

ان مکتوبات نبوی میں متنوع بھی موجود ہے، ان میں سے کچھ تو اس عہد کے عظیم درجہ شہنشاہوں کے نام ہیں جن میں اہل کتاب کے علاوہ مشرک بھی تھے، بعض خطوط عرب کے بادشاہوں، راجاؤں اور سرداروں کے نام ہیں بعض چھوٹے مدعیان نبوت کو بھی تحریر کئے گئے۔ اسی طرح بعض سائل عرب کے مسلم وغیر مسلم قبائل کے نام ہیں۔ اور کچھ مکتوبات آپ نے اپنے صحابہ کرام اور مسلم علماء دین و سپہ سالاروں کو لکھے تھے مگر ان سب مکتوبات کا اسلوب اور انداز و تقاطب جدا جدا ہے، آپ کا فرمان تھا۔ **كَتَبُوا إِلَيَّ عَلَى قَدَرِ عَقْلِهِمْ** (لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرو) آپ نے اس پر خوب بھرت عمل بھی فرمایا، جو اربع الکلم اور خطبات کی طرح مکتوبات و رسائل میں بھی آپ نے اپنے مخاطبین کے مرتبہ اور مقام کے علاوہ ان کی ذہنی سطح کو بھی سرچشمہ نظر رکھا۔

عربی زبان میں مکتوبات و رسائل کی بنیاد اول رکھنے کا شرف بھی پیغمبر اسلام کو حاصل ہے مگر اسلوب مکتوب نگاری کو اوج پر پہنچانے والے اور نئی طریقہ ایجاد کرنے والے بھی آپ ہی ہیں، کہا جاتا ہے کہ کوئی باقی کسی فن کو کمال تک نہیں پہنچا یا اگر تا وہ تو صرف باقی اور موجد ہوتا ہے مگر یہاں تو بات ہی صاحب قلوب قرسین اور **وَمَا يَنْطِقُ عَلَى الْمَوْسَىٰ** کی ہے زبان نبوت نے جو رسائل و مکتوبات اٹھا کر اسے وہ آج بھی عربی انشا و پرواز کا اعلیٰ و اجمل نمونہ ہیں، آپ نے جو طریقہ مکتوب نگاری اور طرز تقاطب اختیار فرمایا اس پر عرب کے فصحاء و بلغاء کوئی اضافہ نہ کر سکے!

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ سے خط کا آغاز کرنے کی طرح بھی آپ ہی نے ڈالی، پھر **مِنْ فَتْنٍ إِلَىٰ فَتْنٍ** (فتنوں کی طرف سے فتنوں کے نام) اور **أَمَّا بَعْدُ** لکھنے کا آغاز بھی آپ ہی نے فرمایا تھا، القاب و پرہیزگاری کے آداب اور مخاطب کے اصول تو بعد میں وضع ہوئے مگر آپ کے مکتوبات

میں یہ چیز پیچھے سے ہی موجود ہے۔ آپ شاہ مصر کو خطاب کرتے ہیں تو اسے ”عظیم القبط“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں، شہنشاہ روم سے مخاطب ہو جاتے ہیں تو اسے ”عظیم الروم“ سے خطاب فرماتے ہیں۔ کسریٰ ایران کو خط لکھتے ہیں تو اسے ”عظیم الفرس“ کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں مگر **أَسْلَفْتُ لَكُمْ** کا خطاب سب سے ہے،

اہل کتاب کے بادشاہوں کو کلمہ توحید پر انکشاف ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر وہ دعوت قبول کریں تو لوگوں کا وعدہ ہوتا ہے اور اگر انکار کریں تو رعایا کے کفر و انکار کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں، اہل کتاب کے بادشاہوں کے نام مکتوبات میں سخت اور زوردار انداز میں کفر و شرک کی وہ تحقیر نہیں جو مشرک اور آتش پرست بادشاہوں کے نام خطوط میں ملتی ہے، سب سے نرم اور پرہیزگارانہ لہجہ اس مکتوب کا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ کے نام ہے، اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے مرتبہ کے علاوہ توحید کی دعوت دی گئی ہے جسے بادشاہ قبول کرتے ہوئے اسلام کا حلقہ گمبش بن جاتا ہے۔

آپ کے مکتوبات کے اسلوب میں قرآن کریم کا اثر نمایاں نظر آتا ہے، اکثر خطوط میں آیات قرآنی کی تلمیح اور اقتباسات موجود ہیں۔ مسیلہ کذاب کو جو خط لکھا گیا وہ تو صرف ایک قرآنی آیت ہے اور نہایت بر محل و موزوں نظر آتی ہے۔ شاید اس کا کوئی جواب ممکن ہی نہ تھا! آپ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ ”رسول اللہ“ یا ”عبداللہ و رسولہ“ لازمی لکھواتے تھے، غیر مسلمانوں کو **وَلَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ** سے خطاب کرتے، اگر خط مسلمانوں کے نام ہوتا تو اختتام پر **وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ** لکھتے۔ مکتوبات میں متعلقہ قبیلے کے بچے اور مقامی بولی کے الفاظ بھی استعمال کرتے۔ (دیکھئے خط بنام وائل بن حجر)

خط بھیجنے کے لئے سفراء و قاصدین اور نامہ بردوں کے انتخاب میں بھی

آپ مرتفع اور شادست کو محفوظ رکھتے تھے، آپ کے پاس جو قاصد اور زامہ برائے ان کی بھلائی کا بھی خیال کرتے تھے، آپ نے حضرت معاویہ بن جبلہ کو ان بیٹے کی وفات پر تعزیت کا جو خط لکھا تھا وہ اس موضوع پر لکھے جانے والے خطوط کیلئے سنگ میل ہے!

نہ خطوط

(۱)

إلى المقوقس عظيم القبط

وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد بعث كتابا إلى
بنته رضي الله عنه إلى المقوقس عظيم القبط
سبتم من هجرته وبعث معه كتابا يدعوه إلى
الإسلام ويقول فيه

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى المقوقس
عظيم القبط، سلام على من اتبع الهدى، أما بعد، فإن
يؤدبنا الإسلام، أسلمت لكم بكتابه الله أنكرت منكم، فإن
توليت فإنا علينا إثم القبط، ياكل الكتاب قالوا إلى كلب
سواء بيننا وبينكم، أرفعت إلّا الله ولا تشرك به شيئا ولا
يتخذ به ضنا بعضنا أربابا من دون الله فإن تولوا فقلوا أشهدوا
بأننا مسلمون

وقال صاحب صبح الأعشى: إن كتاب النبي صلى الله عليه وسلم
ووصل إلى المقوقس قد كان بخط أبي بكر الصديق رضي الله عنه وكان فيه

له المروءات ألف ۳۵۲/۲، المروءات في ۳۹۴/۲، السيرة الحلبية ۳۴۱/۲،
المقريزي ۲۹۱/۲، حسن المحاضرة ۲۲۱/۲، صبح الأعشى ۳۴۸/۶، جہرہ رسائل العرب ۳۸۱/۲

له آل عمران (۲۴/۳) صبح الأعشى ۳۶۴/۶

من محمد رسول الله إلى صاحب مصر، أما بعد، فإن
الله أرسلني رسولا وآتاني كتابا فأتاني بالهدى، وقد
وقفت الكفار بيني وبينكم، وقد دخل الناس في ملتجئ، وقد
دعوتكم إلى الهدى، وقد بعثت بكتابه الله أنكرت منكم، فإن
توليت فإنا علينا إثم القبط، ياكل الكتاب قالوا إلى كلب
سواء بيننا وبينكم، أرفعت إلّا الله ولا تشرك به شيئا ولا
يتخذ به ضنا بعضنا أربابا من دون الله فإن تولوا فقلوا أشهدوا
بأننا مسلمون

ترجمہ: مقوقس عظیم قبط جو حج بن مینا کے نام

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاتق بن ابی بلتہ کو مقوقس عظیم قبط کے
پاس سہ ہجری میں ایک خط دیکر بھیجا تھا جس میں اسے اسلام کی دعوت
دی تھی)

وَاللّٰهُ كَسَامِیْ جَوْجَمِنْ وَرَحْمِیْ هَیْ، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی
طرف سے مقوقس عظیم قبط کے نام، اس پر سلام ہو جو راہ حق کی پیروی کرتے۔ اس
کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرے سلامت رہے گا۔
اللہ تعالیٰ تجھے دو گنا اجر دے گا، اگر تو نے انکار کیا تو قبطیوں کا گناہ بھی پرہیز
اور اہل کتاب، او ایک بات پر لکھے ہو جاتے ہیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ
ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور
ہم ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود نہ بنالیں، سو اگر وہ پھر جانیں تو تم
کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم تو مسلمان و اطاعت گزار ہیں گئے ہ

صبح الأعشى کے مصنف کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقوقس کے نام
پر خط حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلم سے لکھا گیا تھا اور اس میں آپ
نے لکھا تھا کہ:

لہ ہو سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مکتوب گرامی میں سورہ طہ
(۲۰/۴۷) کی اس آیت کی طرف تلمیح ہو جو زبان موسیٰ سے فرعون کے دیار
میں ادا ہوئی تھی کہ: وَاللّٰهُ مَرَّ عَلَىٰ مَنْ اتَّبَعَ الْهَدَىٰ

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صاحب مصر کے نام،
 تمہیں معلوم ہو کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر قرآن مجید
 نازل کیا ہے، اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حجت پوری کر دوں اور لوگوں کو
 خبردار کر دوں، اور کانروں سے جہاد کرتا رہوں حتیٰ کہ وہ میرا دین قبول کر لیں اور
 لوگ میرے دین میں شامل ہو جائیں، میں نے تمہیں اللہ کی وحدانیت کے اقرار
 کی دعوت دی ہے، تو اگر تم نے یہ بات مان لی تو سدا و قنن بن جاؤ گے، والسلام!“
 کتب میرت و تاریخ میں مذکور ہے کہ مقدس نے حضرت عاتق کا اقرار
 کیا۔ انعامات سے نوازا، سودنیا اور پانچ جوڑے کپڑے پیش کئے، آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو روکیاں۔ ماریہ والدہ ابراہیم اور سیرین جو دو روکی
 بہنیں تھیں۔ بیس جوڑے کپڑے، مصر کے شہر نہا کا مشہور زمانہ شہید
 اور ایک طبیب بھی ارسال کیا تھا مگر وہ اسلام کی دولت سے محروم ہی رہا۔

(۲)

إِلَى هِرَقْلَ مَلِكِ رُومَ

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لَبَّكَ بِحَبِيبَةِ
 بَنِي خَلِيفَةِ الْكَلْبِيِّ إِلَى هِرَقْلَ قَيْصَرِ رُومَ سَلَامَةً
 سَبَّحَ بِكِتَابٍ يَدْعُوكَ فِيهِ إِلَى الْإِسْلَامِ وَهَذَا
 نَصْرُ رِسَالَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى
 هِرَقْلَ عَظِيمِ رُومَ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - أَتَا بَعْدُ
 فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْتُ مُحَمَّدًا، أَسْلِمْتُ يُوسُفَ
 اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِن تَوَلَّيْتَ فَإِنَّا عَلَيْنَا بِإِسْمِ الْإِسْلَامِ، وَإِنَّا هَلْ

ملہ البخاری ۵۱۱، مسلم ۵، ۱۷۵، السیرۃ الحلبیۃ ۱۲، ۳۶۶، الطبری ۳ : ۸۷،
 ابن الاثیر ۱۲ : ۸۷، الزرقانی ۳۰ : ۳۸۴، الاغانی ۶ : ۹۳، صبح الاضحیٰ ۶ : ۲۷۶

الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ
 وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
 فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

وَذَكَرَ أَبُو عَبْدِ الْقَاسِمِ بْنُ سُلَيْمٍ الْهَرَوِيُّ أَنَّ كِتَابَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ قَيْصَرِ رُومَ كَانَ فِيهِ مَا نَصَّاهُ
 ”مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى صَاحِبِ رُومَ، إِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى
 الْإِسْلَامِ فَإِنِ اسْتَمْتَ فَلَاكُ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ،
 فَإِن لَمْ تَدْخُلْ فِي الْإِسْلَامِ فَاعْطِ الْجَزِيَّةَ، فَإِنِ اللَّهُ تَعَالَى
 يَقُولُ لَا تَبْلُغُوا الَّذِينَ لَا يَدِينُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
 وَلَا يُخْرِجُوكَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ
 الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجَزِيَّةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ
 وَلَا تَقْلُحْ لِيَنَّ الْقَادِحِينَ دِينَ الْإِسْلَامِ أَنْ يَدْخُلُوا
 فِيهِ أَوْ يُعْطُوا الْجَزِيَّةَ“

ترجمہ: ہرقل شاہ روم کے نام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وجہ بن حنیفہ کلبی کو سنہ ۱۰ھ
 میں ہرقل شاہ روم کے پاس ایک خط دیکر بھیجا تھا جس میں آپ نے
 اسے اسلام قبول کرنے کی دھمکی دی تھی۔ آپ کے خط کا متن

یہ ہے:

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے، محمد اللہ کے بندے اور رسول کی
 طرف سے ہرقل عظیم روم کے نام، اس پر سلام جو راہ ہدایت کی پیروی کرے
 اب میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرے سلامت رہے گا
 اسلام لے نہ اللہ تعالیٰ تجھے دو گنا اجر دے گا۔ اگر نہ لے منہ موڑا تو پھر تیری

ملہ البیان (۳ : ۶۶) ملہ الاموال ملہ التوبۃ (۹ : ۲۹)

رعایا کا گناہ بھی مجھ پر ہی ہوگا اور اسے اہل کتاب یا ایک بات پر جمع ہو جائیں
جو ہم میں ہم میں شریک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ہم اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو معبود نہ بنائیں، تو
اگر یہ اہل کتاب برگشت ہو جائیں تو ہم کہہ دو کہ گواہ رہنا، ہم تو مسلمان ہیں ۱۱
(ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہروی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے بڑے قیصر روم کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ لکھا تھا کہ)

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صاحب روم کے
نام ہیں تجھے اسلام کی دعوت دیا ہوں، سو اگر تو نے اسلام قبول کر لیا تو تیرے
حقوق و ذرائع وہی رسول کے جو اہل اسلام کے ہیں اور اگر تو حلقہ اسلام میں
داخل نہیں ہوتا تو جزیرہ ادا کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں سے
جہاد کرو جو اللہ اور روزنا آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان چیزوں کو حرام نہیں
جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں، وہ دین حق کی اعانت نہیں
کرتے اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ
سپت ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیرہ ادا کریں، بصورت دیگر کسانوں اور اسلام
کے درمیان رکاوٹ بنیں کہ وہ مسلمان ہوں یا جزیرہ دیں ۱۲“

(۳)

إلى كسرى ملك الفرس

(وَأَمَّا كِتَابُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى كَسْرَى سُوْدِيَّ
مَلِكِ الْفَرَسِ فَحَمَلَهُ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَّافَةَ السُّمَيْي
سَلَّمَ سِتْرَ وَهَذَا نَصُّهُ)

”اعجاز القرآن للباقانی ص ۱۱۳، الدرر خانی ص ۳۸۹، السيرة الحلیة ۲: ۳۹۸
الطبری ۱۳: ۹۰، ابن الاثیر ۲: ۸۱، صبح الاعشی ۶: ۳۷۷، جمہرۃ رسائل

العرب ۳۵: ۱-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى كَسْرَى
عَظِيمٍ وَرِسٍّ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى، وَأَمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، أَيُّهَا أَنْتَ
رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ كَاتِبُهُ لَوْ تَذَرَمَنْ كَانَ حَيًّا وَحَقَّ الْقَوْلُ
عَلَى اللَّهِ فَيَرِي، أَسَدٌ لَمْ تَسْلَمْ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمُجْرِمِينَ
وَيُصَيِّرُ الرِّوَاةَ وَالْمُؤْتَرِكُونَ بِأَنْ كَسْرَى لَمَّا قَرَأَ الْكِتَابَ
غَضِبَ وَفَرَّقَهُ فَاشْتَدَّ أَيُّضًا إِلَى هَذَا أَنَّهُ وَجَدَ فِي الْقَوْلِ
الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَلْقَاهُ ذَاكَ حَسْرَى مُلْكُهُ
وَقَدْ قُتِلَ ۱۱-

ترجمہ: کسری شاہ فارس کے نام

(جو خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری پر وزیر شاہ فارس کے نام
بھیجا تھا وہ سنہ ہجری میں حضرت عبداللہ بن حذافہ سمیعی سے کر گئے تھے جس کا
متن یوں ہے:)

”اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
سے کسری عظیم فارس کے نام، سلام ہو اس پر جو راہ ہدایت کی پیروی کرے
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
معبود نہیں ہے، وہ وحدہ لا شریک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے
بندے اور رسول ہیں، میں تجھے اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں
اللہ کا رسول ہوں جو تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوا ہے، تاکہ میں ان
لوگوں کو گمراہوں میں سے جان سکے، اور کافروں پر رحمت پوری ہو جائے۔
اسلام قبول کر لے۔ سلامت رہے گا، اور اگر تو نے روگردانی کی تو پھر سارے

ملہ کیس (۳۶: ۷۰)

موسیلوں کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا!

تاریخ میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ کسریٰ نے جب آپ کا خط لکھا تو غصے میں یہ کہتے ہوئے اسے پھاڑ ڈالا کہ: "میرا غلام ہو کر مجھے یہ لکھتا ہے؟!" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رکھے اور ایسا ہی کیا!!

(۴۲)

إِلَى النَّجَاشِيِّ مَلِكِ الْحَبَشَةِ

وَقَبِلَ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الْقُمَرِيِّ إِلَى النَّجَاشِيِّ مَلِكِ الْحَبَشَةِ سِتَّةَ سَبْعٍ وَرَبْعَةٍ مَعَهُ كِتَابًا قَالِ مَلِكُ الْحَبَشَةِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِمَّنْ تَحْتَدُّ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الرَّصْحِمِ مَلِكِ الْحَبَشَةِ، سَلَّمَ أَمْتُ أَكْفَى أَحَبُّ إِلَيْكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُتَعَالِي، وَأَشْهَدُ أَنْ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أُنْزِلَ إِلَى مَرْيَمَ الْبَتُولِ الطَّلَبَةِ الْحَبَشِيَّةِ، فَحَمَلَتْ بِعِيسَى، حَمَلَتْهُ مِنْ رُوحِهِ وَفَعَلَهُ، فَكَتَبَ خَلْقَ آدَمَ مَبِيدَةً وَفَعَلَهُ؛ وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالْمَوَالاتِ عَلَى طَاعَتِهِ وَإِنْ تَتَّبِعْنِي وَتُؤْمِنُوا بِالَّذِي جَاءَنِي فَيَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ، وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ ابْنَ عَمَّتِي جَعْفَرًا وَنَفَرًا مَعَهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَإِذَا جَاءَكَ فَأَقْرِهِمْ وَدَعْ التَّحَبُّرَ وَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجِئْتُكَ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَدْ بَدَّلْتُ وَفَعَلْتُ فَاقْبَلُوا نَصِيحَتِي، وَاللَّهُ مُرَّ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهَدْيَ.

بلکہ اجماع القرائن ص ۱۱۳، مسند الخليفة ۱: ۶۲، الزرقانی ۳: ۳۹۳،

الطبری ۳: ۸۹، السيرة الحلبية ۲: ۳۶۶، صبح الأعشى ۶: ۲۷۸،

جمہور مسائل العرب ۱: ۳۶۔

ترجمہ: نجاشی شاہ حبشہ کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند ہجری میں حضرت عمرو بن امیہ صغریٰ کو ایک خط دے کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا جس میں آپ نے فرمایا:

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نجاشی اصم شاہ حبشہ کے نام، لوگو! امن و سلامتی والا ہے اس لئے میں میرے پاس اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی صاحب اقتدار، پاک ذات، رحمت پرست، امن دینے والا، پناہ میں لینے والا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کی روح اور اس کا کلمہ میں جو اس نے مریم بنول کو عطا کیا تھا، وہ مریم جو پاک و پاک دامن تھیں، بچا تو وہ عیسیٰ کو بیٹا میں لئے پھرے، یہ حمل انہیں اللہ کی روح اور نفع سے ہوا جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تخلیق فرمایا تھا اور ان کے جہد میں نفع روح فرمایا تھا۔ میں تجھے اللہ وحدہ لا شریک کی طرف بلاتا ہوں اور اس کی اطاعت پر دوستی و مروت کی دعوت دیتا ہوں، تاکہ تو میری پیروی کرے اور جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، میں اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیج رہا ہوں، جب وہ تیرے پاس آئیں ان کی ہمان نوازی کرنا، تکبر نہ کرنا، میں تجھے اور تیرے لڑائک کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور بغیر غواہی کا کام کر دیا ہے اس لئے میری نصیحت قبول کر لو، اور سلام ہو اس پر جو راہ ہدایت کی پیروی کرے؟ نجاشی نے دعوت اسلام قبول کرتے ہوئے اپنے بیٹے کے ہمراہ ایک وفد

دربار نبوت میں روانہ کیا اور مکہ و باندہ انداز میں خط کا جواب دیتے ہوئے اپنے ایمان و اسلام کا بھی اعلان کیا، جب وہ فوت ہوئے تو آپ نے ان کی غائب

منارِ جازہ پڑھائی تھی۔

(۵)

إلى الحارث بن أبي شمر الغساني صاحب دمشق
وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد بعث من جاء به
الأنبياء إلى الحارث بن أبي شمر الغساني صاحب دمشق
قبيل الروم، وذلك سنة من هجرة من هجرة من هجرة
قال فيكون

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى الحارث
بن أبي شمر، سنة من علي من أجمع الهدى، وأمن بالله وصدقني،
وكني أدعوك أن تؤمن بالله وحده لا شريك له، يبقى لك ملك
فيروني أن الحارث كذا قرأ الكتاب رضى به فابعد، من يترج
بيني ملكي؟! أنا سائر إليه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم لما
بلغه قوله: يا ذا الملك، ومنعه قبضه عن عمره.

ترجمہ: حارث بن ابی شمر غسانی صاحب دمشق کے نام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وہب اسدی کو تمہیں بھیجی ہیں
ایک خط کہہ حارث بن ابی شمر غسانی دمشق کے رومی حکمران کے پاس بھیجیں ہیں
آپ نے فرمایا:۔

اللہ کے نام سے جو مہربان ہے رحمت والا ہے، محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام، اس پر سلام ہو جو
راہِ ہدایت کا اتباع کرے۔ اللہ پر ایمان لائے اور تصدیق کرے ہیں تجھے
دعوت دیتا ہوں کہ تو اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لائیری حکمرانی باقی رہے گی!
مروی ہے کہ حارث نے جب خط پڑھا تو اسے پھینک دیا اور بولا:

لہ السیرۃ الحلبيۃ ۲: ۳۷۶، شرح الزرقانی ۳: ۸۱، ۸۰، الطبری ۳: ۸۸

کون ہے جو مجھ سے حکمرانی چھینے! میں ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس
جاء ہوں! جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا تھا: اس کی
حکمرانی نابود ہو گئی! فیصلہ روم نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔

(۶)

إلى المنذر بن سادى ملك البعريين
وكانت الرسول صلى الله عليه وسلم لما بعث من جاء به
المنذر بن سادى العبدى صاحب البعريين من قبيل الغرس سنة
سنة من الهجرة قال فيكون

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى المنذر
بن سادى، يا عبدى صاحب البعريين، سنة من أنت، فإني أحمده
الله الذي لا اله إلا هو، أما بعد، فإن من صلى صدقاً واستقبل
قبلاً وأكمل دينه، فذلك المسلم، له ذمته، الله فدمه، فذلك
من أحب ذلك من المحوسب فإني آمن ومن أنى فعله البعريين
فأسلم المنذر وكتب إلى النبي صلى الله عليه وسلم يقول:
«أما بعد يا رسول الله، فإني قرأت كتابك على أهل البعريين
فدعاهم من أحب الإسلام وأحبهم، ودخل فيهم، ومنهم من
كفره، وورأى مني محوسباً فآخذت في ذكرك أمرك!»
فكتب إليه الرسول صلى الله عليه وسلم:

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله إلى
المنذر بن سادى، سنة من عليك، فإني أحمده، لك الله الذي
لہ شرح الزرقانی ۳: ۴۰۲، الاصابۃ ۴: ۱۵۹، اسد الغابۃ ۴: ۴۱۷۔

فتوح البلدان ص ۸۸، کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۵۶، جہرہ رسائل
العرب ۱: ۴۱، صبح الاعشى ۴: ۲۷۶، السیرۃ الحلبيۃ ۲: ۲۷۶

لَوْلَا اِلَٰهُمُوْا، وَاشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلَٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَانْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
 وَرَسُوْلُهُ، اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّيْ اُذْكُرُكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، كَيْفَ اَنْتَ
 مَنْ يَنْصَحُ فَاِنَّمَا يَنْصَحْ لِنَفْسِهِ، وَانْتَهُ مَنْ يُّبْغِ رُسُلِيْ يُّبْغِ
 اَمْرَهُمْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ، وَمَنْ نَصَحَ لَهُمْ فَقَدْ نَصَحَ لِيْ، وَاِنْ
 رُسُلِيْ كَذَبُواْ عَلَيَّ كَذَبُوْا، وَاِنِّيْ نَذَرْتُكَ فَاِنْ كُذِّبَتْ فَاِنْ كُذِّبَتْ
 لِيَسْلُبُوْا مِنْهَا سُلْبًا اَعْلَى عَلَيْهِ وَعَقُوْتٌ عَنْ اَهْلِ الدُّنْيَا قَبْلُ
 مِنْهُمْ، وَاِنْ اَنْتَ مَعَهُمَا تَصِلُحْ فَلَنْ تَعْرِكَ عَنْ عَيْنِكَ وَمَنْ اَتَاكَ
 عَلَى يَهُودِيَّتِهِمْ اَوْ نَحْوِ سِيَّتِهِمْ فَعَلَيْهِ الْحَزْبَةُ

ترجمہ: منذر بن ساوی کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو ستم بھری
 میں ایک خط دیکر منذر بن ساوی کے پاس بھیجا جو اہل فارس کی طرف سے بحرین
 کا والی مقرر تھا، اس خط میں آپ نے فرمایا تھا:

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام، تو اسلام قبول کرنا میں تیرے
 سامنے اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
 اس کے بعد بات یہ ہے کہ جس نے ہماری طرح نماز ادا کی، ہمارے قبلے
 کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے، اسے اللہ اور اس کے
 رسول کا تحفظ حاصل ہوگا، سو مجھ سنیوں میں سے جو اس بات کو پسند کرے
 تو اسے امان حاصل ہے اور جو اسے ناپسند کرے تو اسے جزیرہ دینا ہوگا۔
 چنانچہ منذر نے اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو جواب میں لکھا:

اس کے بعد اسے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط بحرین کے
 لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا ہے چنانچہ بعض نے تو اسلام کو پسند کیا اور اس کے

خط بکوش ہو گئے ہیں، بعض نے اسے پسند نہیں کیا۔ میرے علاقے میں
 مجوسی اور یہودی ہیں اس لئے آپ اپنا نیا حکم جاری فرما دیجئے۔
 اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 طرف سے منذر بن ساوی کے نام، تجھ پر سلام ہو، سو میں تیرے سامنے
 اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں گواہی
 دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد میں تجھے اللہ عزوجل
 کی یاد دلاتا ہوں سو جو غیر خواہی کرے گا تو اپنے لئے غیر خواہی کرے گا جس نے
 میرے قاصدوں کی اطاعت کی، اور ان کے حکم کی پیروی کی تو اس نے گواہی
 اطاعت کی جس نے ان کی غیر خواہی کی تو اس نے میری بھلائی چاہی، میرے
 قاصدوں نے تیرا اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ میں نے تجھے اپنی قوم کا شیخ
 بنا دیا ہے، جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی املاک ان کے پاس رہنے دے
 میں نے خط کاروں کو بخش دیا ہے اس لئے ان کی معذرت قبول کر لے۔
 جب تک تو اصلاح پر عمل پیرا رہے گا ہم تجھے معذور نہیں کریں گے، جو
 یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہنا چاہے تو اس پر جزیہ ہے!

(۷)

إِلَى هُوَذَةَ بْنِ عَلِيٍّ صَاحِبِ الْيَمَامَةِ
 وَكَانَ يَتَنَبَّأُ لِللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَعَثَ سَيِّدُ بَيْنَ عَمْرٍو
 الْعَاجِزِي إِلَى هُوَذَةَ بْنِ عَلِيٍّ صَاحِبِ الْيَمَامَةِ سَنَةَ سِتٍّ وَبَعَثَ
 مَعَهُ كِتَابًا قَالَ فِيهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى هُوَذَةَ بْنِ

عَلِيٍّ الزَّرَقَانِي ۴۰۷۱۳، السِّيَرَةُ الْحَبَشِيَّةُ ۳۷۶: ۲، صَبْحُ الْأُمَشِيِّ ۳۷۹: ۶

عَلَى سَلَامٍ عَلَى مَنْ أَتَى الْهُدَى وَأَعْلَمَ أَنَّهُ دِينِي سَيِّطَلُهُمْ إِلَى
مَنْعَتِي الْخَلَفَ وَالْخَالِفِينَ قَدْ أَسْلَمْتُ قُدُّمًا، وَأَجْعَلُ لَكَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ
قَرْدًا هُوَ ذَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
«مَا أَحْسَنَ مَا شَدَّ عَلَى الْيَوْمِ وَأَجْعَلُكَ أَوْ أَتَا شَاعِدَ قَوْمِي وَ
لِي يَلِيَّهُمْ» وَالْمَرْبِ تَهَابَ مَسْكَافِي، فَاجْعَلْ لِي إِلَى بَيْتِكَ أَوْ مَسْرَ
أَتَيْتُكَ

فَلَمَّا فَتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَهُ قَالَ
لَوْ سَأَلْتَنِي شَيْئًا بَدَأَ مَا فَعَلْتُ، بَدَأَ وَبَدَأَ مَا فِي يَدَيْهِ

ترجمہ: **ہو ذہ بن علی کے نام**

راخضر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیط بن عمرو العامری کو سُننے
میں ایک خط دیکر ہو ذہ بن علی صاحب یمامہ کے پاس بھیجا جس میں آپ نے
فرمایا تھا۔

«اللہ رحمان ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی جانب سے ہو ذہ بن علی کے نام، سلام ہو اس پر جو راہ ہدایت کا اتباع کرے
جان لے کہ میرا دین دنیا کے کوئے کوئے (جہاں ہاک گھوڑوں اور اونٹوں کے
قدم پڑیں گے) میں غالب آئے گا اس لئے اسلام قبول کرے سلامت ہے گا،
جو کچھ تیرے قبضے میں ہے وہ میں تیرے پاس ہی رہنے دوں گا»
چنانچہ ہو ذہ بن علی آپ کے جواب میں لکھا۔

«آپ کتنے اچھے دین کی دعوت دیتے ہیں! میں اپنی قوم کا شاعر و خطیب
ہوں اور عرب میرے مرتبے سے مرعوب بھی نہیں، آپ مجھے اپنا شریک حکومت
بنائیجئے میں آپ کا پیروکار بن جاؤں گا»

مگر جب اس کی اطلاع آپ کو ملی تو اس کا خط سسکے فرمایا: اگر وہ مجھ
سے ایک کچی کھجور بھی مانگتا تو نہ دیتا، برباد ہوا اور اس کا اتنا رنجی نا بود ہوا!

إِلَى جَيْفِرٍ وَعَبْدِ بْنِ الْجَلْدِ مَلِكِي عَمَانَ

وَبَيْتِكَ الْبَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِلَى جَيْفِرٍ
وَعَبْدِ بْنِ الْجَلْدِ الْبَيْتُ الْبَيْتُ مَلِكِي عَمَانَ سِتَّةَ شَهْرٍ وَبَيْتِكَ مَعَهُ
كِتَابًا قَالَ بَيْتُهُ

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
إِلَى جَيْفِرٍ وَعَبْدِ بْنِ الْجَلْدِ، سَلَامٌ عَلَى مَنْ أَتَى الْهُدَى، أَمَا بَدَأَ
فِي الْيَوْمِ أَدْعُو كِتَابِي عَايَةَ الْيَوْمِ، أَسَلِمْنَا شَيْئًا، فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
إِلَى النَّاسِ كُلِّهِ لِيُشَدَّ رَمْلُ مَنْ كَانَ حَيًّا، وَيُحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ،
وَلَا تَكْفُرُوا أَنْ أَقَرَّ شَيْئًا بِالْإِسْلَامِ وَلَيْسَ كَمَا، وَلَنْ أَيْبِيَكُمْ أَنْ تُبَدِّلُوا
بِالْإِسْلَامِ فَإِنَّ مَدَّكُمْ كَمَا زَايَلُ عَنْكُمْ، وَحَسْبِيَ تَحِلُّ شَيْءٍ بِكُمْ،
وَرَضَاكُمْ بِي فِي عَلَى مَلِكِكُمْ»

وَكَتَبْتُ إِلَى بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَفَدَا أَقْرَبَ الْإِسْلَامِ
ترجمہ: **ہو ذہ اور عبد کے نام جو جلدی کے بیٹے اور عمان کے بادشاہ تھے**
رشی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو جیفیر بن جلدی ازنی
اور عبد بن جلدی ازنی کے پاس شہر بھری میں ایک خط دیکر بھیجا جس میں
تھری تھا۔

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جلالہ
کے بندے اور رسول ہیں، جیفیر بن جلدی اور عبد بن جلدی کے نام، سلام ہو
اس پر جو راہ ہدایت پر چلے، اب میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں،
اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے، کیونکہ میں تمام انسانیت کے لئے رسول
مبعوث ہوا ہوں، تاکہ سب زندوں کو خبردار کر دوں، اور منکر بن مرتجبت
للہ مشرق الزرقانی ۳۴: ۱۳، السیرۃ الحلبیۃ ۳۴: ۱۲، صبح الاعشی ۳۸: ۱۶

مجموعہ رسائل العرب ۲۷: ۱

پوری ہو جائے، اگر تم اسلام کا اقرار کرو تو میں تمہیں والی مقرر کردہ ہوں، اور اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو پھر تمہارا اقتدار ختم ہونے والا ہے۔ میرے گھر سے تمہارے صحن میں اُتریں گے، اور میری نبوت تمہارے اقتدار پر غالب آئے گی!۔

اس خط کے تحریر کنندہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، ان دنوں یہاں ہونے اسلام قبول کر رہا تھا۔

(۹)

إلى أكيدر دومة

وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ إِلَى أَكْيَدِرَ دُومَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْكِنْدِيِّ - وَكَانَ مَلِكًا عَلَى دُومَةَ الْجَنْدَلِ وَكَانَ كَصُورِ إِنْيَا - خَرَجَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي سَرِيَّةٍ فِي رَجَبِ سَنَةِ ثَمَجٍ فَاتَّخَذَهُ فِي لِقَاءِ خَالِدٍ قَدِيمًا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ ثُمَّ أَرْسَلَ بَعْدَ وَفَاةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَهُ خَالِدُ بْنُ سَعْدِ بْنِ الْعَمْدِ.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى أَكْيَدِرَ دُومَةَ بْنِ جَبْرِ أَخْبَارَ إِلَى رَسُولِهِ وَخَلَعَ الْأَسَدَ وَرَأَى هَذَا مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ سَيْفِ اللَّهِ فِي دُومَةَ الْجَنْدَلِ وَكَتَبْنَا بِهَا إِنَّ لَنَا الطَّلِيعَةَ مِنَ الصُّحُفِ وَالْبُورِ وَالْمَعَايِ وَغَفَالِ الْأَرْضِ وَالْحَقِيقَةَ وَالسَّوْتِ وَالْحَافِزِ وَالْحِصْنِ وَلَكُمْ الصَّامِكَةُ مِنَ الْغُلِ وَالْمُعِينِ مِنَ الْمُعْمُورِ، وَتُعَدُّ سَارِحَتُكُمْ وَلَا تُعَدُّ

شرح الزمخالي ۴/۳۱۳، الروض الالف ۲: ۳۱۹، العقد الفريد ۱۱۶: ۱۱۶

السيرة الحميرية ۲: ۲۶۹، معجم البلدان ۴: ۱۰۸، فتوح البلدان ص ۱۰۸، صبح البخشي ۴: ۳۷۰، حجة رسالت العرب ۱: ۵۰۱

قَارَدُكُمْ وَلَا يُحْطَرُّ عَلَيْكُمْ الثَّنَاتُ، يُقْبَلُونَ الصَّلَاةَ لَوْ قَبِلْتُمْ وَلَوْ تَوَلَّى الزُّكُوفَ بِحَيْثُمَا عَلَيْكُمْ بِذَلِكَ عَهْدُ اللَّهِ وَالْمِيثَاقُ، وَلَكُمْ بِذَلِكَ الْوَفَاءُ وَالْوَفَاءُ شَهِدَ اللَّهُ وَمَنْ حَقَّقَ مِيقَاتِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ اکیدر دومیہ کے نام

بول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر بن عبد الملک کنڈی کے لئے ایک خط لکھا تھا جو دومتہ الجندل (شام و مدینہ کے درمیان ہے) کا بادشاہ تھا اور نصرانی مذہب رکھتا تھا، حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رجب سنہ ہجری میں ایک سپرہ بیکر اس کے مقابلے کیلئے گئے تھے اور اسے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ کے پاس لے آئے تھے وہ مسلمان ہو گیا تھا مگر وفات نبوی کے بعد مرتد ہو گیا چنانچہ بعد عہدی پر خالد بن ولید نے اسے قتل کر دیا تھا،

اللہ الرحمن الرحیم کے نام سے، یہ خط محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اکیدر دومیہ کے لئے لکھا گیا ہے، جبکہ وہ دعوت اسلام کو لبیک کہہ چکا ہے اور خالد بن ولید سیف اللہ کے ساتھ دومتہ الجندل اور اس کے اطراف میں شرمکار و اعصاب کو خیر باد کہہ چکا ہے۔ چشمے کا لواحق علاقہ، غیر مزمور زمین، غیر مملوکہ زمین، غیر آباد ارضی، جنگ میں کام آنے والا ساز و سامان گھوڑے مویشی اور قلعہ ہمارے لئے مختص ہوگا، جبکہ شہری عدالت والی کھجوریں، آبا و زمین والا چشمہ تمہارے لئے مخصوص ہوگا، تمہارے مال مویشی کو چرنے سے نہیں روکا جائے گا، جو جانور نالو ہوگا اس کا حساب نہیں لیا جائے گا، چراگاہوں سے تمہیں نہیں روکا جائے گا۔ تم اوقات مقررہ میں نماز پڑھو گے اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے، اس سلسلے میں تمہارے لئے اللہ کا عہد و میثاق ہے اور اس پر تمہیں صدق و وفاء کے ساتھ قائم رہنا ہے۔ اس پر اللہ اور حاضر مسلمان گواہ ہیں!۔

إِلَى وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْخَضِرِيِّ وَقَوْمِهِ

وكتب الرسول صلى الله عليه وسلم إلى وائل بن حجر
الخصري وقومه من أهل حضر موت فقال:

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى الْوَيْلِ بْنِ حُجْرٍ هَلَاةٌ مِنْ أَهْلِ
حَضْرَةِ مَوْتٍ بِقَامَةِ السَّادَةِ وَإِتْيَاءِ الزُّكُوفِ عَلَى الْيَتِيمَةِ

لَكَ وَالْيَتِيمَةُ لِصَاحِبِهَا وَفِي السُّبُوفِ الْحُشَى، وَخَذَ ظَرْفًا وَدَرَاهِمًا
وَرَشَقًا وَرَشَقًا وَرَمَى أَجْبَى لَقْدَ أُرْنَى، وَكُلَّ مُسْكِرٍ حَوَامِرَ»

ترجمہ: وائل بن حجر خصری اور آل کی قوم کے نام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر خصری اور ان کی قوم اہل حضر موت
کی طرف تحریر فرمایا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل حضر موت کے بحال
رہنے والے شہزادوں کے نام، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ
ساتھ جانوروں کے ابتدائی نصاب رحمن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، میں ایک
بکری دینا واجب ہوگا، چالیس بکریوں سے اگر ایک زائد ہو تو وہ مالک کا حق
ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، بلواروں پر چھس ہوگا، غلط ملط کرنا یا جانوروں
کو نشی جبکہ اگر کے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو کم کر کے دیکھا نامنوع
ہے، نہ تو وہ قسم کے آدھے آدھے نصاب زکوٰۃ کو ملا کر ایک نصاب بنایا
جائے گا اور نہ کاح شغار و بلا ہر دسے کی شادی کی اجازت ہے؟
وَقَدْ رَوَى الْقَاضِي عِيَّاضُ فِي الشُّفَا (ص ۴۹)، أَنَّ كِتَابَهُ
لَهُمْ قَدْ كَانَ يَهْدَى النَّصِيحَةَ

«إِلَى الْوَيْلِ بْنِ حُجْرٍ هَلَاةٌ مِنْ أَهْلِ الْيَتِيمَةِ شَدَاةٌ

لَهُ الْبَيَانُ وَالْبَيِّنَاتُ ۲۶: ۲، الْعَقْدُ الْفَرِيدُ ۱: ۱۲، صَبْحُ الْأَعْيُنِ ۶: ۲۶۱،
مَجْمُوعَةُ رَسَائِلِ الْعَرَبِ ۱: ۵۸، الشُّفَا ص ۴۹۔

لَا مَقْرُونَةَ الْوَيْلِ طَوْلَ صُنَاكَ، وَأَنْطَوَا الْبَيْعَةَ فِي السُّبُوفِ الْحُشَى،
وَمِنْ رَأَى مِمَّنْ يَكْفُرُكَ مَقْعُومَةً مَائِدَةً لَأَسْتَوْفِيضُوكَ عَامًا، وَمِنْ
رَأَى مِمَّنْ شَيْبَ قَضَرٍ جَوْدًا بِأَلْفَا مِصْمِيمٍ، وَلَا تَوْصِيْمٍ فِي الدُّبُونِ وَالْغَنَّةِ
فِي فَرَاغِضِ اللَّهِ تَعَالَى وَكُلَّ مُسْكِرٍ حَوَامِرَ وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ كَرَفَلٍ
عَلَى الْوَيْلِ ۱۔

قاضی عیاض نے کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں بیان کیا ہے
کہ اہل حضر موت کے نام آپ کے خط کا متن یوں تھا۔

«بحال رہنے والے شہزادوں اور عرب دارسروں کے نام، ابتدائی
نصاب پورا ہونے پر ایک بکری ہے، نصاب سے فائز ہو کر مالک کا
حق ہے یہ بکری نہ تو دلی ہو نہ موٹی تازی، درمیانہ قسم کی ادا کیا کرو، اور
بلواروں میں چھس واجب ہے، غیر شادی شدہ زانی کی سزا یہ ہے کہ اسے
سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لئے جلا وطن کرو و شادی شدہ اگر نکاح کرے تو اسے بولہ بان
کرو، حدود دینی میں سستی نہیں ہوگی، درالط کے فرائض میں پردہ پوشی ہوگی، بے نیشہ دینے
والی پیو جو م ہے اور وائل بن حجر شہزادوں کے سربراہ ہوں گے»

(۱۱)

عَالِي مَالُوتِ حَمِيرٍ

وَقَدْ رَوَى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابٌ مِنْ مَلُوتٍ
حَمِيرٍ حِينَ عَوَّدَتْهُ مِنْ تَبُوتٍ، جَاءَ بِهِ رَسُولُهُمْ إِلَيْهِ يُعَلِّمُونُ
أَسْوَمَهُمْ وَهُمْ: الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ كَلُولٍ وَكَعْبَةُ بْنُ عَبْدِ كَلُولٍ
وَالنُّفَّاسُ بْنُ ذِي رُغَيْنٍ وَهَمْدَانُ وَمَعَارِضُ بْنُ كَعْبَةَ بْنِ كَعْبَةَ
ذُو بَيْنِ مَالِكِ بْنِ مَتْرَةَ الرَّهَاقِيِّ يُعَلِّمُونَ أَسْوَمَهُمْ وَقَوْمَهُ وَمُعَارِضُهُمْ الشَّرَافَ
وَالشُّرُوكِينَ فَلَكَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سہیر بن ہاشم ۳۸: ۲، البیرو الخلیفہ ۳۵۱: ۳، الطبری ۱۰۳: ۳۔
فتوح البلدان ص ۷۷، مجملہ رسائل العرب ۱: ۵۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى الْخَلَائِفِ بْنِ
عَبْدِ كَلِيلٍ وَنُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كَلِيلٍ وَالتُّعْمَانِ قُلِي ذِي رُعَيْنٍ وَهَمْدَانَ
وَمَعَاذِرَ أَمَّا بَعْدُ ذَلِكَ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمْ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ
إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ رَفَعَ بِأَرْسُولِكُمْ مَقْفَلَنَا مِنْ أَرْضِ
الشَّرِّهِ لِيَقْبِلَنَا بِالْمَدِينَةِ فَبَدَعَ مَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَخَبَرْتُمْ بِهِدِكُمْ
وَأَتَجَانِبُ بِأَسْوَأِكُمْ وَقَدْ كُفِّرْتُمْ الْمُشْرِكِينَ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ هَذَاكَ
بِهِدَاتِهِ، إِنَّ أَصْحَابَكُمْ وَأَطْعَمَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَأَقَامْتُمْ
الْمَصَلَاةَ وَأَتَيْتُمْ السَّكَاةَ وَأَعْطَيْتُمْ مِنَ الْمَغَانِيمِ حُسْنَ اللَّهِ
وَنِعْمَتُهُمْ نَبِيَّهُ وَصَفِيَّهُ وَمَا كَتَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الصَّدَقَاتِ، مِنْ
الْعَقَابِ عَشْرَ مَا سَقَتِ الْعَيْنُ وَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ، وَكُلَّ مَا سَقَى
بِالْأَنْدَرِبِ يَصُفُّ الْعَشْرَ، وَفِي الْإِبِلِ فِي الْأَرْبَعِينَ أَيْلَةً كَبُونٌ، وَفِي
ثَوَائِيهِمْ فِي الْإِبِلِ ابْنُ كَبُونٍ ذَكَرَهُ، وَفِي كُلِّ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ
شَاةٌ وَفِي كُلِّ عَشْرٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاتَانِ -
وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ الْبَقَرِ بَقْرَةٌ وَفِي كُلِّ ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ بَقْرَةٌ
جَدَّةٌ أَوْ جَدَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مِنَ الْغَنَمِ غَنَمٌ وَحَدَّةٌ هَا
شَاةٌ، وَالتَّهَافُ رِيضَةُ اللَّهِ الَّتِي قَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَةِ،
فَمَنْ رَدَّ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ، وَمَنْ أَدَّى ذَلِكَ وَأَتَمَّهُدَ عَلَى إِشْلَاقِهِ
وَفَاطَمَةُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، لَهُ مَا لَهُمْ
وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْهِمْ، وَلَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ -

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ فَإِنَّ لَهُ مِثْلَ مَا لَهُمْ
وَعَلَيْهِ مِثْلَ مَا عَلَيْهِمْ - وَمَنْ كَانَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ أَوْ نَصْرَانِيَّتِهِ فَإِنَّهُ
لَوْ بَقِيَ عَنْهَا وَعَسَى الْجَزِيَّةُ، عَلَى كُلِّ حَالٍ كَقَصِيرٍ أَوْ أَشَى خَيْرٌ أَوْ
عَبْدٌ، دِينَارًا أَوْ قِيمَتُهُ مِنَ الْمُتَاعِيرِ أَوْ عِوَضُهُ ثِيَابًا، فَمَنْ أَدَّى

ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَإِنَّ لَهُ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ وَمَنْ مَنَعَهُ فَإِنَّهُ
عَدُوٌّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ -

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَرْسَلَ إِلَى رُزْعَةَ ذِي
يَزِينَ، أَنَّ إِذَا أَتَيْتُمْ رَسُولِي مَا وَصِيَّكُمْ بِهِمْ خَيْرًا، مَعَاذُ بَنِي جَبَلٍ
وَعَبْدِ اللَّهِ بَنِي زَيْدٍ وَمَالِكِ بْنِ عُبَادَةَ وَغُلَامَةُ بَنِي نَسِيرٍ وَمَالِكِ بْنِ
مُرَّةٍ وَاصْبَاءُ لَهُمْ وَأَنَّ أَجْمَعُوا مَا عَيْتَكُمْ مِنْ الصَّدَقَةِ وَالْجَزِيَّةِ
مِنْ خَالِيَتِكُمْ وَأَبْلَغُوا رَسُولِي، وَأَنَّ أَمِيرَهُمْ مَعَاذُ بَنِي جَبَلٍ قَدْ
يَقْبِلُنَا إِلَى رَاضِيَا -

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَشْهَدُ أَنَّ كَلِمَةَ الْوَالِدِ وَاللَّهِ وَأَنَّ عِبْدَهُ
وَرَسُولَهُ، ثُمَّ أَنَّ مَالِكِ بْنِ مُرَّةٍ الرَّهَاقِي قَدْ حَدَّثَنِي أَنَّكَ
قَدْ أَسْكَنْتَ مِنْ أَقْوَلِ حَبِيرٍ وَقَتْلَتِ الْمُشْرِكِينَ، فَابْتَشِرْ بِخَيْرٍ
وَأَمْرًا بِحَبِيرٍ خَيْرًا، وَلَا تَخَوْفُوا، وَلَا تَحْذَرُوا - فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
مَوْلَى غُلَامِكُمْ وَفَقِيرِكُمْ -

وَأَنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحُلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِوَالِدَيْهِ إِلَّا مِنْ رِكَائِ
يُتْرَكُ نَبَا عَلَى فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ، وَإِنَّ مَالِكًا قَاتِلَ
الْحَبَرِ وَحَفِظَ الْغَيْبِ وَأَمْرَكُمْ بِهِ خَيْرًا - وَإِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ
مِنْ صَالِحِي أَهْلِي وَأَوْلَى ذِيْنِهِمْ وَأَوْلَى عَلَيْهِمْ فَأَمْرَكُمْ بِهِمْ
خَيْرٌ أَدْرَأْتُمْ مَنْظُورًا إِلَيْهِمْ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
وَبَرَكَاتُهُ -

ترجمہ: شاہانِ حمیرہ کے نام

بنوک سے واپسی پر حضرت علیؑ و سلمؐ کو شاہانِ حمیرہ کا خط ملا جس
میں انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا اور وہ لکھے ہارث بن عبد کمال
نعمان بن عبد کمال اور نعمان والی زری رعی، بہلان اور معاشرہ اسی طرح زرعرہ

ذوین نے مالک بن مرہ ربادی کو بھیج کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا، ان سب نے شکر اور شکرین سے علیحدگی کا بھی اعلان کیا تھا، چنانچہ آپ نے انہیں لکھا: "اللہ تمہیں درجہ کے نام سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو اللہ کے نبی و رسول ہیں، احادیث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور والی ذی رعبین نعمان کے نام، اس کے بعد اب میں تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہاں تو تمہارا قاعدہ ہمارے پاس پہنچا، جبکہ ہم سرزمینِ روم سے واپس آئے تھے۔ وہ ہم سے مدینہ میں ملا۔ اس نے تمہارا پیغام اور حالات ہمیں پہنچا دیے ہیں، اس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں اور مشرکین کو قتل کیا ہے۔ اللہ نے آپ کو اپنی ہدایت سے راہِ راست پر ڈالا ہے۔ اگر آپ اصلاحی روش پر چلے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی رضا قائم کی، زکوٰۃ ادا کرتے رہے، مالِ غنیمت میں سے اللہ اور اس کے برگزیدہ نبی کا پانچواں حصہ ادا کیا، اور جو صدقات مسلمانوں پر فرض ہیں ادا کئے، اجزائین چشموں سے سیراب ہو یا آسمان فی بارش سے سیراب ہو اس کی پیداوار پر عشر ہے، جو زمین کنوئیں سے پانی نکال کر سیراب ہو اس کی پیداوار پر نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے، اونٹوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس اونٹوں پر دو سالہ اونٹنی ہوگی، تیس اونٹ ہوں تو دو سالہ اونٹ دینا ہوگا۔ پانچ اونٹ ہوں تو ان پر ایک بکری ہوگی۔ ہر سو اونٹ پر دو بکریاں ہوں گی؛ اگر چالیس گائیں ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک گائے ہے، تیس گائیں ہوں تو ایک سال کا بھیرا نہ کر ہو یا اونٹ، ہر گاہ میں چرنے والی اگر چالیس بھیر بکریاں ہوں تو ایک بکری واجب ہوگی، اور یہ ہے اللہ کا فرض ہے جو اس نے صدقات کے سلسلے میں مومنوں پر عائد کیا ہے۔ اگر کوئی زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، جس نے یہ فرض ادا کیا، اپنے اسلام پر شہادت قائم کی اور مشرکین کے خلاف مومنین کی مدد کی تو وہ اہل ایمان میں شامل ہو گیا، اس کے

حقوق و فرائض دہی ہوں گے جو مومنین کے ہیں۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول کا مدد و تحفظ حاصل ہوگا، اگر کوئی یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے تو اس کے حقوق و فرائض بھی دہی ہوں گے جو مومنین کے ہیں جو شخص یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہنا چاہے تو اسے فریضہ کر کے اپنے مذہب سے ہٹا یا نہیں جائے گا۔ اسے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ ہر بالغ مرد و عورت، آزاد اور غلام، ایک پورا دیار یا اس کی قیمت کے برابر معاخرے بنے ہوئے کپڑے یا اس کے علاوہ کپڑے جو معاوضہ بن سکتے ہوں، تو جس نے یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول کو ادا کر دیں اسے اللہ اور اس کے رسول کا ذرا اور تحفظ حاصل ہو گیا اور جس نے اس سے انکار کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول و نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زر و غزی بیرون کے نام پیغام بھیجا ہے کہ اگر تمہارے پاس میرے قاصد آئیں تو ان کے بارے میں میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور وہ میں معاذ بن جبل، عبد اللہ بن زید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرہ اور ان کے ساتھی؛ تمہارے پاس جو مال زکوٰۃ ہے وہ جمع کر لو اور اپنے علاقوں سے جزیہ وصول کر کے میرے قاصد کے پاس پہنچا دو، ان کے ہر معاذ بن جبل ہیں، انہیں تمہارے مال سے مطمئن ہو کر لوٹنا چاہیے۔

اس کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ وہ اس کے بندے اور رسول ہیں پھر یہ کہ مالک بن مرہ ربادی نے مجھے بتایا ہے کہ تو حیر میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوا ہے اور مشرکین کو قتل کر رہے۔ تجھے بھلائی کی بشارت ہو میں تجھے قوم حیر کی بھلائی کا حکم دیتا ہوں خیانت نہ کرنا۔ ساتھ نہ چھوڑنا۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے ہر امرِ دغیر کے والی ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کے لئے صدقات حلال نہیں یہ تو زکوٰۃ ہے جو غریب مسلمانوں اور بے وطن لوگوں کے لئے ادا کی جاتی ہے۔ مالک

نے بات پہنچا دی ہے، امانت سے کام لیا ہے میں نہیں اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں۔

میں نے تمہارے پاس اپنے صالح ساتھیوں کو بھیجا ہے، جو دیندار بھی ہیں اور صاحب علم بھی ہیں تمہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ قابلِ لحاظ و احترام ہیں، تم پر سلام ہو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں !

(۱۱۲)

رالی خالید بن الولید

كَرَّاهَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْبِرُهُ بِإِسْلَامِ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ سَنَةَ عَشْرٍ يَقُولُ :

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ، وَرَحِمَهُ اللَّهُ وَبَارَكَ، فَإِنِّي أَخَذْتُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّمَا بَعَدَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّا نَأْتِيكَ بِعَشْرِي إِلَى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ وَأَمْرُهُنَّ إِذَا أَتَيْتَهُمْ أَنْ لَا أَتِيَهُمْ نَذْرًا أَنَا بِرَأْيِ مَا دَعَوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنِ اسْلَمُوا أَكُنْتُ فِيهِمْ وَقِيلَتْ مِنْهُمْ وَقَالَتْهُمْ مَعَالِمَ الْإِسْلَامِ وَكِتَابَ اللَّهِ وَمُعَذَّةَ نَبِيِّهِ، وَإِنْ لَمْ يُسَلِّمُوا فَاتَّكَلُّهُمْ، وَإِنِّي قَدِمْتُ عَلَيْهِمْ فَدَعَوْتُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَذَكَرْتُ لَهُمْ كَمَا أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثْتُ فِيهِمْ رُجُلًا قَالُوا يَا بَنِي الْحَارِثِ أَتَسْلِمُونَ أَسْلَمُوا، فَاسْلَمُوا وَلَمْ يُقَاتِلُوا، وَأَنَا مُقِيمٌ بَيْنَ أَظْهَرِهِمْ، أَمَرُهُمْ بِمَا أَمَرَهُمُ اللَّهُ بِهِ وَأَنْتُمْ مَعَهُ عَمَّا نَهَاَهُمُ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَعْلَمُهُمْ مَعَالِمَ الْإِسْلَامِ وَرُسُلَهُ النَّبِيِّ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَكْتُبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحِمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»

كَرَّاهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلِي خَالِدُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لَهُ :

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ، وَرَحِمَهُ اللَّهُ وَبَارَكَ، فَإِنِّي أَخَذْتُ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، إِنَّمَا بَعَدَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّا نَأْتِيكَ بِعَشْرِي إِلَى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ كَعْبٍ وَأَمْرُهُنَّ إِذَا أَتَيْتَهُمْ أَنْ لَا أَتِيَهُمْ نَذْرًا أَنَا بِرَأْيِ مَا دَعَوْتُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنِ اسْلَمُوا أَكُنْتُ فِيهِمْ وَقِيلَتْ مِنْهُمْ وَقَالَتْهُمْ مَعَالِمَ الْإِسْلَامِ وَكِتَابَ اللَّهِ وَمُعَذَّةَ نَبِيِّهِ، وَإِنْ لَمْ يُسَلِّمُوا فَاتَّكَلُّهُمْ، وَإِنِّي قَدِمْتُ عَلَيْهِمْ فَدَعَوْتُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَذَكَرْتُ لَهُمْ كَمَا أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَكْتُبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحِمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»

ترجمہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سنہ ہجری میں ایک خط لکھ کر آپ کو بنو حارث بن کعب کے قبول اسلام کے مقلنی اطلاع دی تھی اور کہا تھا کہ :

«اللہ رحمان ورحیم کے نام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جو اللہ کے نبی و رسول ہیں، خالد بن ولید کی جانب سے، السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ میں آپ کے حضور میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اب اس کے بعد یا رسول اللہ! آپ پر اللہ کا درود و سلام ہو، آپ نے جو مجھے بنو حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا اور مجھے حکم فرمایا تھا کہ وہاں پہنچ کر تین دن تک ان سے لڑائی نہ کرنا، اور انہیں اسلام کی دعوت دینا، مگر لوہے مسلمان ہو گئے تو ان میں رک جانا۔ ان کے اسلام لانے کو تسلیم

۱۵۶/۳، الطبری ۳۸۳، ۱۲، ص ۴، ص ۳۶۴، ۴، ص ۴۷۵، ۴

جمہور رسائل العرب ۱/۹۲

کر لینا انہیں ارکان اسلام کی تعلیم دینا اور کتاب اللہ اور اللہ کے رسول کی سنت سکھانا۔ اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا۔

یہ ان کے پاس آیا تو انہیں میں نے تین دن تک اسلام کی دعوت دی جیسا کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، میں نے ان کے پاس سوار بھیجے تھے جنہوں نے ان سے کہا تھا، اسے نبی عارث! اسلام قبول کر لو سلاامت رہو گے، چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اور جنگ نہ کی۔ میں اب ان کے ہاں ٹھہرا ہوا ہوں، انہیں ان باتوں کا حکم دے رہا ہوں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور ان باتوں سے منع کر رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، میں انہیں ارکان اسلام اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دے رہا ہوں، یہاں تک کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطر مل جائے۔
والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۱

چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا:

«اللہ رحمان ورحیم کے نام سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو اللہ کے نبی و رسول ہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام، سلام علیک»
میں میرے سامنے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اب بعد از انفا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچ گیا ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ بنو عارث بن کعب نے جنگ کے بغیر ہی اسلام قبول کر لیا ہے اور انہوں نے تیری دعوت اسلام پر لبیک کہا ہے۔ انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا راہ و ہدایت دکھا دی ہے۔ تو اب انہیں بشارت کے ساتھ بتائیے بھی کہ دو اور واپس لوٹ آؤ، مہنار سے ساتھ ان کا وفد بھی آنا چاہیے، والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱۲

إِلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

تَخَلَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ،

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُعْزِيهِ بِإِسْنِ لَدَّ كَانَ قَدْ مَاتَ فَقَالَ

«يَسْلِمُ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ - مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ،

بِسْمِ اللَّهِ، مَا فِي أَحَدٍ إِلَيْكَ اللَّهُمَّ التَّوْحِيدُ وَالْإِلَهَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

أَمَّا بَعْدُ، فَعُظْمُ اللَّهِ تِلْكَ الرَّحْمَةُ وَالْهَيْبَةُ الصَّابِرَةُ، وَرَفَقْنَا بِأَيَّامِكَ

الْقُدْرَةِ، ثُمَّ إِنَّ أَلْفُسًا وَأَهْلِيكَ وَمَوَالِيكَ مَوَالِي اللَّهِ الشَّهِيدِ

وَعَوَارِيزِهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ لَمَنْعٍ مِنْهُ إِلَى أَجْلِ مَعْدُودَةٍ. وَتَلْبَعِي لَوْ تَبِي

مَعْلُومٍ، ثُمَّ أَتَى مَنْ عَلَيْنَا الشَّكْرَ إِذَا أَفْعَلُ وَالصَّبْرَ إِذَا أَتَى، وَ

كَانَ إِلَيْكَ مِنْ مَوَالِي اللَّهِ الْهَيْبَةِ وَرَعَوَارِيزِهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ مَعْدُودَةٍ

بِهِ فِي بَيْتِكَ كَسْرٍ وَرَفَقَةٍ مَيْتَ بِأَجْرِ كَثِيرٍ، الصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ

وَالْهَدْيُ، إِنْ صَبَرْتَ وَخَشَعْتَ لَكَ جَمْعًا عَلَيْكَ بِمُعَاذِ خَصْلَتَيْنِ،

أَنْ يُجْطَجِرَ عَنكَ صَبْرَكَ فَتَقْدَمَ عَلَى مَا قَدْ نَكَتَ فَلَوْ كَدَّ مَعَهُ عَلَى تَوَابٍ

مُعِينَةٍ، قَدْ أَطَعْتَ رَبَّكَ وَتَجَعَلْتَ مَوْعُودَةً، عَرَفْتَ أَنَّ الْمُصِيبَةَ

قَدْ تَصَوَّرَتْ عِنْدَهُ، وَأَعْلَمَ أَنَّ الْجَزَعَ لَوْ يَكُونُ مَيْتًا وَلَوْ يَكُونُ

حُزْنًا فَالْحُسْنِ الْبَقَاءُ وَتَجَعَلْتَ الْمَوْعُودَةَ وَلَيْزَ هَيْبَ أَمْنِكَ مَا هُوَ

كَانَ بِكَ فَكَانَ قَدْ ۱۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے نام ایک

خط ارسال فرمایا تھا جس میں انہیں ان کے ایک بیٹے کی وفات پر تعزیت

بلہ صبح الاغشی ۸۰: ۹، جمعہ رسول العرب ۱: ۶۵

بلہ اصل میں نہیں ہے:

اور تسلی فرمائی تھی

اللہ رحمان و رحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے
معاذ بن جبلؓ کے نام، سلام علیک، میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں جس کے
سوا کوئی معبود نہیں، ابا جعد، اللہ تعالیٰ تمہارے اجر کو بڑا کرے۔ تمہیں صبر کی
تلقین فرمائے، اور ہمیں اور تمہیں جنت کی توفیق بخشے،

ہماری جانیں، اہل و عیال اور دوست اللہ کی اعلیٰ بخششیں ملیں اور اس کے
احسانات میں جو اس نے بطور امانت دے رکھے ہیں۔ ایک محدود مدت تک
ہم ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور مقررہ وقت پر یہ لے لی جاتی ہیں، پھر اس
ہم پر فرض کیا ہے کہ اس کی بخشش کا شکریہ ادا کریں اور آزمائش میں پڑیں تو
صبر کریں۔

تمہارا بیٹا بھی اللہ کی خوشگوار بخششوں میں سے ہی تھا اور اس کی بطور
امانت دی ہوئی بھلائیوں میں سے تھا، اللہ نے تمہیں اپنے اس بیٹے کے سبب
خوشی و مسرت سے لطف اندوز کیا، اور ایک بہت بڑے اجر کے بدلے تم
سے لے لیا ہے، یعنی درود و رحمت اور ہدایت کا اجر! اگر تو صبر سے اسے
باعثِ اجر تصور کرے، تو اسے معاف! پھر تم میں دو باتیں جمع نہ ہونے پائیں
گی۔ (بچے سے اور ماں سے) ثواب سے محرومی! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری گھبراہٹ
صبر کو ضائع کر دے اور تم اس محرومی پر نادم ہو۔ اس لئے اگر تم مصیبت پر
ثواب پانے کی ہمت کرو تو اپنے رب کے فرمانبردار قرار پاؤ گے اور اس کا وعدہ
پورا کر دکھاؤ گے اور تمہیں معاف ہو جائے گا کہ اس اجر سے مصیبت کہیں
کم تھی۔

اور یہ جان لو کہ جنت و فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آجاتا اور نہ
اس سے غم کی مصیبت عمل سکتی ہے۔ اس لئے جتن جزاء حاصل کرو اور وعدہ
پورا کر دکھاؤ، تمہاری مصیبت کا غم اس تصور سے ذائل ہو جانا چاہیے کہ یہی

موت تم پر بھی نازل ہونے والی ہے بلکہ یوں سمجھو کہ جیسے تم بھی اللہ کو پیار سے ہو
چکے ہو! "

(۱۴۲)

إِلَى مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ الْخَنَفِ

وَفِي نِصْفَةِ سَنَةِ عَشْرِ مِائِينَ الْخَبَرِ عِنْدَ مَا عَادَ وَفَدَ بَنِي حَنْظَلَةَ
مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْيَمَامَةِ إِذْ عَلَى مُسَيْلَمَةَ الْقُبُورَةِ وَكَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

«مِنْ مُسَيْلَمَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ، سَلَامٌ عَلَيْكَ
أَمَّا بَعْدُ فَبَدَّلْ لِي قَوْلَ أَشْرِكْتُ فِي الْأُمُورِ مَعَكَ، فَإِنَّ لَكَ نِصْفَ الْأَرْضِ
وَلَكِنْ قَدْ لَيْشَأْ قَوْمٌ يَعْتَدُونَكَ» وَكَاتَبَتِ الرَّسَالَةَ فَلَدَّ كُتِبَتْ
بِحَظِّ عُسْرٍ وَبَنِي الْحَارِثِ وَالْحَنْظَلَةِ

فَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُسَيْلَمَةَ

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُسَيْلَمَةَ
الْكَذَّابِ، سَلَامٌ عَلَى حَسْبِ الْهَدَى، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْأَرْضَ بَيْنَ
بُؤْرَتَيْهَا مَوْئِلٌ لَكُمْ مِنْ بَعْدِهَا، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ»

بنو حنیفہ کے میلہ کذاب کے نام

دسویں ہجری کے آخر میں بنو حنیفہ کا وند جب مدینہ منورہ سے پیام واپس
آیا تو میسر نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا جس میں
وہ کہتا ہے۔

سہ سید ابن ہشام ۲۸۸: ۲، السيرة المحلبيّة ۳۴۷: ۲، الزرقاني ۳: ۲۵،
الطبري ۱۶۷: ۳، ابن الاثير ۱۱۵: ۲، فتوح البلدان ص ۹۵، صبح الاغشى۔

۳۸۱: ۴، جہزۃ رسائل العرب ۶۷: ۱۔

سہ الامرات (۱۲۸/۷)

”مسلمان رسول اللہ لعنہ اللہ علی الکاذبین کی جانب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام، سلام علیک، اما بعد، میں بھی آپ کا شریک ٹکرائی بنایا گیا ہوں، اس سے آدھی زمین ہماری اور آدھی زمین قریش کی، مگر قریش ایک ایسی قوم ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں!“

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید کو گھٹایا۔

”اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سید کو گھٹایا کے نام، سلام اس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا، اما بعد، جان سے کہ زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنانا رہتا ہے، اور نیک انجام تو صرف اہل تقویٰ کا مقدر ہے۔“

(۱۵)

إلى نصارى نجران

وَكُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نَصَارَى نَجْرَانَ مِنْ عَسَاكِرِ الْيَمَنِ مَا نَصَحَهُ

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، إِلَيْهِ إِبْرَاهِيمُ ذُرِّيَّتُهُ وَمُشَوَّبٌ، أَمَّا بَعْدُ، فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُنْزُكُمْ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ مِنْ عِبَادَةِ الْغِيَاثِ وَأَدْعُوكُمْ إِلَى دِرَاسَةِ اللَّهِ مِنْ دِرَاسَةِ الْغِيَاثِ، فَإِنْ أَتَيْتُمْ فَاتُخَذَتُمْ، فَإِنْ أَتَيْتُمْ فَقَدْ أَتَيْتُمْكُمْ بِحُذُوبِ الْوَسْلَامِ“

نجران کے نصاریٰ کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی یمن میں نجران کے عیسائیوں کی طرف مندرجہ ذیل تحریر ارسال فرمائی تھی:

”اللہ رحمن ورحیم کے نام سے جو ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا موصوہ ہے، اما بعد، میں تمہیں بندوں کی بندگی کے بجائے اللہ کی عبادت

سہ صبح الہدیٰ ۴/۳۸۰، ۱۱/۳۸۱، جہزہ رسائل العرب ۱: ۷۶

کی دعوت دیتا ہوں اور بندوں کی ولایت اور سرپرستی کی بجائے اللہ کی ولایت و سرپرستی کی دعوت دیتا ہوں، اگر تم انکار کرو گے تو پھر جزیرہ اور اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو پھر میں تمہیں اسلم سے جنگ کا الٹی میٹم دیتا ہوں۔“

(۱۶)

إلى بني ثقیف

وَكُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي ثَقِيفٍ فِي رَمَضَانَ سَنَةِ ثَمَانٍ وَسِتِّينَ عَشْرَةَ مِنْ بَنِي ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ كُتِبَ لَكُمْ كِتَابًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ عَصَاةَ رَبِّكَ وَصِيَّةَ لَكُمْ لَوْ يُعَصَّدُ شَجَرُهُ، وَمَنْ يُجِدْ يَفْعَلْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يُجَدَّدُ وَتُزَكَّى نَفْسُهُ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يُؤَخَّرُ يَبْلُغُ بِهِ إِلَهُكَ مُحَمَّدٌ وَإِنْ هَذَا أَمْرٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، فَكُتِبَ خَالِدٌ مِنْ سَيِّدِ الْعَصِ بِأَمْرِ الرَّسُولِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَكَتَبَ إِذَا أَحَدٌ يَطْلُبُ نَفْسَهُ يَبْغِهَا أَوْ يَبْغِهَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

بنو ثقیف کے نام

سند مجری میں تبوک سے مدینہ پہنچے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کے اشراف کا ایک وفد آیا اور مسلمان ہو کر بیعت کی، آپ نے انہیں لکھا: ”اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو اللہ کے نبی و رسول ہیں مومنین کے نام، وادی وچ کے درخت اور شکار حرام۔“

سہ سیرۃ بن مشہم ۲/۳۵۱، السیرۃ الجلیلیۃ ۲/۳۴۹، الزرقانی ۲/۱۰، جہزہ رسائل العرب ۱/۵۲۔

بہان کے درخت نہ کاٹے جائیں گے۔ اگر کسی نے اس کی خلاف ورزی کی تو
اسے پکڑ کر نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا دیا جائے گا یہ نبی محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ یہ خط خالد بن سعید نے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حکم سے لکھا۔ جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ خود پر ظلم کرے گا۔
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔

عہود و مواعیق نبوی

عہود و موثقی نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد ہمایونی میں جو معاہدے، احکام و دستاویزات تحریر کرنے کا حکم دیا اور وہ آپ کے الفاظ میں ضبط تحریر میں لائی گئیں ان کا مطالعہ بھی بے حد اہم اور دلچسپ ہے۔ فصاحت و بلاغت نبوی کا ایک منظر منورہ ہونے کے علاوہ ان سے میرت نبوی کے بعض پہلوؤں پر روشنی بھی پڑتی ہے اور بہت مفید اور قیمتی حقائق سامنے آتے ہیں۔ ان دستاویزات میں سے تین خصوصیت کے ساتھ مفصل مطالعہ کا تقاضہ کرتی ہیں۔ سیدنا ق مدینہ، معاہدہ مدینہ اور وثیقہ عمرو بن حزام انصاری رضی اللہ عنہ ان معاہدوں کے مسئلے میں دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، ایک یہ کہ ان معاہدوں کی تحریر و تکمیل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور پوزیشن میں کبھی نہیں تھے بلکہ آپ اس وقت ہمیشہ غالب اور برتر حیثیت میں تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے کمزور، زیر دست اور حالات سے مجبور معاشرین و مخالفین سے نہ تو من مافی شرائط منوانے کی کوشش کی اور نہ ان پر دھونس جمانے کا اظہار فرمایا بلکہ اس کے برعکس آپ نے اپنے مقابل لوگوں کے مفادات کا خیال رکھتے ہوئے ایسی شرائط بھی قبول کر لیں اور ایسی سہولیات دینے پر بھی تیار ہو گئے جو عام حالات میں کمزور یا مجبور فریق ہی تسلیم کر سکتا ہے؛ اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ آپ نے کبھی کسی معاہدے کی کسی شق یا شرط کی خلاف ورزی نہیں کی، صدق و امانت اور اخلاص و وفاء کے ساتھ تمام معاہدوں پر ثابت قدم رہے!

میشاقی مدینہ کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بجا ارشاد فرمایا ہے کہ یہ تاریخ انسانی کا سب سے پہلا تحریر شدہ دستاویز ہے، اسلامی تاریخ کی اس شاندار اور قابل فخر دستاویز میں تشکیل ریاست کی متعدد قابل تقلید مثالیں موجود ہیں، جہاں عرب کا ایک گلہ بان بنی امی دنیا کو اصول جہاں بانی کی اعلیٰ تعلیمات اور بلند تر روایات کا عظیم ورثہ عطا فرماتا ہے، مگر اس معاہدے میں نبوت محمدی کی صداقت و حقانیت کے متعلق جو نکتہ موجود ہے اس کی طرف توجہ مبذول کرنا زیادہ ضروری ہے۔

مع مدینہ کے موقع پر کفار مکہ نے آپ کو اللہ کا رسول ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا اور معاہدے میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے تھے لیکن اس کے برعکس مدینہ کی ریاست کا وہ آئین جو تمام گروہوں کی آزادانہ شرکت اور رضا و رغبت سے مرتب ہوا تھا اس میں ایک لڑائی پوری بھی تھے جن کے پاس شرب کی اقتصادی طاقت کے علاوہ مضبوط قلعوں کی شکل میں فوجی قوت بھی موجود تھی۔ مگر ان سب نے اس آئین میں آپ کو ”رسول اللہ“ تسلیم کیا، یہودیوں نے اس لفظ پر اعتراض نہ کیا حالانکہ وہ کفار مکہ کی نسبت بہتر پوزیشن میں تھے میثاق مدینہ میں اس لفظ کی شمولیت پر اعتراض کر سکتے تھے مگر انہوں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں مگر بعد میں ان کے بغض و عناد نے انہیں راہ حق پھرنے سے روکا، اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد برحق اپنی جگہ اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ وہ آپ کو نبی برحق ہونے کی حیثیت سے پہچانتے تھے بلکہ قرآن مجید کے الفاظ میں بالکل اسی طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بچوں کو نبوی پہچانتے تھے، ارشادِ ربانی ہے۔

”الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُكْفِرُوا مِنْكُمْ سَعَىٰ عَصَابِكُمْ إِنَّهُمْ عَلَىٰ بَاطِلٍ مُّبِينٍ“
”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُكْفِرُوا مِنْكُمْ سَعَىٰ عَصَابِكُمْ إِنَّهُمْ عَلَىٰ بَاطِلٍ مُّبِينٍ“

ترجمہ۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں
جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک
گروہ بلاشبہ جانتے ہوئے حق کو چھپاتا ہے (البقرہ آیت ۱۲۶)

میشائیل دیرینہ کے یہ الفاظ کہ "وَإِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ هَافُوا هَذِهِ الْعَصِيَّةَ
وَأَبْشَرُوا" آج بھی اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اس آئین پر اتفاق کرنے
والوں میں "الذین هافوا" محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے کیونکہ اللہ کی محبت و
نصرت آپ ہی کے حصے میں آئی اس آئین پر صدق و امانت کے ساتھ آپ ہی
تفہیم رہے۔ اس کی خلاف ورزی اور غداری کا ارتکاب کرنے والے یہودی تھے
جو نبیت زمانہ ہوسکتے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا !

اسلام جس انسانی آزادی خصوصاً مذہب اور عقیدے کی آزادی کا
علمبردار ہے، غلاموں، زیر دستوں اور قیدیوں کے ساتھ جس حسن سلوک
کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اس کے اعلیٰ نمونے بھی ان جہود
وہاشمیین میں موجود ہیں، ان تاریک زمانوں میں غلاموں اور زیر دستوں کے
حقوق کی بات صرف رحمۃ للعالمین الفصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجزانہ
سے ہی ادا ہو سکتی تھی! اس طرح معاشرتی زندگی کے آداب اور شعائر دین کی
تعلیم کا آپ کو جو احساس و اہتمام تھا اس کی جھلکیاں بھی ان دستارینبات کی
زینت ہیں!

نمونہ عہود و موافق

(۱)

کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . سیرت
المقارنہ والذین نصروا الیہود بالمذنبۃ قد ہو
ما یستحق الان ہمیشائی المذنبۃ المذکورۃ .

قَالَ ابْنُ الْحَقِّ وَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا بَيْنَ
الْمُقَاجِرِينَ وَالْمُتَصَارِفِينَ وَدَعَا فِيهِ الْيَهُودَ وَغَاةَ هَهُوَ وَأَقْرَبَ هُمْ عَلَى
ذُنُوبِهِمْ وَأَمَّا الْيَهُودُ عَلَيْهِمُ الْوَسْطُ عَلَيْهِمْ وَأَشْطَرَطَ لَهُمْ !

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُشْرِكِينَ مِنْ قُرَيْشٍ وَبَنِي نَبْتٍ وَمَنْ تَبِعَهُمْ
فَلْيَحْزَنْ بِهِمْ رَجَا هَذَا مَعَهُمْ أَنْهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ الْأُمَّةِ
مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ بَيْنَهُمْ وَهُمْ يَتَعَاذُونَ بِأَعْرَافِهِمْ بِالْمَعْرُوفِ
وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي نَبْتٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ مَعًا قِلْمُهُمْ الْأَوَّلَى
وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَعْدِي عَائِيهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي
نَبْتٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ مَعًا قِلْمُهُمْ الْأَوَّلَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَعْدِي
عَائِيهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي نَبْتٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ
مَعًا قِلْمُهُمْ الْأَوَّلَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَعْدِي عَائِيهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي نَبْتٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ مَعًا قِلْمُهُمْ الْأَوَّلَى وَكُلُّ
طَائِفَةٍ تَعْدِي عَائِيهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي نَبْتٍ
عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ مَعًا قِلْمُهُمْ الْأَوَّلَى وَكُلُّ طَائِفَةٍ تَعْدِي عَائِيهَا
بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَبَنِي نَبْتٍ عَلَى رِعْيَتِهِمْ يَتَعَاذُونَ

ملہ سیرۃ ابن ہشام ۱۶/۲، الروض الف ۱۶/۲، جمہور رسائل العرب ۲۵/۱

نہ ویروی، درباۃ وهو الأجدود، والرابعة بکسر الراء وثمها والرابعة بکسر الراء
ونقصها الشان والحال الحسنه، يقال، رباۃ الرجل: شأنه وحال النی هو رابع
أخی معلوم علیہا وبعنی هذا: انهم علی حالهم النی كانوا علیہا۔

نہ النعائل: ناطی الدیۃ من قوسهم، عقل القیل عقله: أخی المعنی ویتہ، و
انما تلجم معقلۃ وہی الدیۃ والمعنی: یكونون علی ما كانوا علیہ من الأمر فی
الجاهلیۃ من أخذ الدیات أو طائفہا علی صریح آیاتہم وأجرادہم .

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابَهُمْ يُصَالِحُونَ لَهُ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابَهُمْ إِذَا دَعُوهُ إِلَى مِثْلِ
ذَلِكَ ذَرَأَتْ لَهُمْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذَا مَنَى حَارِبٌ فِي الدِّينِ، عَلَى كُلِّ أَمَانٍ
وَحَصَّتْهُمْ مِنْ جَانِبِهِمْ الشَّيْءُ قَبْلَهُمْ، وَأَنْ يَكُونُوا الدُّوَسُ مَوَالِيَهُمْ
وَأَلْفُهُمْ عَلَى مِثْلِ مَا يَكُونُ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ مَعَ لَبِزِ الْحُسَيْنِ مِنْ أَهْلِ هَذِهِ
الصَّحِيفَةِ وَأَنْ يَكُونُوا دُونَ الْوَحْمِ، وَأَنْ يَكُونُوا كَمَا يَكُونُ، وَأَنْ يَكُونُوا عَلَى نَفْسِهِ وَأَنْ
أَلْفَهُ عَلَى أَصْدَقِ تَمَازِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ وَأَبْنَوْهُمْ، وَأَنْ يَكُونُوا هَذَا
النَّكَتُ دُونَ ظَالِمٍ وَأَبْنَوْهُمْ وَأَنْ يَكُونُوا مِنْ حَرْجِ آتَمٍ وَمَنْ قَعَدَ آتَمُ
بِالْمَدِينَةِ وَالْأَمْنِ ظَالِمٌ أَوْ كَيْفَ، وَأَنْ يَكُونُوا جَارِ لَيْسَ بِسَوَاءٍ لَقِيَ وَنَحْنُ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عہد نامہ جو آپ نے ہاجرین
و انصار اور یہود کے درمیان مدینہ میں تحریر کروایا تھا، اسے
ہی اب میثاق مدینہ منورہ کہتے ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجرین و انصار
کے مابین تحریر کر دیا تھا، اس میں آپ نے یہود سے پرسکون رہنے کا معاہدہ کیا،
انہیں ان کے دین پر برقرار رکھا، ان پر مشروط عائد کیں اور ان کے لئے شرائط
اپنے ذمہ لیں۔

اللہ رحمن و رحیم کے نام سے یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
سے قریش و یثرب کے مومنین و مسلمین اور ان کی پیروی میں ان سے آٹنے اور ان
کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے درمیان لکھی گئی ہے، وہ سب لوگوں سے الگ
ایک امت ہیں، قریش سے ہجرت کر کے آنے والے اپنے پہلے طریقے پر رہیں گے،
آپس میں دیت یا خون بہا ادا کرتے رہیں گے، وہ اپنے امیر کا فدیہ متعارف و منصفانہ
طریقے سے اسلامی معاشرے میں ادا کرتے رہیں گے۔ بنو نضیر بھی اپنے طریقے پر رہیں
گے، اور پہلے طریقے کے مطابق اپنی اپنی دیت ادا کرتے رہیں گے اور ہر گروہ اسلامی

معاشرے میں اپنے امیر کا فدیہ متعارف و منصفانہ طریقے سے ادا کرتے رہیں گے۔ بنو سادہ
بھی اپنے پہلے طریقے پر رہیں گے اور اپنے رواج کے مطابق اپنا اپنا خون بہا ادا کرتے رہیں گے
ہر گروہ کو اسلامی معاشرے میں اپنے مجرم کا فدیہ متعارف و منصفانہ طریقے
سے ادا کرنا ہوگا، بنو عمارث اپنے پرانے طریقے پر رہیں گے، اپنے چرانے طریقے پر خون
ادا کرتے رہیں گے، ہر گروہ کو اسلامی معاشرے میں متعارف و منصفانہ طریقے سے
اپنے اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ بنو جہم اپنے پرانے طریقے پر رہیں گے اور پہلے
طریقے کے مطابق خون بہا ادا کرتے رہیں گے، ان میں سے ہر گروہ کو متعارف و منصفانہ
طریقے سے اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ بنو نجار اپنے پرانے طریقے پر رہیں گے
اور پہلے کی طرح اپنا اپنا خون بہا ادا کرتے رہیں گے، ان میں سے ہر گروہ کو اسلامی
معاشرے میں متعارف و منصفانہ طریقے سے اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ بنو نضیر
بنو عوف اپنے طریقے پر رہیں گے اور پہلے کی طرح اپنا اپنا خون بہا ادا کرتے رہیں گے
ان میں سے ہر گروہ کو اسلامی معاشرے میں اپنے قیدی کا متعارف و منصفانہ
طریقے سے فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ بنو نضیر اپنے چرانے طریقے پر رہیں گے اور پہلے کی
طرح باہم دیت ادا کرتے رہیں گے، ہر گروہ کو اسلامی معاشرے میں متعارف
اور منصفانہ طریقے کے مطابق اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ بنو اسد بھی اپنے
چرانے طریقے پر رہیں گے اور پہلے کی طرح باہم دیت ادا کرتے رہیں گے۔ ہر گروہ
کو اسلامی معاشرے میں متعارف و منصفانہ طریقے سے اپنے قیدی کا فدیہ ادا
کرنا ہوگا۔

اسلامی معاشرے میں قرضے میں دے ہوئے کسی انسان کو روپیہ نہیں لے کر
دیا جائے گا بلکہ بیت المال سے معروف طریقے کے مطابق اس کا فدیہ یا خون
ادا کیا جائے گا، کوئی مومن اسلامی معاشرے میں کسی مومن کے آزاد کردہ غلام
یا دوست سے اس کی اجازت کے بغیر معاہدہ نہیں کر سکے گا، اسلامی معاشرے
میں اگر کسی نے بغاوت و سرکشی دکھائی یا ظلم اور گناہ کے درپے ہوا یا

دست درازی کی یا اسلامی معاشرے میں نسا و بھیل یا تو سب مومنین متفقین اس کے خلاف فرد واحد کی طرح متحد ہو کر اسے مغلوب کریں گے اگر کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بارے میں نقل نہیں کرے گا کسی مومن کے خلاف کافر کی حد نہیں کی جائے گی؛ اللہ کا سر و مظلہ ایک سا ہے۔ ایک ادنیٰ مسلمان باقی مسلمانوں کو بغیر کسی کو پناہ دے سکتا ہے اور مومنین دوسروں کے مقابلے میں باہم ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔

یہودیوں میں سے ہر ہمارے اسلامی معاشرے کے حقوق شہریت حاصل کریں گے تو اس کی مدد کی جائے گی اور وہ برابر کے شہری ہوں گے، ان پر ظلم نہ ہوگا اور وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے، مومنین کی صلح متفقہ طور پر طے ہوگی، کوئی مومن دوسروں کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پر کسی کے ساتھ پرامن رہنے کی بات نہیں کریں گے۔ معاہدہ امن سب کی طرف سے عدل و مساوات کی بنیاد پر ہے، ہوگا، ہمارے ساتھ شریک جہاد ہونے والا گروہ باری باری لڑے گا، اللہ کی راہ میں جانیں قربان کرنے والے اور خون بہانے والے سب مومن برابر ہیں، متفقہ اہل ایمان ہی بہترین اور مناسب ترین راہ ہدایت پر ہیں، کوئی مشرک تشریف کے مال یا کسی فرد کو پناہ نہیں دے سکے گا، اگر کسی نے قتل کر کے مومن کی جان لے لی اور اس پر گواہ بھی موجود ہوئے تو اسے قصاص دینا ہوگا حتیٰ کہ مقتول کا وارث صلح پر راضی ہو جائے، سب مومن اس پر کاربند رہیں گے بلکہ ان کے لئے تو اس پر قائم رہنے کے علاوہ کوئی بات جائز ہی نہ ہوگی، جس مومن نے اس نوشتہ کے مندرجات کا اقرار کر دیا تو اس کے لئے جائز نہ ہوگا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے کہ وہ کسی خلاف ورزی کرنے والے کی، ذکر سے یا اسے پناہ دے، اگر کسی نے مدد کی یا پناہ دی تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور قیامت کے دن اس پر اللہ کا غضب ہوگا، اس سے کوئی توبہ یا فدیہ نہیں قبول کیا جائے گا، اس سلسلے میں جب کبھی بھی کوئی اختلاف ہوا تو

اسے اللہ عزوجل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ جنگ کے دوران مومنین کی طرح یہودی بھی اخراجات جنگ برداشت کریں گے بنوعوت کے یہودی مسلمانوں کی طرح ایک امت ہیں، یہودیوں کا اپنا دین اور مسلمانوں کا اپنا دین، خواہ ان کے آزاد کردہ غلام یا دوسرے ہوں یا وہ خود ہوں، ہاں مگر جس نے ظلم و گناہ کا ارتکاب کیا تو وہ خود کو اور اپنے اہل خانہ کو ہی تباہ کرے گا، بنو نجران کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنوعوت کے یہودیوں کے لئے ہے، بنو ساعدہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنوعوت کے یہودیوں کے لئے ہے، بنو نضیم کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنوعوت کے لئے ہے، بنو اوس کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنوعوت کے لئے ہے۔ ہاں مگر ظلم و گناہ کا ارتکاب کرے تو وہ خود کو اور اپنے اہل خانہ کو تباہ کرے گا، بنو حنفہ بھی بنو نعلبہ کی طرح ایک خاندان ہیں، بنو حنفہ بنو بنوعوت کی طرح دنیا حقوق رکھتے ہیں، نیکی گناہ سے روکتی ہے، بنو نعلبہ کے موالی بھی انہی کی طرح ہیں، یہودی کے گھر میں آدھی بھی ان کی طرح ہوں گے، ان میں سے کوئی بھی عتد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکے گا۔ زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوت نہیں ہوگی، اگر کسی نے کسی کو دھوکے سے قتل کیا تو اس نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو دھوکے سے قتل کیا۔ ہاں اگر کسی پر ظلم کیا جائے تو الگ بات ہے اللہ تو نیک تر سے راضی ہے، یہودی اپنے اخراجات خود اٹھائیں گے مسلمان بھی اپنے اخراجات خود اٹھائیں گے۔ اس معاہدہ پر متفق ہونے والوں سے جو بھی لڑے گا تو وہ سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔ ان میں خیر خواہی اور مہربانی قائم رہے گی، نیکی برائی سے روکتی ہے، اور کبھی کسی شخص نے اپنے حریف کے ساتھ برا نہیں کیا اور مدد تو مظلوم کے لئے ہوتی ہے۔ یہودی مومنین کی طرح خرچ کرتے رہیں گے جب تک لڑتے رہیں گے۔ اس معاہدہ سے پر متفق ہونے والوں کے لئے شرب کا داخلی علاقہ حرم اور محفوظ جگہ کی حیثیت رکھتا ہے، پڑوسی بھی

دوسرے پڑوسی کی طرح ہے نہ نقصان دے گا نہ برائی کرے گا اور مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی محفوظ جگہ کے پاس رہنے کی ممانعت ہوگی۔

اس دستاویز والوں کے درمیان اگر کوئی واقعہ پیش آئے یا جھگڑا پیدا ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہوگا جو اس دستاویز میں موجود شرائط کی پابندی کے سلسلے میں سب سے زیادہ متقی اور نیک ہوگا، قریش اور ان کے مددگاروں کی پناہ نہیں حاصل کی جائے گی۔ شرب پر حملہ آور کے خلاف سب ایک دوسرے کی مدد کریں گے، عجب انہیں صلح کی دعوت دی جائے گا تو وہ مصالحت کریں گے اور اسے عملی جامہ پہنائیں ایسی صورت میں انہیں دیہود کی بھی مصالحت کرنا اور اسے عملی جامہ پہنانا ہوگا، اور اگر انہیں ریجوینا کو ایسی ہی بات کی دعوت دی گئی تو زمینین پر بھی ان کی خاطر یہی کچھ لازم ہوگا۔ ہاں اگر کوئی دین کے معاملے میں لڑے تو الگ بات ہے سب لوگوں پر ان کا حصہ واجب ہے جو ان کی جانب ہے، بنو اوس کے یہود۔ ان کے موالی اور خدا ان پر بھی وہی کچھ ہے جو اس دستاویز والوں پر ہے، ساتھ ہی اس دستاویز والوں کی طرف سے حسن سلوک ہو۔ اور یہ کہ نیکی برائی کے لئے رکاوٹ ہے کام کرنے والا جو کچھ کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حامی ہوگا جو اس دستاویز کی شرائط کے سلسلے میں سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوگا۔ یہ نوشتہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے رکاوٹ کا کام نہیں دے گا۔ شہر سے جو باہر جائے وہ بھی محفوظ ہے اور جو مقیم رہے گا وہ بھی محفوظ ہوگا سوائے ظلم اور جرم کرنے والے کے اور اللہ تعالیٰ کی معیت اسی کا حق ہے جو سب سے زیادہ نیک اور متقی ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں!

کتاب الصلح الذمی ثم عامہ الحدیثیہ

قَالَ ابْنُ وَهْبٍ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمُؤَرِّثِينَ إِنَّ قُرَيْشًا صَدَّقَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ دَعَوْا زَيْدَ بْنَ عَدِيٍّ ابْنَ الْحَارِثِ أَمْرًا لِلْعَدِيَّةِ فِي الشَّكَّةِ السَّادِسَةِ مِنَ الْهَجْرَةِ وَخَرِبَتِ الْمَقَامَاتُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ قُرَيْشٍ ثُمَّ بَشَّرَ سُحَيْلُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَامِرِيًّا لَوْحِي يَطْلُبُونَ الصَّلَاحَ قَوْلًا قِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ قَدْ عَاقَلَى ابْنُ أَبِي قَلَابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ "فَقَالَ سُهَيْلٌ: لَوْ عَرَفْتُ هَذَا أَوْ لَوْ أَنَّكَ أَكْتُبْتَ، يَا سُحَيْلُ! لَهَيْتُمُ أَتَقَالَ الْمُتَسَلِّمُونَ: وَاللَّهِ لَا تَكْتُبُ إِلَّا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ! فَكُتِبَ عَلَى كَرَمِ اللَّهِ وَجْهَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبْ، هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو" فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَاللَّهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا صَدَّقْنَاكَ عَنِ النَّبِيِّ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلَا بَعَثْنَاكَ اُكْتُبْ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ! "فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ كَذَّابًا بَعْثُونِي! "ثُمَّ قَالَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَمْرُو: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا أَفْعُوكَ أَبَدًا فَقَالَ: أَرَيْتُمْ قَاتِلًا إِيَّاهُ فَمَحَاكَ بِدِرَّةِ الشَّرِيفَةِ ثُمَّ قَالَ: اكْتُبْ، هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو، اَصْطَلَحَا عَلَى وَصِيحِ الْحَرْبِ عَنِ النَّاسِ عَشْرَ سَنِينَ، يَا مَنْ لِي بِهِ النَّاسُ، وَرِيكَتَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ عَلَى أَدْنَى آتَى مُحَمَّدٌ أَوْ خَالِشَ بَعْضُهُمْ دُونَ رِيَّتِهِمْ رَدَّ عَلَيْهِمْ وَمِنْ جَاءَ قُرَيْشًا وَتَمَنَّى مِنْ مُحَمَّدٍ لَمْ يَزِدْهُ عَلَيْهِ، وَأَنَّ بَيْنَهُمَا عَهْدٌ مَكْنُونٌ وَأَنَّ لَهُ سَلَاةً وَلَا اِعْثُولَ، وَأَنَّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَعَهْدِهِ دَخَلَ

يَقْبِضُ وَنَحْنُ أَحَبُّ، أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ قُرَيْشٍ وَعَقْدِهِمْ دَخَلَ يَهُودًا
وَأَمَّا سَبِيلُ خَالِدٍ وَأَمَّا شَرِيحُ عَقْدِ عَامَلِكِ هَذَا فَدَخَلَ
عَلَيْنَا مَقْدًا، وَأَمَّا إِذَا كَانَ قَابِلٌ خَرَجْنَا عَنْكَ فَدَخَلْنَا
بِأَصْحَابِكَ فَأَقْبَمْتُمْ بِهَا شَرًّا قَامَتْكَ شَرَوُحُ السَّاحِبِ السَّيُوثُ فِي
الْقُرْبِ لَوْ شِئْنَا لَمُنَّا بِمَعْرِضَاتِ ۱۱

لَمَّا كُنَّا مِنْ الصَّحَابِ أَفْهَمَ عَلَى الصَّاحِبِ رَجُلًا مِنْ الْمَشْرُوقِ
قُرَيْشًا مَرِيئًا مَشْرِيقًا قَبِيلَ الْمُسْلِمِينَ الْبَوْبِ وَمَعْنَى وَتَعَدُّ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

صلح نامہ جو حدیبیہ والے سال انجام پایا

ابن ہشام اور دیگر مؤرخین کا قول ہے کہ حدیبیہ والے سال یعنی سترہ ہجری
میں قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو بیت اللہ
کی زیارت سے روک دیا تھا، آپ کے ساتھ قریش کے مذاکرات ہوئے پھر نبیوں
اہل بن عمرو کو جو بنو عامر بن لؤی سے تھا، صلح کے لئے بھیجا تو آپ بھی اس پر
متفق ہو گئے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: لکھو
اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، تو سہیل نے کہا: ہم تو اسے نہیں جانتے، بلکہ تم لکھو
اللقم تیرے نام سے، تب مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو بسم اللہ الرحمن
الرحیم ہی لکھیں گے! مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو
بِاسْمِكَ يَا لَقْمُ، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہی لکھ دیا، پھر ان سے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو! یہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو
سے صلح کی، سہیل نے کہا: بخدا اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ تو
آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے، بلکہ آپ لکھتے، محمد بن
عبد اللہ! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تو
یقیناً اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم لوگوں نے جھٹلایا ہے، پھر آپ نے حضرت

علی سے کہا: رسول اللہ کا لفظ دو ایسا محفلوں نے کہا: واللہ! میں لڑ رہی نہیں
ملاؤں گا، آپ نے ان سے کہا: تو مجھے دکھاؤ یہ لفظ کہاں ہے، حضرت علی نے وہ لفظ
آپ کو دکھایا ہے آپ نے اپنے دست مبارک سے محو کر دیا، پھر کہا: لکھو!

یہ ہے میں پر محمد بن عبد اللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی، ان دونوں نے مل
کر ایک برس سال تک لوگوں کے لئے جنگ ہو تو نہ کر دی جائے۔ اس دوران میں
لوگ آرام سے رہیں، ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں، اس کے علاوہ قریش کا
کوئی آدمی اگر اپنے سر پرست کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس
آجائے تو وہ اسے واپس کر دیں گے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی ساتھی قریش
کے پاس آیا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے، ہمارے درمیان نہ سہیل ہند رہے گی
مشرقی بائیں منبر رہیں گی، چوری یا غلامی نہ ہوگی، جو محمد کے ساتھ معاہدہ میں شامل
ہو نہا پسند کریں گے ہو سکیں گے اور جو قریش کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو نہا پسند
کریں گے ہو سکیں گے،

سہیل نے اضافہ کیا: آپ اس سال مکہ میں داخل ہوتے بغیر لوٹ جائیں گے
آئندہ سال ہم مکہ خالی کو کے چلے جائیں گے، آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ داخل
ہوں گے، ہمیں دن ٹھہریں گے، آپ کے پاس سوار کا اسلحہ ہو سکتا ہے۔ تلواریں
میلوں میں رہیں گی۔ اس کے علاوہ اسلحہ بیکر آپ مکہ میں داخل نہیں ہوں گے!
جب یہ صلح نامہ تحریر ہو گیا تو اس پر کچھ مسلمانوں اور بعض مشرکین نے بطور
گواہ دستخط کئے، مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ،
حضرت سعدؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم نے بطور گواہ دستخط کئے۔

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ۴/۳۳، الروض الانف ۲/۲۲۹، اعجاز القرآن لباتلانی ص ۱۱۳
الطبری ۳/۴۹، الکامل لابن الاثیر ۲/۴۴، السیرۃ المجلد ۲/۲۴۴
جمہور رسائل العرب ۱/۳۰، صبح الاعشی ۲/۱۴۷

عَفَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَهْلِ
أَيْلَةٍ وَعَبِيرِهِمْ بِأَمَانٍ -

وَلَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْتِ الْوَدَّ فِي الشَّجَرَةِ
مِنَ الْهَجْرَةِ، جَاءَهُ بَعْثُ بَنِي رُوَيْبَةَ صَاحِبِ أَيْلَةٍ وَصَصْنَاهُ أَهْلَ جَبَلَةٍ
وَأَهْلَ أُذْرُجٍ وَأَهْلَ مَيْتَنَةٍ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى إِيْطَاءِ الْهَجْرَةِ وَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِتَابَ الْإِيمَانِ وَهَذَا نَصُّهُ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا أَمْنٌ مِنَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّ
رَسُولِ اللَّهِ مُحَمَّدِ بْنِ رُوَيْبَةَ وَأَهْلِ أَيْلَةٍ سَفَقْنَاهُمْ وَسَيَّارَتُهُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ لَهُمْ فِرَاقَةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَكَانَ مَعَهُمْ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ
وَأَهْلِ الْيَمَنِ وَأَهْلِ الْبَحْرِ قَسَمٌ أَحَدٌ مِنْهُمْ حَدَّثَنَا أَنَّهُ لِيُحْزَرَ
مَالَهُ دُونَ نَفْسِهِ وَرَأْسَهُ طَيِّبٌ لَيْسَ أَخَذَهُ مِنْ الثَّانِي وَرَأْسَهُ لِيُحْزَرَ
أَنْ يُمْتَعُوا أَمَاءَ بَيْتِ دُونَهُ وَلَا طَرِيقًا يَبِيدُ دُونَهُ مِنْ بَيْتِ الْبَحْرِ:

اہل ایلمہ وغیرہ کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ

سندھ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنوک میں تھے تو آپ کے پاس یحییٰ بن رُوَیْبہ صاحب ایلمہ حاضر ہوا۔ اس کے ہمراہ جرباء، اذرج اور میتنہ کے لوگ بھی تھے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ دینے پر صلح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جو دستاویز امان لکھ کر دی اس کا متن یہ تھا۔

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، یہ امان ہے اللہ اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یحییٰ بن رُوَیْبہ اور اہل ایلمہ کے لئے، ان کے سمندری سفر میں ابن ہشام ۲/۳۳۸، الروض الف ۲/۳۱۹، مہرۃ رسائل العرب ۱/۴۸۱، الزرقانی ۱۲/۲۶۴، المیزان ۲/۲۶۴، المیزان ۲/۲۶۴۔

اور ہمدانی غفلتوں کے لئے، انہیں اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ و تحفظ حاصل ہے اس امان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو شام، یمن اور سمندری علاقے سے ان کے ساتھ ہیں۔ اب اگر ان میں سے کوئی جہد توڑے گا تو اس کا مال اس کی جان کو بچا نہیں سکے گا، اس کا مال جو بھی بطور غنیمت لے لے گا اس کے لئے حلال ہوگا، یہ جائز نہ ہوگا کہ انہیں کسی پانی پر وار و ہتھیار سے روکا جائے یا ہمدانی و سمندری راستے پر سفر سے منع کیا جائے۔

(۴)

كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَهْلِ
أُذْرُجٍ وَجَبَلَاءَ بِأَمَانٍ -

وَكُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَانًا بِأَهْلِ أُذْرُجٍ
وَجَبَلَاءَ وَهَذَا نَصُّهُ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ
وَأَهْلِ أُذْرُجٍ وَجَبَلَاءَ، إِيْثُمُ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللَّهِ وَأَمَانِ مُحَمَّدٍ،
وَرَأْسُهُمْ مَأْمُونٌ دُونَ نَفْسِهِمْ وَرَأْسِهِمْ طَيِّبٌ وَفِرَاقُهُ طَيِّبٌ، وَاللَّهُ كَفِيلٌ
عَلَيْهِمْ بِالنَّصِيجِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، وَمَنْ لَجَأَ إِلَيْهِمْ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ فِي الْحَاقَّةِ وَالْعُزَيْرِ:

اہل اذرج وجرباء کے لئے امان نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اذرج وجرباء کے لئے جو امان نامہ تحریر کر دیا تھا اس کا متن یہ ہے۔

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، یہ ہے امان نامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل اذرج وجرباء کے لئے، انہیں اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کے ذریعے حفاظت حاصل ہے۔ ان پر ایک سو دینار جزیہ ہوگا جو ہر ماہ سیرۃ الحبشہ ۲/۲۶۴، الزرقانی ۱۲/۲۶۴، مہرۃ رسائل العرب ۱/۴۸۱۔

رجب میں پورا پورا ادا کیا جائے گا، مسلمانوں کی خیر خواہی اور مہربانی کے لئے ان کا اللہ صامین ہے، غوث اور مدد کے لئے ان کے پاس جو مسلمان پناہ سے گام
پہنچی اللہ صامین ہے۔

(۵)

عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی کلب
وَكَانَ قَطْنُ بَنِي حَارِثَةَ الْعَلِيَّةِ قَدْ تَدَمَّرَ عَلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي ذِي بَنِي كَلْبٍ قَبْلَ تَكْتَبِ لَيْلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كِتَابَ وَهَذَا النُّصَّةُ
هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لِعَلِيٍّ كَلْبٍ وَأَخْلَاقُهَا وَحَسَنُ طَارِقُ
الرَّسُولِ مِنْ غَيْرِهَا مَعَ قَطْنِ بَنِي حَارِثَةَ الْعَلِيَّةِ بِإِقَامَةِ السَّلَاةِ لَوْ تَقَامُوا بِإِقَامَةِ
الرَّكُوعِ بِحَقِّهَا فِي شِدَّةِ عَقْدِ عَارِزَةٍ وَهَذَا يَخْصُرُ شُهُودَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَمْعِدِينَ
عَبَادَةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَيْسٍ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ خَلِيفَةُ الْكَلْبِ

عَلَيْهِمْ فِي الْقُسُوفَةِ الرَّائِيَةِ السَّاطِطِ الظُّوَارِ فِي كُلِّ حُسْبِيَّةٍ
قَافَةُ حَبْرَةٍ ابْنِ عَوَّارٍ وَالْحُمُولَةُ الْمَسَاوِيَةُ لَهُمْ رُغِيَّةٌ وَفِي السُّوَرِ
الْوَرَقِ مَسِيَّةٌ حَامِلٌ أَوْ حَافِزٌ وَيَوْمَ اسْقَى الْجَدُّ وَلِ مِنَ الْمَيْتِ
الْمُعَيَّنِ الْعَشْرَ مِنْ كَسْرِهَا مَيْتًا أَخْرَجَتْ أَرْضَهَا وَفِي الْعِذْمِ
شَطْرُهُ بِقِيَّةِ الرُّمَيْتِ كَوْنًا عَلَيْهِمْ وَطَيْفَةٌ وَرَأَتْ قَتْنِي
يَسْهَدُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى ذَلِكَ وَرَسُولُهُ

بنی کلب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ

بنو کلب کا قطن بن حارثہ العلوی بنو کلب کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسے ایک دستاویز کھکھروی تھی
جس کا متن یہ ہے۔

ملہ العقدا الفرید ۱۰۹/۱، جمہورۃ رسائل العرب ۵۲/۱ - ۵۱

بنو کلب کے قبائل، ان کے حلیفوں اور ان کے علاوہ اسلام سے
ہمدردی رکھنے والوں میں سے جو قطن بن حارثہ العلوی کے ہمراہ تھے، ان کے لئے
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ دستاویز ہے کہ وہ وقت
پر نماز ادا کرنے پر ہیں گے۔ پابندی کے ساتھ کماحقہ زکوٰۃ ادا کرنے پر ہیں اور
اپنے عہد کی پابندی کریں گے۔ یہ دستاویز حسب ذیل مسلمان گواہوں کی موجودگی
میں تحریر ہوئی۔

سعد بن عبادہ، عبد اللہ بن انیس اور عبد بن خلیفہ الکلبی۔
ان پر واجب ہو گا کہ کھلی اور آزاد چرنے والی اور اپنے بچوں پر شفقت
کرنے والی بچاس اونٹنیوں میں سے ایک بے عیب اونٹنی ادا کرتے رہیں جبکہ
بوجھ اٹھانے والی کسب معاش میں کام آنے والی اونٹنیوں پر زکوٰۃ نہیں ہے
اور زکوٰۃ ہزی دودھ دینے والی بکریوں میں سے ایک حاملہ یا دودھ دینے والی
بکری زکوٰۃ کے طور پر ادا کرتے رہیں، ایسی زمین جسے چھٹے کی نہر سے سیراب کیا
جائے اس کی پیداوار اور پھلوں پر عشر ہے، کھجور یا بارش کے پانی سے سیراب
ہونے والے پودوں کی پیداوار میں کسی امانتدار کی طرف سے ملے کردہ قیمت
کے مطابق نصف جوہر، ان پر اس سے زیادہ زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی اور اس
میں فرق بھی نہیں لایا جائے گا، اس پر اللہ اور اس کا رسول گواہ ہے، یہ دستاویز
نابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی۔

(۶)

کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بنی نہدی

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَكْتَبَ كِتَابًا
مَعَ طَيْفَةٍ مِنْ أُولَى رُحْبِ النَّهْدِ بَنِي حِمْيَرَ وَتَدَمَّرَ عَلَى الرَّسُولِ
مِلَّةُ الْعَقْدِ الْفَرِيدِ ۱۱۴/۱، الرزاقی ۱۵۲/۱، المثل المساکرس ۱۵۵/۱، الشافعی ۱۵۶/۱

صیغ الاضمتی ۲۴۲/۲، جمہورۃ رسائل العرب ۵۴/۱ -

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَمَّا الْفُلَّةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى بَنِي
نُضَيْدٍ بَنِي زَيْدٍ أَتَيْتُمْ عَلَى مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، نَكُتُمْ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ فِي الْوَلِيَّةِ الْفَرِيضَةِ، وَلَكُمْ الْفَارِصُ وَالْفَرِيشُ وَ
ذَوَا الدِّكَانِ وَالْمَكُوتُ وَالْقَتْلُ الْقَبِيسُ، لَا يَكُنَّ سِرْحَنُكُمْ
وَلَا يَنْصُدُّ ظِلُّكُمْ وَلَا يَحْبُسُ دَرَكُكُمْ لَا يُوَكِّلُكُمْ أَهْلُكُمْ
مَالَكُمْ تُصِيرُوا الْوَمَاقِي وَتَقَاتِلُوا السَّرَبَايَ مَنْ أَتْرَبَهَا فِي
هَذَا الْكِتَابِ فَلَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ الْوَدَاعُ بِالْعَهْدِ وَالْإِمَّةِ
وَمَنْ أُنِيَ عَلَيْهِ السَّرَبَةُ

بنو نضید کے لئے دستاویز نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن ابی زہیر بن نضید کے ہمراہ ایک مکتوب
ارسال فرمایا تھا جب وہ بنو نضید کے وفد کے ہمراہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے
تھے، جس کا متن یہ ہے۔

«اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، اے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے
ان پر سلام! اسے بنو نضید، اتم پر نصابِ زکوٰۃ میں سے ایک بڑی اور بھاری
ہوگی، بیماری، نمی، بچہ دینے والی، لگام والے گھوڑے اور سواری کے ناقابل
گھوڑی کے بچے میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی، تمہارے چرنے والے مویشی کو نہیں
روکا جائے گا۔ تمہارے کاٹنے والے درخت نہیں کاٹے جائیں گے، تمہارے
دودھ دینے والے مویشی کو نہیں روکا جائے گا۔ تمہاری پیداوار نہیں کھائی جائے
گی بشرطیکہ تمہارے دلوں میں عہد شکنی نہ ہو اور وعدہ خلافی نہ کرو، جس نے
اس مکتوب کے مندرجات کا اقرار کیا تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف سے ایسا عہد اور ذمہ و تحفظ ہے اور جو انکار کرے گا اس پر بطور
سزا زیادہ عائد کیا جائے گا»

كَتَابَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ صَمِيرَةَ وَأَهْلَ بَيْتِهِ

وَكُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا إِلَيَّ صَمِيرَةَ
وَأَهْلَ بَيْتِهِ وَفَمَّ أَهْلُ بَيْتِهِ مِنَ الْعَرَبِ كَانُوا مِمَّا آتَى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ
وَمِمَّا آتَى اللَّهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ
إِلَى صَمِيرَةَ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَعْتَقَهُمْ، وَآتَاهُمْ أَهْلَ بَيْتِهِ
مِنَ الْعَرَبِ بِإِنْ أَحَبُّوا أَتَمُّوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ، وَإِنْ أَحَبُّوا كُفُّوا
إِلَى قَوْمِهِمْ لَكَ يُخْرُصُ لَهُمْ بِالْحَقِّ، وَمَنْ لَيْسَ لَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
فَلَيْسَ تَوْصِي بِهِمْ خَيْرًا

وَكُتِبَ إِلَى مَنْ كُتِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

فَأَحْتَدِ ابْنُ صَمِيرَةَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَكَهَلَى فِي الْإِسْلَامِ

ابو صمیرہ اور ان کے خاندان کے لئے دستاویز نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو صمیرہ اور ان کے خاندان کے لئے
ایک دستاویز تحریر فرمائی تھی، یہ لوگ اہل عرب میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جنگ کے دوران قیدی ہو کر بطور مال غنیمت لائے گئے تھے،
دستاویز کا متن یہ ہے۔

«اللہ رحمن ورحیم کے نام سے، یہ دستاویز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف سے ابو صمیرہ اور ان کے خاندان کے لئے تحریر ہوئی ہے کہ
اللہ کے رسول نے انہیں آزاد فرما دیا ہے، وہ بھی ایک عرب خاندان میں اگر
وہ چاہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو
اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ سکتے ہیں، ان سے سوائے کسی حق بات کے تعرض نہیں

ملہ الزرقانی ۳/۴۴، الاصابہ ۳/۵۵، اسد الغابہ ۳/۴۷

جمہور رسائل العرب ۱/۷۰

کیا جائے گا، مسلمانوں میں سے جو بھی ان سے ملے اسے ان کے ساتھ مسجد میں لے جاتے
کرنا چاہیے"۔

یہ دستاویز حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمائی تھی۔
ابو ضمیرہؓ نے اللہ اور اس کے رسول کو پسند کر لیا اور ملت اسلام میں داخل ہو گئے۔

(۸)

کِتَابُہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَبَّیْ ضَمْرَہُ بِالْمَوَادِعَةِ وَالْأَمَانِ
فَقَضَتْ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقْدَ الْبَیْضِ ضَمْرَہُ بِالْمَوَادِعَةِ
وَلَفْظَہُ ضَمْرَہُ لَبَّیْ۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "ہذا اصحابی" میں نے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو ملنے پر علی امیر مومنین و آلہ وسلم، وَاَنْ لَّهُمْ التَّصَرُّعُ عَلٰی مَنْ
نَادَوْاہُمْ، وَاَنْ لَا یُعَارِضُوْا فِی دِیْنِ اللہِ مَا بَلَ جَعَلَ ضَمْرَہُ وَاَنْ اِیْتٰی اِذَا
دَعَاہُمْ لِتَطْرِیْہِ اَجَابُوْہُ، عَلَیْہِمْ بِذٰلِکَ ذِمَّۃُ اللہِ وَرِثَۃُ رَسُوْلِہِ
وَلَهُمْ التَّصَرُّعُ عَلٰی مَنْ بَرَّ مِنْہُمْ وَالْفَقْدُ۔

ابو ضمیرہ کے لئے امان نامہ منبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ضمیرہ کے لئے جو صلح و امان کی دستاویز عطا
فرمائی تھی اس کا متن حسب ذیل تھا۔

اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ یہ دستاویز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرف سے ابو ضمیرہ کے لئے تحریر ہوئی، ان کے جان و مال کے لئے امان ہے۔
ان سے جو دشمنی کرے گا اس کے خلاف ان کی مدد ہوگی۔ اللہ کے دین کے سلسلے میں
ان سے کبھی بھی جگ نہ کی جائے، اللہ کا نبی جب بھی انہیں اپنی مدد کے لئے بلائے گا تو وہ
مدد کو قبول کریں گے۔ اس سلسلے میں انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تحفظ و نزاری
حاصل ہے۔ ان میں سے جو نیک اور متقی ہوگا اسے مدد حاصل ہوگی۔

ملہ جمعہ رسائل العرب ۱۷۰، مستخرج الاموال ۴۹

(۹)

کِتَابُہُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَبَّیْ اَرَبَیْنِ

وَاِنْ لَّاهُجَرَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنْ لَّوْہُ اَنْ یُجَدَّ دَلَّہُمْ
اَلْکِتَابُ الَّذِیْ کَانَ فَاذْہَبْہُمْ وَفَوْزَہُمْ فَکَتَبَ لَہُمْ کِتَابًا وَہَذَا اَلْکِتَابُ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ہذا اما لکل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اَلَّذِیْ اَنْطَلَقَ مِنْ بَیْتِ عَلِیُّوْنَ وَجَعَلَ لَہُمْ وَاَمْرًا لَہُمْ وَبَیْئَتِ اِیْرَہِمْ عَلَیْہِ الصَّلَۃُ وَالسَّلَامُ وَہِمْ
بِصِحِّہِ مَا یَہَاطِطُ عَلَیْہِ، وَکَلَّمَہُمْ ذٰلِکَ وَکَلَّمَہُمْ ذٰلِکَ لَہُمْ وَرَافَعًا بِہُمْ مِنْ بَعْدِہُمْ اَبَدًا
الرَّوْبِہُ لَمَّا اَذْہَبَہُمْ فِیْہَا اَذَاکَ اللہُ۔

شہید ذلک ابوبکر بن ابی ثعلابہ و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و علی
بن ابی طالب و معاویہ بن ابی سفیان، و کتبت۔

دارین کے لئے دستاویز منبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو دارین آپ کے پاس آئے
و درخواست کی کہ علیہ کے ہاں سے میں جو دستاویز ان کے لئے آپ نے مکہ میں تحریر کیا تھی اس کی تجدید کر لیں
چنانچہ آپ نے ان کے لئے جو دستاویز لکھائی اس کا متن یہ ہے۔

اللہ رحمن و رحیم کے نام سے، یہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دیا اور ان کے
ساتھیوں کے لئے عطا کیا ہیں، تمہیں بیت علیون، جبریل، مرثوم اور بیت ابراہیم مکمل طور پر عطا کئے
ہیں جو کچھ بھی ہے وہ تمہارے لئے منقطع علیہ ہے، میں نے اسے نافذ کیا اور یہ ہستیاں ان کے سر پر کر دی
ہیں جو ان کے لئے اور ان کے بعد ہمیشہ کے لئے ان کی نسل کے پاس رہیں گی، تو اس سلسلے میں جو انہیں
ازیت ہے اللہ تعالیٰ اسے ازیت دے گا۔

اس پر گواہ ہوئے، ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب
اور معاویہ بن ابی سفیان، اور انہوں نے ہی لکھا بھی۔

لے الزنا فی ۱۳/۴، تہذیب تاریخ ابن عساکر ۳۵۲/۳، معجم البلدان ۲۰۷، مجمع الممشی ۱۲۰/۱۳
السیرۃ النبویہ ۳۴۶/۲، جمہورۃ رسائل العرب ۱۷۰

عَلَّمَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ بَجْرَانَ

وَكَا بَجْرَانَ قَدْ فَجَعَتْ سَنَةَ خَطَرٍ صَلَاحًا لِقَدَمِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا بَلَغَ أَهْلُ بَجْرَانَ وَفِيهِمْ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ وَكَهْلٌ وَالْعَجُوزُ وَالْمُهْمِلُ وَالْمُسِيءُ وَالْمُسْتَفْ
وَالْمُسْتَفْزِةُ نَزَلَ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا هَلَكْتُمْ بِهَا مُتَعَمِّرًا وَصَالِحًا
فَكُتِبَ لَهُمْ بِصَلَاتِ الصَّلَاحِ وَكُتِبَ كَمَا يَلِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا كُتِبَ لِحَسَنَةَ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَهْلِ بَجْرَانَ إِذَا كَانَ
لَهُ عَلَيْهِمْ حَقٌّ فِي كُلِّ سَنَةٍ فِي كُلِّ صَنَعَةٍ وَبَيْعَةٍ وَسَوْدَةٍ وَرَيْبَةٍ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ
عَلَيْهِمْ وَتَرَكَ ذَلِكَ لَهُمْ عَلَى الْفَلْخَةِ مِنْ حَيْلِ الْأَوَّلَى فِي كُلِّ حَيْلٍ خَلِيَةٍ وَفِي كُلِّ
صُنْعٍ أَلْفٌ خَلِيَةٍ عَلَى خَلِيَةٍ مِنْ الْخَصَّةِ فَمَا دَارَتْ عَلَى الْخَرْجِ أَوْ تَقَصَّبَتْ عَلَى الْوَرَاةِ
فِي الْحَسَابِ مِمَّا فَضَّرَ مِنْ دُرُوعٍ أَوْ خَيْلٍ أَوْ رِكَابٍ أَوْ عُرُوضٍ لِحَدِّ مَنَّهُمْ بِالْحَسَابِ
وَعَلَى بَجْرَانَ مَعْنَى رَسُولِ اللَّهِ وَكَهْلٌ وَكَهْلَةٌ وَكَهْلَةٌ وَكَهْلَةٌ وَكَهْلَةٌ وَكَهْلَةٌ
فَلَمَّا بَلَغَ أَهْلُ بَجْرَانَ قَدْ فَجَعَتْ سَنَةَ خَطَرٍ صَلَاحًا لِقَدَمِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا بَلَغَ أَهْلُ بَجْرَانَ قَدْ فَجَعَتْ سَنَةَ خَطَرٍ صَلَاحًا لِقَدَمِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَلِأَهْلِ بَجْرَانَ نَكَاشِيَةً لِحَوَارِ اللَّهِ وَوَلِيَّةٌ لِحَسَنَةَ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَى أَهْلِ الْيَوْمِ وَأَهْلِ الْيَوْمِ
وَأَهْلِ الْيَوْمِ وَكَهْلَةٍ مِنْهُمْ وَكَهْلَةٍ مِنْهُمْ وَكَهْلَةٍ مِنْهُمْ وَكَهْلَةٍ مِنْهُمْ وَكَهْلَةٍ مِنْهُمْ
أَوْ كَهْلَةٍ مِنْهُمْ أَوْ كَهْلَةٍ مِنْهُمْ أَوْ كَهْلَةٍ مِنْهُمْ أَوْ كَهْلَةٍ مِنْهُمْ أَوْ كَهْلَةٍ مِنْهُمْ
وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ ذِيَّةٌ وَلَا دَمٌ جَاهِلِيَّةٌ وَلَا يُحْشَرُونَ وَلَا يُشْفَرُونَ وَلَا يُطَاوَرُونَ وَلَا يُطَاوَرُونَ
وَمَنْ سَأَلَ مِنْهُمْ حَقًّا فَلْيَتَّصِفْ بِهِمْ غَيْرَ ظَالِمِينَ وَلَا مَقْطُولِينَ وَلَا مَقْتُولِينَ وَلَا مَقْتُولِينَ
ذِي نَيْلٍ خَلِيَةٍ مِنْهُمْ بَرِيَّةٌ وَلَا يُؤْخَذُ رَجُلٌ مِنْهُمْ بِعَلْمٍ كَعَفٍ وَلَهُمْ عَلَى مَا فِي هَذَا الْكِتَابِ
خَوَارِجٌ وَفِيهِ لِحَسَنَةَ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ أَهْلٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمُرُونَ مَا تَعْمُرُونَ وَأَصْلُهُمْ عَلَيْهِمْ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شهد أبو سفيان بن حرب وعياض بن عمرو ومالك بن عوف من بني نصر والقرع
بن كابس الحنظلي والمغيرة بن شعبة وأحمد بن

سنة جمعة من رسل العرب الرءاء كتاب الخراج لابن يوسف من سنة

أهل بجران کے لئے عہد نامہ نبوی

بجران دس ہجری میں صلح سے صلح ہوا بجران کے نصاریٰ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں ان کا سردار وہب نائب سردار عیسیٰ اور پارسی ابو عمار تھے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مبارکباد چاہتے تھے مگر وہ اس کیلئے تیار نہ ہوئے اور آپ سے صلح نہ کر لی آپ نے انہیں صلح نہ
فرمایا کہ وہ اس کا تین یہ تھا۔

اللہ کے نام سے جو عزت و جبر ہے یہ دس ہجری میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بجران کیلئے
تحریر فرمائی جب تک آپ کی حکومت قائم رہے گی آپوں، سونا، چاندی، لکڑی، لہجہ کے بارے میں آپ کا حکم ماننا
یہ سب چیزیں آپ نے اس شرط پر ان کے لئے باقی رہنے دیں کہ وہ ہزار چار دین جو اوقیہ کی قیمت والی چار دین
میں سے جو دین کی یہ لوگ ادا کرتے ہیں گئے ہر دین میں ایک ہزار چار دین بھر ہر دین میں ہزار چار دین
ہیں گئے ہر دین کی قیمت چاندی کا ایک اوقیہ ہوگی پھر طرح میں جو چیز زیادہ ہوگی یا اوقیہ کی قیمت کے لئے اسے
کم ہوگی تو اس کا ایک حساب لگایا جائیگا۔ اسی طرح وہ جو دین میں تیا کریں یا ان کے پاس گھوڑے، اونٹ
یا سامان ہو اس کا بھی حساب لگا کر خراج وصول کیا جائیگا۔

اہل بجران کے وفد ہوا کہ وہ ایک ماہ یا اس سے کم عرصہ کے لئے میرے فقراہ آہیوں کی رہائش کا بھی
فہرست لکھیں۔ میرے فقراہ لوگ ایک ماہ سے زیادہ وہاں نہیں کریں گے، اگر کسی میں دھوکہ یا غلامی ہو تو
اس حد میں اہل بجران میں رہیں تیس گھوڑے اوقیہ اونٹ عاریتاً دیتا کریں گے۔ ہر لوگ میرے آہیوں کو
جو کچھ بھی زچوں، گھوڑوں، اونٹوں یا سامان میں سے اٹھا دیں گے اس کے وہ دیر سے آدمی، خاص میں ہوگی
سختی کہ وہ انہیں اس طرح لوثا دیں۔

بجران اور اس پاس کے علاقوں کیلئے اللہ کی ہمتا لگی اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت
اور ضروریات حاصل ہے ان کے مال، جان، زمینیں۔ ان کے ہم مذہب، غائب، حاضر، ان کے رشتہ دار اور
ان کی عبادت گاہیں۔ اور ہر وہ چیز جو حق دینی بہت ان کے قبضے میں ہے سب کا تحفظ ہوگا۔ کسی پارسی کو
اس کے جیسے نہیں بدلا جائے گا۔ کوئی مذہب اپنی رہبانیت یا کوئی کام اپنی کہا سنت نہیں روکا جائے گا۔ ان
لوگوں سے کوئی بدسلوکی یا کمینہ نہ ہوگا اور نہ ان پر جہالت کا کوئی خون بہا جائے گا۔ نہ تو انہیں
جہاد میں شرکت کے لئے بلایا جائے گا اور نہ ہی سے عشر وصول کیا جائے گا۔ نہ ان کی زمین پر کوئی لشکر کبھی قائم رکھے گا۔
جو بھی ان سے کسی حق کا مطالبہ کریگا۔ تو ان کے درمیان انصاف ہوگا۔ نہ کوئی کسی پر ظلم کرے گا نہ اس پر ظلم کرے گا۔

ان لوگوں میں سے آئمہ جس نے سود کیا یا اس سے میرا وعدہ محفوظ بری ہے ان میں سے کسی شخص کو کسی دوسرے کے ظلم کے بدلے میں نہیں بکرا جائے گا، اس وقتاویز میں جو کچھ ہے اس پر انہیں ہمیشہ کے لئے اللہ کی جہانگیری اور نبی محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا ذمہ و تحفظ حاصل ہے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔ بشرطیکہ وہ مخلص اہل بیت اور اپنے واجبات کے سلسلے میں اصلاح کا راستہ اختیار کریں، کسی ظلم کی وجہ سے کسی یا دار نہ اختیار کریں ۱۱

اسی دستاویز پر گواہ ابو سفیان بن حرب، ابوہریرہ، مالک بن عوف، ابی نضرہ، القریظ بن حابس اور عقیلہ بن ابی نعیم رضی اللہ عنہم تھے، اور یہ دستاویز یحییٰ بن ابی شیبہ نے لکھی۔

412

عَهْدَ لَكُمْ عَلَى يَدَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ لَكُمْ الْإِسْلَامُ دِينًا وَاعْتَمَدُوا عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ يَكُونُ لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ۚ

«يَسْمِعُ الَّذِينَ يَحْكُمُونَ بِالْحَقِّ هَذَا آيَاتُ اللَّهِ وَرُسُلِهِ يُبَيِّنُ لِلنَّاسِ أَلْوَحْيَ الَّذِي أَوْفَىٰ بِالْعَقْلِ
عَقْدُكُمْ مُحَسَّبًا لِّمَنْ رَسُوهُ لِلَّهِ لَعْنَةُ مَنْ حَمَلَ حِمْلًا إِلَى النَّارِ، أَمَرَهُ بِقَوْلِي اللَّهِ فِي أَمْرِهِ كُلِّهِ
فَاللَّهُ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا الَّذِينَ هُمْ مُؤْمِنُونَ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِالْحَقِّ لِمَا مَرَّ بِهِ اللَّهُ أَنْ
يُخْبِرُونَ النَّاسَ بِالْحَقِّ وَيَأْمُرَهُمْ بِهِ، وَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْقُرْآنَ وَيُعَلِّمُهُمْ فِي الدِّينِ وَيُشْهِدُ النَّاسَ
كَوَيْحَاتٍ أَخَذَ الْقُرْآنَ إِذَا وَهُوَ طَاهِرٌ وَيُخْبِرُ النَّاسَ بِالَّذِي لَهُمْ فِي الدُّنْيَا عَلَيْهِمْ وَيُخْبِرُ النَّاسَ
فِي الْحَيَاةِ وَيُخْبِرُهُمْ فِي الظُّلُمِ، فَإِنَّ اللَّهَ مَعَهُ وَجَلَّ كَرَمُ الظُّلُمِ وَشَهِدَ النَّاسَ عَنْهُ وَقَالَ:
أَوْفَىٰ بِالْحَقِّ الظُّلُمِ» -

[illegible]

سنة ميروا بن هشام ٢٠٤٠ / ١٥٤٠ هـ، مفتوح البلدان ص ٤٤، الطبري ١٥٤٠ / ١٥٤٠، حجة في مسائل العرب ٢٠٢٠ / ٢٠٢٠

يُفْلِسُ بِرُوحِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَيَهْبِي النَّاسُ أَنْ لَا يُعْقِلَ أَحَدٌ شَيْئًا لِرُبِّهِ إِذَا عَلِمَ فِي قَلْبِهِ
وَيَهْبِي، إِذَا كَانَتْ بَيْنَ النَّاسِ هُبُوبُ الدُّعَاءِ إِلَى الْقَبَائِلِ وَالْعَشَائِرِ، وَيَكُنْ دُعَاؤُهُمْ إِلَى
اللَّهِ وَخُذْهُ وَطَرِيْقَ لَهٗ، وَيَأْتِي النَّاسُ بِأَسْبَاطِ الْخُصُوفِ، وَجُوهِهِمْ وَأَيْدِيَهُمْ
إِلَى الْمَرَاتِي وَرَأْسِهِمْ إِلَى الْكُفْيَيْنِ وَيَسْكُحُونَ بِرُءُوسِهِمْ كَمَا أَمَرَهُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ،
وَأَمَرَهُ بِالْمَرْقَةِ لِقَائِهِمَا وَتَهَادُّوا بِلُكُوعِ الْخُصُوفِ وَيُعْلَسُ بِالْخُفْرِ وَيَجْعَرُ بِالْهَلْجَةِ
حِينَ يَمِيلُ الشَّمْسُ، وَصَلَاةُ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ فِي الْأَرْضِ مَدِيرَةٌ، وَالْعُيُودُ حِينَ
يُقِيلُ اللَّيْلُ وَتُفْتَحُ حَتَّى تَبْدُو الْخُيُومُ فِي السَّمَاءِ وَالْعَشَاءُ أَدْنَى اللَّيْلِ، وَيَأْمُرُ
بِالسُّكْرِ إِلَى الْجُمُعَةِ إِذَا نُودِيَ بِهَا وَالْعَسَلُ عِنْدَ الرَّوَّاحِ لِأَيْسَاهَا

وَأَمَرَ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْمَعَانِدِ خُمْسَ الْبَرِّ وَمَا حُتِبَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الْقُدَّةِ
مِنَ الْبَقَا عَشْرًا مَسَدًا لِلْعَيْنِ وَمَا كَفَّتِ السَّمَاءُ وَعَلَى مَا سَقَى الْقُرْبُ نَصْفَ الْمَشْرِ
وَفِي كُلِّ عَشْرٍ مِنَ الْوَيْلِ ثَانِيَانِ فِي كُلِّ عَشْرَيْنِ مِنَ الْوَيْلِ أَرْبَعُ شَيْئَةٍ وَفِي كُلِّ
الرَّيْعَيْنِ مِنَ الْبَقَرِ بَقْرَةٌ وَفِي كُلِّ ثَوْنَيْنِ مِنَ الْبَقَرِ بَيْعٌ جَدْعٌ أَوْ جَدْعَةٌ وَفِي
كُلِّ أَرْبَعَيْنِ مِنَ الْغَنَمِ سَائِدَةٌ وَحَدَا شَاةٌ فَإِنَّهَا تَرْيَعُ الدَّهْرَ الَّتِي أَنْزَلَ اللَّهُ
عَلَيْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي الْقُدَّةِ نَسْرًا وَخَيْرًا أَلَمْ يَجْعَلْهُ

وَإِذْ قَالَ مَوْسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَدْعُكُم لِكُلِّ فِتْنَةٍ فَأَتُوا بِيَوْمِكُمْ أَزْوَاجًا ثَيِّبًا ۚ وَمَنْ يَنْصُرِ اللَّهَ فَهُوَ لِلَّهِ ۖ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَشَلَاةَ النَّارِ ۖ أَلَا تَرَىٰ أَنَّ اللَّهَ يَخْتَارُ مَا يُنَازِعُ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ يَخْتَارُ ۖ وَمَنْ يَخْتَرِ اللَّهُ فَيُضِلَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُدْرِكٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۚ

عمر میں جو نفع انصافی کو یمن کا گورنر بناتے وقت ان کے نام عہد نامہ نبوی

شیر عارض بن کعب کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد جب واپس ہوا تو آپ نے ان کے پاس عمرو بن حزم انصاری کو روانہ کیا تاکہ وہ انہیں دین کی تعلیم دیں، سنت بنوی اور اسلام کے شائع کر سکے۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرے، آپ نے ان

ایک دستاویز تخریب لیا فی جس میں انہیں احکام دئے اور ذمہ داری سونپ آپ نے فرمایا :-
 اللہ کے نام سے جو رحمتن ورحیم ہے، یہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان آئے
 ایمان والوں! اپنے جہد پر چمان پور سے کرو وہ خبر ہے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وعدہ
 بن حزم انصاری کے لئے ہے، جبکہ آپ نے انہیں میں کا گورنر بنا کر بھیجا، آپ نے انہیں تمام معاملات
 میں تعین اللہ کا حکم دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ
 لوگ کہ جو بھلائی کرتے جاتے ہیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ حق کو اسی طرح وصول کریں جس طرح کہ
 اللہ نے اس کا حکم دیا ہے، لوگوں کو بھلائی کی خوشخبری سنائیں اور انہیں بھلائی کا حکم بھی دیں۔
 لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں، دین فہمی کی تربیت دیں اور لوگوں کو برائی سے روکیں، کوئی شخص
 قرآن کریم کو اس وقت تک اتم نہ لکائے جب تک وہ پاک صاف نہ ہو، وہ لوگوں کو وہ باتیں
 بتائیں جو ان سے لئے ہیں اور وہ بھی جو ان پر واجب ہیں۔ وصولی حق کے سلسلے میں لوگوں سے
 نرمی پر نہیں غلظت کے معاملے میں ان کے ساتھ سخت سلوک کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند
 کرنے ہوتے اس سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا یا اہل گاہ رہو کہ تم لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے! لوگوں
 کو حجت اور اس کے لئے کام کرنے کی بشارت دیں، دوزخ اور اس کا سبب بننے والے
 کاموں سے ڈرائیں، لوگوں کے دلوں کو جتنے کی کوشش کریں تاکہ وہ دین کو سمجھ لیں
 لوگوں کو حج کے شعائر، مسکن اور فرائض سکھائیں اور انہیں حج اکبر اور حج اصغر جو عمر چاہے
 کے مسائل کے بارے میں اللہ کے احکام بتائیں۔

لوگوں کو اس بات سے منع کریں کہ وہ ایک چھوٹے سے کپڑے میں بڈن پڑھیں اگر یہ
 ایک کپڑا تھا ہوا کہ اس کے دونوں کنارے کندھوں پر دوسرے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں
 لوگوں کو اس بات سے بھی منع کریں کہ وہ ایک ہی کپڑے میں کمر اور پنڈلیوں کو لپیٹ کر اس طرح
 نہ چلیں کہ شہ گاہ آسمان کی طرف ہو جائے، اس طرح گردن کے پچھلے حصے یعنی خفی پر سر کے بالوں
 کی منڈیاں نہ بنایا کریں جب وہ لیے ہو جاتے ہیں، اگر لوگوں میں پوش پیدا ہو تو ایسے موقع پر
 اپنے قبائلی اور خاندانوں کی طرف نہ بلایا کریں بلکہ صرف اللہ وحبہ لاشریک کو ہی پکارا کریں۔
 تو جس نے اللہ کی جانب نہ بلایا اور قبائلی و خاندانوں کو پکارا، تلواروں سے ان کے
 گھڑے کر دئے جائیں یہاں تک کہ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کو پکارنے لگیں۔ لوگوں کو

بھی طرح وضو کرنے کا حکم دین کہ لوگ اپنے چہرے اور ہاتھ کھینچوں تک دھویا کریں، پاؤں کھنوں تک دھویا
 کریں، اللہ جل کے حکم کے مطابق اپنے سروں کا مسح کیا کریں! آپ نے انہیں وقت پر نماز پڑھنے کا بھی
 حکم دیا، پورا رکوع اور فطور ہو، صبح کی نماز اذہیرے میں پڑھا کریں، جب سورج فاصل جائے تو
 ظہر کی نماز میں بھی جلدی کریں، عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب سورج زمین میں ڈوبا نظر آئے
 رات آنے پر مغرب کی نماز پڑھیں اور اس میں اتنی تاثیر نہ کریں کہ آسمان پر ستارے نظر نہ لگیں، رات
 شب میں عشاء کی نماز پڑھیں، جمعہ کی اذان ہو تو اس کے لئے سعی کرنے کا حکم دیں اور جب نماز جمعہ
 کے لئے جائیں تو فصل کر کے جایا کریں۔

آپ نے انہیں حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے اللہ کا پانچواں حصہ وصول کیا کریں۔ زکوٰۃ کے سلسلے
 میں مؤمنین پر جو فرض ہے وہ بھی وصول کیا کریں، زمین میں سے جو چھٹے یا ہیش سے سیلاب جو اس میں
 ڈواں حصہ ہے۔ ڈول یا کنوئیں سے جو سیلاب ہو اس میں سیواں حصہ زکوٰۃ ہے، ہر دس اونٹوں پر دو
 بکریاں ہیں اور ہر دس اونٹوں کی زکوٰۃ چار بکریاں ہیں۔ ہر چالیس گاہوں پر ایک گائے ہے اگر کسی گائے
 ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک بکھڑا یا ایک کھڑی ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو بخاک میں چرنے
 والی چالیس بکریاں ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک بکری ہے۔ یہ ہے اللہ کا وہ فریضہ جو اس نے زکوٰۃ
 کے سلسلے میں مومنوں پر فرض کیا ہے، اگر کوئی زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔
 اگر کوئی یہودی یا عیسائی اخلاص دل سے اسلام قبول کرے اور دین اسلام کا مطیع ہو جائے
 تو وہ بھی اہل ایمان میں شامل ہے۔ اس کے حقوق بھی وہی ہیں جو ان کے ہیں اور اس کے فرائض
 بھی وہی ہیں جو ان کے ہیں جو اپنے یہودی یا نصرانی مذہب پر قائم ہے تو اسے اپنے عقیدے
 سے بھلا یا بھلا یا نہیں جائے گا، ہر بالغ مرد عورت، آزاد یا غلام پر ایک پورا دنہار بھو رجزیہ
 واجب ہوگا، یا اس کے بدلے کپڑا تو اگر کسی نے یہ ادا کر دیا تو اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا
 ذمہ رکھنا صل ہوگا اور جس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو وہ اللہ اس کے رسول اور مقام
 اہل ایمان کا دشمن ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے درود اور سلامتی ہو اور ان پر
 اللہ کی طرف سے رحمت اور برکتیں ہوں! "

بِجَنَابِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَجَاعَةٍ بَيْنَ مَدَارِكَةٍ
وَقَدْ تَمَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْنٌ بَيْنَ حَيْثُكَهُ وَفِيهِ هُمُ مَسِيرُهُ
بَيْنَ حَيْثُكَهُ ابْنِ وَبِجَنَابِ بَيْنَ مَدَارِكَةٍ تَسْتَأْذِنُ بِمَجَاعَةٍ رَسُولُ اللَّهِ أَنْ يَكْتُبَ لَهُ
فَأَقْلَمَ لَهُ بِأَيْدِيهِ كَتَبَ لَهُ كِتَابًا وَهَذَا الْقَصْدُ:

«بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ كَتَبَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بِمَجَاعَةٍ
الْبَيْنِ مَدَارِكَةٍ بَيْنَ سُلَيْمٍ، إِنِّي أَقْلَمْتُكَ الْقَوْلَ وَفَرَاغَهُ وَالْحَبْرَ كَمَنْ يَخْلُقُ كَيْفَ كَانَ»

مَجَاعَةُ بِنِ مَرَارَةِ تَفْنِي كَيْفَ لَمْ يَسْتَأْذِنُ بِنِ مَرَارَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو مہنیہ کا وفد آیا جس میں مسیلہ کذاب اور مجاہد بن مرارہ بھی تھا
مجاہد نے درخواست کی کہ آپ میرے لئے کچھ جاگیر لکھ دیں چنانچہ آپ نے اس کے لئے جاگیر لکھ دی
آپ نے اس سلسلے میں جو دستاویز لکھی اس کا متن یہ تھا۔

اللہ کے نام سے جو رحیل رحیم ہے۔ یہ ہے دستاویز جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجاہد بن مرارہ بن سہمی کے لئے لکھی، میں نے تجھے عوزہ، مزاربہ اور رحیل جاگیر میں لکھ دیے، اگر
تجھ سے کوئی جھگڑے تو تجھ سے رجوع کر لینا۔

